تاجنا

rekhta

رئیس احمد جعفری

تعداد چھ سو ۶۰۰

قیمت چھ روپے پچھتر نئے پیسے

مطبوعہ جید برقی پریس دہلی

ناشر

کتابی دنیا دہلی

0 8848

باب ۱

انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور زمین ہی میں مل جائے گا۔ پھر اس مٹی سے دوسرے انسان اٹھتے ہیں اور کچھ کام کر کے یا کام بگاڑ کر وہ بھی خاک میں مل جاتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ اسی طرح چلتا ہے۔ اسی سلسلہ کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے جس کا مسئلہ تناسخ سے کوئی تعلق نہیں

صد ہزاراں قالباں را دیدہ ایم
مثل سبزہ بارہا روئیدہ ایم

شوہر کے انتقال پر چند ہی روز گذرے ہوں گے کہ بیگم مرزا کو وصیت نامہ کا مضمون معلوم کرنے کی فکر نے آدبایا۔ مرزا مرحوم نے مرنے سے تین چار سال قبل کامل ہوش و حواس کے ساتھ باقاعدہ وصیت نامہ مرتب کر کے اپنے وکیل کے حوالہ کر دیا تھا۔

مرزا مرحوم عمر طبعی تک پہنچنے سے قبل ہی چل بسے تھے اور ان کی رحلت کچھ ایسی غیر متوقع سی ہوئی کہ پس ماندگان کے لئے ایک حادثہ بن گئی تھی۔

پہلی بیوی بھی راج کر رہی تھی اور دوسری بیوی بھی اپنے گھر کی ملکہ بنی ہوئی تھی۔ اب شوہر کے راہی ملک عدم ہو جانے سے بیواؤں کو دو تین تفکرات نے آ گھیرا تھا۔ ایک تو پہلی بیوی سے بھی مرزا مرحوم کی اولادیں موجود تھیں۔ پھر دوسری بیوی کی اپنی اولاد بھی تھی۔ تیسرے یہ کہ بیگم مرزا کو فقط اتنا معلوم تھا کہ مرزا صاحب نے وصیت نامہ تو چھوڑا ہے مگر اس میں کیا تحریر تھا اس سے کوئی واقف نہ تھا۔

اور اس وقت یہی سب کی تشویش کی وجہ تھی۔

بیگمات مرزا کوئی بوڑھی عورتیں نہ تھیں اور نہ لاغر و بیمار۔ اس کے برعکس ان کی صحت خاصی تھی۔ جسم بھی اتنا پھرتیلا تھا کہ گھر کے تمام کام کاج خود کر کے دھر دیتی تھیں۔

اسی طرح وہ طبیعت و مزاج کی بھی اتنی بری نہ تھیں کہ خواہ مخواہ گھر میں جنگ عظیم کا نقشہ پیدا کر دیا کرتیں۔

"لڑکیو! اگر تم کہو تو وکیل کو بلا کر تمہارے ابا مرحوم کا وصیت نامہ کسی روز دیکھا جائے" آخر ایک دن بیگم مرزا نے گھر کی لڑکیوں سے کہا۔

"ایسی جلدی کیا ہے۔ پھر یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ ابا مرحوم نے ترکہ میں کوئی بڑی جاگیر جائداد یا بینک بیلنس نہیں چھوڑا ہے" ایک لڑکی نے کہا۔

"ندرت باجی اگر ابا مرحوم کے ترکے میں زیادہ روپیہ نہ نکلا تو تمہاری آگے کی اعلیٰ تعلیم کے خواب دھرے رہ جائیں گے۔" تاجنا نے کہا۔ جو اس گھرانے کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ اس کی عمر سترہ سال کی ہوگی۔

"تاجنا۔ طعنوں میں بات نہ کرو مجھ سے۔"

"مگر ندرت آپا اس میں کیا قباحت ہے کہ ہم وکیل کو بلا کر ابا مرحوم کا وصیت نامہ سن لیں"

شان نے کہا۔ وہ منجھلی لڑکی تھی۔

"عجیب بات ہے۔ آخر امی نے اور تم لوگوں نے یہ کیوں سمجھ لیا ہے کہ مجھے ترکہ کی رقم معلوم کرنے سے دلچسپی نہیں"

ندرت نے کہا۔

"کیونکہ چند روز پہلے جب میں نے یہی سوال اٹھایا تھا تو تم نے اس کی مخالفت کی تھی"

اس دفعہ ان کی امی نے ندرت سے کہا۔

"جی ہاں مگر اس کی وجہ تھی"

ندرت نے کہا۔

"کیا وجہ ہو سکتی تھی اس کی ندرت باجی؟"

تاجنا نے دریافت کیا۔

"تاجنا۔ مجھ سے سوالات کرنے کو امی کافی ہیں تم کیوں بار بار دخل در معقولات کرتی ہو"

"اے واہ یہ ایک ہی رہی، گھر کے معاملات میں آخر پوچھ گچھ کرنے کا مجھے بھی کچھ حق ہے"

تاجنا چیخ کر بولی۔ ندرت نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

"وجہ میں نے امی آپ کو شاید اس وقت بھی بتائی تھی۔ آپ کو یاد ہوگی"

ندرت نے اپنی والدہ سے کہا۔

"ہاں مگر ندرت بیٹی میرے گھر میں ماشاء اللہ تین جوان لڑکیاں ہیں

تمہارے سوتیلے بہن بھائی میں صرف ایک لڑکی ہے۔

ماں نے کہا۔

"دو لڑکے بھی تو ہیں امی۔"

شان نے کہا۔

"لڑکوں کی فکر ماں باپ کو زیادہ نہیں ہوتی — پریشانی تو لڑکیوں کے متعلق زیادہ رہتی ہے۔"

ان کی والدہ نے کہا۔

"اول تو وجہ پریشانی نہ تو لڑکی ہے اور نہ لڑکا — جس چیز کو آپ پریشانی یا فکر کہتی ہیں وہ دراصل ذمہ داری ہے اور والدین کی اس ذمہ داری میں لڑکی اور لڑکا دونوں برابر کے شریک ہیں۔"

ندرت نے کہا۔

"یہ درست ہے" شان بولی۔

"مگر وہ مسئلہ رہ گیا کہ آیا وصیت نامہ سنا جائے یا نہیں۔"

ناجیہ نے کہا۔

"ضرور سنو تو کس طرح تمہارا اضطراب تو کم ہو۔"

ندرت نے تلخ مسکراہٹ سے کہا پھر ریڈیو پر خبریں سننے لگی۔

باب ۲

مرزا مرحوم کی دو بیویاں تھیں — دونوں تقریباً ہم عمر ہی ہوں گی — طبعی عمر کے لحاظ سے نہیں بلکہ شادی کی عمر کے اعتبار سے — یعنی مرزا اپنی پہلی شادی کے ایک سال بعد ہی دوسری بیوی گھر میں لے آیا تھا — اس کی نا معلوم کیا وجہ تھی؟"

ہو سکتا ہے کہ مرزا کی جنس کو جوع النساء ہو — کیا عجب ہے کہ اس کی سیکس شروع ہی سے آزاد رہی ہو اور ایک بیوی کو اپنے لئے ناکافی پاکر اس نے ایک اور بیوی کی ضرورت محسوس کی ہو۔ ہمارے معاشرے میں شادی اور اس کی ضرورت کا جس شدت سے احساس ہے اسے کون نہیں جانتا۔

دراصل مٹی کی زمین کے مقابلہ میں گوشت و پوست کی زمین نسبتاً سہل الحصول بھی ہے — اس میں محنت بھی بہت کم صرف کرنا پڑتی ہے اور اگر خدا تنگ دستی کی توفیق دے تو گوشت و

rekhta

پوست کی زمین میں فصل بھی فراواں ہوتی ہے۔

مرزا کی پہلی اور دوسری بیوی سے تقریباً ساتھ ساتھ بچے پیدا ہوتے رہے۔ اگر مرزا کی عمر وفا کرتی تو ممکن تھا کہ وہ تیسری کھیتی کا حساب بھی کھول دیتا اس طرح خاندانی منصوبہ بندی کا معکوس نظام عمل کامیابی سے پیش کر دیتا۔

مرزا کی پہلی بیوی سے سب سے پہلے ندرت پیدا ہوئی تھی اس کے بعد دوسری سے رضی تولد ہوا تھا۔ پھر پہلی سے شان نے جنم لیا تھا اور دوسری سے عرفان پیدا ہوا تھا۔ آخر میں پہلی بیوی سے تابندہ وجود میں آئی تھی اور اس بار دوسری سے بھی لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام نسرین تھا۔

بس نسرین پر آ کر ابتدا کی انتہا ہو کر رہ گئی تھی۔ مگر اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ مرزا کی زمین ختم ہو چکی تھی۔ نہیں بلکہ اس کی عمر ختم ہو گئی تھی مگر یہ خاتمہ وقت سے پہلے ہو گیا تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا اختتام قبل از وقت ہو گیا تھا۔ زندگی و موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اسی طرح وقت کی زندگی و موت بھی مقرر نہیں۔

تابندہ کو روپیہ حاصل کرنے کی سب سے زیادہ بے چینی تھی۔ خواہ وہ اس کے والد کے ترکے سے ملے یا کسی اور جگہ سے۔ اس کے اضطراب کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس نے اپنی ضروریات بہت بڑھا لی تھیں۔ مثلاً جسم اور چہرے کی آرائش کا سامان۔ سہیلیوں کی دعوت اور سینما وغیرہ۔

تابندہ چاہتی تھی کہ دن میں کم از کم دو جوڑے تو بدلے اور پھر جوڑے بدل کر سہیلیوں کے ساتھ سیر گشت کو نکل جایا کرے شان اسے چھیڑا کرتی تھی کہ

جوڑے بدلے نظر ہمیشہ ایک سی آئے گی۔ ہاں البتہ ندرت آپا معمولی سا لباس پہن کر بھی بڑی دیدہ زیب نظر آنے لگتی ہیں۔

شان کے ان الفاظ پر بعض اوقات تو تابندہ جھلا اٹھتی تھی بلکہ اس سے لڑ پڑتی تھی۔

"تابندہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لکھنے پڑھنے میں دھیان لگانے کے بجائے لباس اور سنگھار کے معاملوں پر الجھنے لگتی ہو۔"

ندرت ملائمت سے اس کو سمجھاتی۔

"اچھا ندرت باجی آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ میں اچھی معلوم ہوتی ہوں یا شان آپا؟" ایک روز اسی مسئلہ میں الجھی ہوئی تابندہ نے اپنی بڑی بہن سے دریافت کیا۔

"تم نے تابندہ انگریزی کی وہ ضرب المثل نہیں سنی جس کا مطلب کچھ اس قسم کا ہے کہ حسین وہ ہے جو حسین کام کرے۔"

ندرت نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں کتابوں کی باتیں صحیح نہیں مانتی" تابندہ نے منہ بنا کر کہا۔

"ہائیں کتابوں سے بغاوت۔ اُن کے اندر بڑی بلند و اعلیٰ روحیں بند ہیں اور ان میں خدا تک بولتا ہے" ندرت نے تبسم سے کہا

"کتابوں سے بیزار ہے اسی لئے تو پڑھائی میں پچھڑی رہ گئی ہے" شان بولی۔

"جیسے تم تو اپنے وقت کی افلاطون ہو"

تابندہ نے ناک بھوں چڑھا کر شان سے کہا۔

"بڑی بہن کو تم کہنا اچھی بات نہیں ہے تابندہ۔"

"آپ لوگ مجھے بات بات پر نہ ٹوکا کریں میں کوئی ننھی نادان نہیں ہوں۔ آخر میں بھی گیارہویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔"

تاجنا نے اپنی بہنوں سے اتراتے ہوئے کہا۔ حالانکہ وہ اس کی پڑھائی کی حقیقت سے واقف تھیں۔

"رہی فرسٹ ایئر فول ہی۔"

شان ہنس کر بولی۔

"بس چپ بھی رہو شان۔"

"باجی آپ کو کچھ تو اندازہ ہوگا کہ ابا نے کتنا روپیہ چھوڑا ہے؟"

شان نے ندرت سے دریافت کیا۔

"میں بتاؤں شان آپا" تاجنا درمیان میں بولی اور کھسک کر قریب آگئی۔

"درمیان میں نہ بولو"

"باجی کو روپیہ کا ضرور اندازہ ہوگا کیونکہ یہ ابا جی کی میر منشی بنی ہوئی تھیں۔ کافی عرصہ تک یہی تمام حساب کتاب لکھتی رہتی تھیں۔"

تاجنا منع کرنے کے باوجود بولنے لگی۔

"یہ صحیح ہے کہ کئی سال تک ابا کا حساب میں ہی لکھتی رہی مگر آخر میں انہوں نے اس کے لیے آدمی رکھ لیا تھا۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ کس طرح روپیہ آتا تھا۔ لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ جاتا کس طرح تھا۔"

ندرت نے کہا۔

"ابا یہ برا کر گئے کہ مکان تو کر دیا ہماری سوتیلی ماں کے نام اور زمین ہمارے سر مار گئے۔" تاجنا نے کہا۔

اس کے الفاظ پہ ندرت اسے ڈانٹنے والی تھی کہ باہر دستک کی آواز سن کر چپ ہو گئی

باب ۳

اجازت ملنے پر ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ بلند و بالا اور صحت مند۔ مگر باوجود جسامت و شباہت اس کے چہرے سے لڑکپن نمودار تھا۔

اسے دیکھ کر ندرت کے چہرے پر مسرت دوڑ گئی۔

"آداب باجی۔ السلام علیکم لڑکیو" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

"ہمیں آداب کیوں نہیں؟" شان نے مسکرا کر کہا۔

"شہ!" تاجنا نے بیزاری سے کہا۔

نوجوان اُس کا منہ چڑا دیا۔

"یہاں بیٹھو رضی میرے پاس آکر" ندرت نے اپنے صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"امّاں جان کہاں گئیں؟" رضی نے پوچھا۔
وہ اپنی سوتیلی ماں کو اماں جان کہتا تھا اور اپنی حقیقی والدہ کو صرف امی۔

"غسل خانہ میں ہیں آتی ہی ہوں گی" شان نے جواب دیا۔

"رضی! اماں جان۔ جیسے وہ ان کی بھی ماں ہیں" تاجنا نے اسی طرح بیزاری سے کہا۔

"بیز بچھو نہ بنو" رضی نے ہنس کر تاجنا سے کہا۔

"لو وہ آگئیں امی۔ بڑی عمر ہے" اپنی ماں کو آتے دیکھ کر ندرت بولی۔

رضی نے بیگم مرزا کو اٹھ کر آداب کیا۔ جس کے جواب میں اس نے صرف گردن ہلا دی۔

"کیسے آنا ہوا رضی میاں؟" بیگم مرزا یعنی ان لڑکیوں کی اماں نے دریافت کیا۔

"کوئی خاص کام تو نہ تھا اماں جان ویسے ہی ملنے چلا آیا۔" رضی نے جواب دیا۔

"آتے رہا کرو رضی۔ تمہیں دیکھ کر ہمیں، بالخصوص مجھے بڑی تقویت ہوتی ہے کہ ماشاءاللہ ہمارا جوان بھائی ہماری حفاظت کو موجود ہے" ندرت نے کہا۔

"سب کہنے کی باتیں ہیں ورنہ ہم تو دنیا میں بالکل تنہا ہیں۔" ندرت کی والدہ نے کہا۔ سوتیلی ماں کے اندر سوتیلا پن ناگزیر ہے چاہے وہ کتنی ہی نیک طینت ہو۔"

"آپ اور یہ میری بہنیں دنیا میں اکیلی نہیں ہیں۔ ہم دونوں بھائی

"تب ہی مکان پر خود نے قبضہ کر کے زمین ہمارے سر مار دی ہے آپ لوگوں نے" تاجنا بولی۔

ماں نے اسے دار کی نظروں سے دیکھا۔ مگر رضی ہنسنے لگا۔

"عرفان کہاں غائب ہے؟" شان نے اپنے دوسرے سوتیلے بھائی کے لیے دریافت کیا۔

عرفان عمر میں ندرت، رضی اور شان سے چھوٹا تھا مگر تاجنا سے بڑا۔

"وہ غائب ہی رہتا ہے" رضی نے کہا۔

"کیا شان آپا تمہیں بھی بھائی رضی اور عرفان سے تقویت رہتی ہے؟" تاجنا نے بے محل سوال کیا

"کہنا پڑتا ہے کہ رہتی ہے" شان نے جواب دیا۔

"یہ کیا فضول باتیں ہونے لگیں۔ اچھا یہ بتاؤ رضی میاں کہ ندرت کے ابا کا وصیت نامہ کب دیکھا جائے۔ ندرت کو یہ اعتراض ہے کہ جب تک ہم سب اور تمام تمہارے گھر والے ایک جگہ جمع نہ ہو جائیں وصیت نامہ نہ کھولا جائے۔"

ندرت کی والدہ نے کہا۔

"اس کے لیے اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔ وصیت نامہ باقاعدہ ہی لکھا گیا ہوگا۔"

رضی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وکیل ہی سے کیوں نہ کہا جائے کہ وصیت نامہ کی ایک نقل ہمارے پاس اور ایک بھائی رضی کی والدہ کے پاس بھیج دے۔"

شان نے کہا۔

کی والدہ نے کہا۔

"آپ ایسا کوئی خیال دل میں نہ لائیں اماں جان۔ اگر آپ کو اتنی ہی تشویش ہے تو وصیت نامہ کی اصل اپنے پاس رکھ لیجئے اور نقل ہمیں دے دیجئے۔" رضی نے کہا۔

"اگر آپ اتنے ہی نیک ہیں تو ہمارے حصہ کی زمین آپ لے لیجئے اور اپنے حصہ میں آیا ہوا مکان ہمیں دے دیجئے۔" تاجنا نے کہا۔

رضی مسکرایا۔ وہ پہلے بھی تاجنا کے منہ سے یہی الفاظ سن چکا تھا اس لئے اسے خیال ہوا کہ یہ تجویز ممکن ہے خود اس کی سوتیلی والدہ کی ہو، جسے تاجنا کے ذریعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

"تاجنا بہن زمین کو حقیر نہ سمجھو۔ تمہاری زمین کی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ اس پر ہمارے جیسے سینکڑوں مکانات کھڑے ہو سکتے ہیں مگر ہمارا ناکارہ مکان تمہاری زمین کا عشر عشیر حصہ بھی نہیں ہے۔" رضی نے کہا۔

"ہم کوئی کسان تو ہیں نہیں کہ ہل چلائیں گے۔ آپ مرد ہیں کھیتی باڑی کر سکتے ہیں۔" تاجنا بولی۔

"لیکن تاجنا کچھ عرصہ بعد اس سودے کا تم ہی افسوس کرو گی زمین اب بیدار ہو چکی ہے۔ اس کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیا گیا ہے۔ اب وہ پیروں میں نہیں روندی جائے گی۔ اس میں خاک نہیں اڑے گی بلکہ کھیت لہلہائیں گے اور ان کھیتوں کے دانے اب زمیندار کے گوداموں میں چھپ کر کسانوں پر فاقے نہیں برسائیں گے بلکہ قومی کھیت ہوں گے جو امن ہو یا جنگ ہر زمانے میں قوم کے لئے اناج مہیا کریں گے۔" رضی نے کہا

"اگر آپ کو زمین مل جائے تو دیکھنا ہے کہ آپ اس میں کیا چار چاند لگاتے ہیں۔"

"اسے دلہن بنا دوں گا شان۔ تم دیکھنا تو۔" رضی نے کہا۔

"خیر سے ابھی سے دلہن کے خواب دیکھنے لگے۔ کیا عمر ہے تمہاری؟" ندرت نے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ سے ایک ہی سال تو چھوٹا ہوں۔" رضی نے جواب دیا۔

"میں تو اکیسواں سال ختم کر چکی، کیوں امی؟" ندرت نے اپنی والدہ سے دریافت کیا۔

"ہاں تمہارے ابا کی اولادوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں۔ ندرت ایک سال کی ہو گی کہ اپنی والدہ سے رضی پیدا ہو گیا اس کے ایک سال کے فرق سے میرے ہاں شان پیدا ہوئی تو ایک سال بعد ادھر عرفان آ گیا۔ پھر عرفان کے ایک سال کے وقفہ سے تاجنا ہوئی۔ بس اپنی ناں سے نسرین ہی تاجنا سے تین سال بعد پیدا ہوئی۔" ندرت کی والدہ نے کہا۔

"والدین کا ہونا کتنا ضروری ہے ورنہ ہمیں تو اپنی صحیح عمر کا اندازہ بھی نہ تھا۔ ندرت باجی اکیس کی ہیں۔ رضی بھائی بیس کے ہیں۔ میں انیس، عرفان اٹھارہ، تاجنا سترہ اور بی نسرین ابھی صرف چودہ ہی سال کی ہیں۔" شان نے کہا۔

"اچھا تاجنا تو سترہ سال کی ہیں۔ میں تو انہیں بارہ تیرہ سال کی سمجھتا تھا۔ رہیں بچی کی بچی۔" رضی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں تو بھئی اب تمہاری شادی کی فکر ہونی چاہیے۔" ندرت مسکرا کر بولی۔

"دیہاتیوں میں بیٹھیں گے تو ایسی ہی باتیں کریں گے۔" تاجدار نے مسکرا کر کہا۔

اس کے الفاظ کا رضی نے کوئی خیال نہیں کیا۔

"ندرت باجی آپ امسال بی۔ اے کر لیں گی۔ پھر آگے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"تم بتاؤ" ندرت نے کہا۔

"میں تو یہی کہوں گا کہ آپ بی۔ اے کے بعد زراعت کی ڈگری کے لئے باہر چلی جائیں" رضی نے جواب دیا۔

ندرت نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور چپ ہو گئی۔

"خاموش کیوں ہو گئیں۔ ڈر سے نہیں۔ اماں جان کچھ نہیں کہیں گی۔ مجھے بتا دیجئے" رضی نے کہا۔

"ہاں رضی میرا بھی کچھ یہی خیال ہے۔ خدا کرے ابا کے ذمہ میں نقد زیادہ نکلے۔" آخر ندرت نے کہا۔

"اس کی آپ فکر نہ کیجئے۔ اگر نقد زیادہ نہ نکلا تو میں اپنا حصہ آپ کو اور فرزین کو دے دوں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے آئندہ کما سکوں گا۔" رضی نے کہا۔

"بڑے اچھے ہو رضی تم۔ خیر اللہ مالک ہے۔" ندرت نے کہا۔

"اب ہمیں ڈگریوں یا گذر اوقات کے لئے غیر سود مند روزگار پکڑنے کے بجائے صرف ملکی زراعت پر توجہ دینا چاہئے۔ زمین وطن کی بیٹیوں کو بھی پکار رہی ہے۔ بس ہمارا نصب العین زمین گیر یا زمین دوز بشر ہونا چاہئے۔"

رضی ...

رضی نے کہا۔

"واہ رضی کیا زبان بولتے ہو۔ میرا ہیرا اسی لڑکی کے لئے کیا کمبخت کسان ہی رہ گیا ہے۔" رضی کی سوتیلی ماں نے برا مان کر کہا۔

"اوہو اماں جان آپ کے تخیل میں کسان کا بس وہی ہیولہ ہے کہ اس کے لنگوٹی لگی ہو۔ فاقوں اور محنت شاقہ سے جسم نحیف ہو گیا ہو۔ اس کی ایک ایسی ہی بیمار اور مریل بیوی ہو اور ان دونوں کے زادہ افلاس ایک درجن سوکھے سوکھے گندے گندے ننگے بچے ہوں۔ اب اس مکروہ تخیل کو ذہن سے نکال ڈالئے۔ ہمارے وطن کا کسان ایک سرخ و سفید تنومند انسان ہوگا جو دقیانوسی طریقے سے مٹی کھود کر اپنے مختصر کھیتوں میں گلے سڑے بیج نہیں ڈالے گا بلکہ اس کے فارم میں ٹریکٹر چل رہے ہوں گے اس کے صاف ستھرے مکان کے گرد پھل دار درخت اور ترکاریاں لگی ہوئی ہوں گی اور آس پاس دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں گی" رضی نے کہا۔

"اور اس کی بیوی کیسی ہوگی؟" ندرت نے اس کے جذبات پر مسکرا کر دریافت کیا۔

"آپ جیسی۔ تعلیم یافتہ اور خوبصورت۔ اس کے علاوہ اس کے دو تین ہی بچے ہوں گے جو ننگ دھڑنگ ادھر ادھر گلی ڈنڈا کھیلتے پھرنے کے بجائے گاؤں کے اسکولوں میں تعلیم پا رہے ہوں گے اور صنعت و حرفت بھی سیکھ رہے ہوں گے۔" رضی نے جواب دیا۔

باب

رضی سائنس میں انٹر پاس کرنے کے بعد انجینئرنگ کالج میں داخل ہو گیا تھا اور اب تیسرے سال کا طالب علم تھا۔ شروع میں اس کا رجحان ایگریکلچر (زراعت) کی طرف تھا مگر اس نے ابتدا ہی سے بیالوجی نہیں لی تھی اس وجہ سے ایگریکلچر میں نہ جا سکا تھا۔

اس کا چھوٹا بھائی عرفان ابھی فرسٹ ایئر ہی میں پڑھ رہا تھا حالانکہ اس کی عمر اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی۔

عرفان کو رضی زرا عقلی لائن میں لگانا چاہتا تھا مگر عرفان تو ایک عجیب ہی ٹائپ کا لڑکا تھا۔

ندرت تھرڈ ایئر اچھے نمبروں سے پاس کر کے چوتھے سال میں آئی تھی۔ شان تیسرے سال میں تھی اور ناجنا عرفان کی طرح پہلے سال میں تھی حالانکہ وہ عرفان سے ایک سال چھوٹی تھی۔ اب رہی رضی اور عرفان کی بہن جو اپنے سوتیلے اور سگے بھائی بہنوں میں سب سے

عرفان اپنے بڑے بھائی رضی کی طرح بلند و بالا اور کڑیل لڑکا نہ تھا مگر اس کے اٹھارہ سالہ جسم میں اس قدر جان تھی کہ مجسم حرارت معلوم ہوتا تھا۔

اپنی اس آتش مزاجی ہی کی بنا پر عرفان بلا اندیشہ سود و زیاں ہر خطرے میں کود پڑتا تھا اسی وجہ سے کئی بار وہ مرتے مرتے بچا تھا مگر اپنی تیزی سے باز نہ آتا تھا۔

اس کے علاوہ وہ عرفان ہر راستے چلتے شخص سے لڑائی مول لینے میں لطف لیتا تھا۔ وہ اپنے کالج ہی نہیں بلکہ شہر کے ایک دو علاقوں کے لئے دہشت بنا ہوا تھا۔

اس روز ندرت کی امی سے گفتگو کرنے کے بعد رضی نے اپنی والدہ سے ذکر کیا کہ ادھر ترکہ کی تقسیم میں جلدی کی جا رہی ہے۔

"جلدی تو ہونی چاہئے کیا ہمیں روپے کی ضرورت نہیں۔" رضی کی والدہ نے کہا۔

"اچھا تو ان چاروں ماں بیٹیوں کو یہیں کل بلا لیا جائے۔" رضی نے کہا۔

"ہاں عرفان کل جا کر ان سب کو یہاں لے آئے گا۔" رضی کی والدہ نے کہا۔

"عرفان کسی کا غلام نہیں کہ بلاتا پھرے" عرفان نے ٹکا سا جواب دیا۔

"چلے جاتا عرفان۔ ان لڑکیوں کی ماں دوسری ہے تو کیا ہوا باپ تو ہم سب کا ایک ہی تھا۔ میل ملاپ رکھنا اور گھر آنے کی

"بندہ نہیں جاتا کہیں۔ تم ہی ہو آؤ"، عرفان اکڑا رہا۔

"میں چلی جاؤں امی"، اس اختلافات کی فضا کو دیکھ کر صلح کل و معصوم صورت نسرین صاحبہ بولیں۔

"امی خود کیوں نہیں چلی جاتیں" عرفان نے کہا۔

"رضی بیٹے کچھ پتہ بھی چلا کہ کتنا نکلا تمہارے ابا کا ترکہ؟" ماں نے دریافت کیا۔

"پچاس ہزار سے زائد تو نقد ہے امی ——"

رضی ابھی اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ عرفان مع اپنی چائے کی پیالی کے اچھل پڑا۔

"واللہ! اب تک منہ میں گھنگھنیاں بھرے کیوں بیٹھے تھے بھائی صاحب" عرفان نے کہا۔

"مجھے کل ہی تو پتہ چلا ہے وکیل سے" رضی نے کہا۔

"آپ کی جگہ میں ہوتا تو مارے خوشی کے سارے شہر میں ڈھنڈورا پیٹتا ہوا آتا" عرفان نے مسرت سے کہا۔

"نہیں عرفان میاں یہ اپنے نجی معاملات ہیں دوسروں کو سنانے کے نہیں" رضی نے اسے سمجھایا۔

"آہا اب تو ٹھاٹ کروں گا۔ دیکھنا اب سالے کو کیسا نیچا دکھاتا ہوں اور وہ سسری بھی اب میرے پیر دھو دھو کر پئے گی" عرفان نے نامعلوم کن لوگوں کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

"عرفان بے قابو نہ ہو۔ روپیہ اور دوسرا اثاثہ محض تمہارا نہیں ہے بلکہ اس کے آٹھ نفر شریک ہیں" رضی نے کہا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ آٹھ نہیں آٹھ سو شریک ہوں۔ میں تو اپنا حصہ لوں گا" عرفان نے کہا۔

"اگر تم نے زیادہ خود سری دکھائی تو میں اپنے سب کے حصے کے روپے پر ٹرسٹ مقرر کر دوں گا" رضی نے آواز بلند کر کے کہا۔

"لڑائی ہو جائے گی بھیا" عرفان نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"عرفان۔ میرے بچے۔ ذرا میرا تو خیال کر" ماں نے دونوں بھائیوں کو غضبناک حالت میں دیکھ کر کڑھتے ہوئے کہا۔

"عرفان میاں کیا میرے ساتھ بھی تم اب اس طرح پیش آنے لگے جس طرح ہر ایک کے ساتھ آتے ہو۔ کیا تمہارے لئے میں کچھ نہ رہا" رضی نے ملائم پڑتے ہوئے عرفان سے کہا۔

وہ چپ ہو گیا۔

"تمہاری عمر والے انسان کو میں فہمائش کرنے یا سمجھانے بجھانے کا قائل نہیں۔ تم ماشاء اللہ جوان ہو گئے ہو اس لئے ایک سمجھ دار نوجوان کی طرح فہم و فراست سے کام لو گے تو اس میں تمہارا ہی مفاد ہے" رضی نے اسے خاموش پا کر کہا۔

"اچھا تو اس پچاس ہزار روپے کو آپ کس طرح تقسیم کریں گے؟" آخر عرفان نے دریافت کیا۔

"تم بتاؤ۔ ذرا عقل پر زور ڈال کر سوچو" رضی نے مسکرا کر کہا۔

"ہمیں تو روپیہ چاہئے۔ سوچئے آپ" عرفان نے جواب دیا۔

"چار نفر ادھر ہیں اور چار ہم ظاہر ہے کہ دونوں فریق کو پچیس پچیس ہزار روپئے ملیں گے۔ اسی طرح دوسرا اثاثہ بھی نصف نصف تقسیم ہو گا" رضی نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ کل میں چلا جاؤں گا ان لوگوں کو بلانے" عرفان نے انسانیت کے جامہ میں آ کر کہا۔

باب ۵

غرض ندرت کی والدہ وغیرہ کو لانے کے لئے عرفان آمادہ ہوگیا مگر جب سے اس کے علم میں آیا تھا کہ اس کے گھر والوں کے حصہ میں پچیس ہزار روپیہ آنے والا ہے تو وہ بہت خوش تھا اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ زبانی جمع خرچ پر کم از کم پانچ چھ ہزار کا اُدھار سامان خرید لائے۔ مگر بازار میں زبانی ہُنڈی نہیں چلتی۔ خاص طور پر عرفان جیسے شخص کی جو تمام جگہ طاقت استعمال کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

مرزا مرحوم کے ترکہ میں دیکھا جائے تو پچاس ہزار روپے کم

اور کیا عجب ہے کہ اسمگلنگ بھی کرتا رہا ہو۔ آج کل کا تاجر کہتا ہے کہ جب تک ایک کے دس نہ ہوں تجارت میں مزا نہیں۔ روپے میں چونی کمانا تو مکھیاں مارنا ہے۔

شام کو بن سنور کر عرفان بازار میں نکل گیا۔ آج وہ دکانوں کی قیمتی اشیاء کو للچائی نظر سے نہیں بلکہ حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ سوچتا تھا کہ چند روز میں وہ ان سے بھی بڑھیا اشیاء خرید کر ڈال دے گا۔ اب میں رئیس ہوں۔

مگر پھر اسے اپنے علاوہ گھر کی تین جانوں کا خیال آتا۔ ابھی ماں زندہ ہے۔ بڑا بھائی حیات ہے اور یہ دونوں ہستیاں اُس کی زندگی میں ایک مقام رکھتی تھیں۔ ماں تو خیر اپنی زندگی کے کافی دن گذار چکی تھی مگر بڑا بھائی ابھی نو عمر تھا اور اپنے طور پر اچھا تھا۔ عرفان جیسے اپنے جسم میں خود کے دو بازوؤں کے علاوہ دو بازو اور محسوس کرنے لگا۔ یہ بازو رضی کے تھے۔ جو عرفان کے بازوؤں سے زیادہ قوی تھے۔

یہ بھائی کے بازو تھے!۔

پھر ماں۔ اگر خاکم بدہن خدا کی تخلیق ہوتی تو اس کا سب سے بڑا روپ ماں ہی ہوتی۔ اسے کچھ دو یا نہ دو۔ مگر اس کی بے لوث دعائیں لئے جاؤ۔ اسے پیار کرو یا نہ کرو لیکن وہ صدقے صدقے ہوئی جاتی ہے۔ اگر شیطان کی بھی کوئی ماں ہوتی تو وہ نہ تو راندہ ہوتا اور نہ مردودِ ازلی۔ نہیں عرفان اپنی ماں کو نہیں بھول سکتا تھا۔

غرض عرفان بازاروں کی سیر کرتا پھر رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی دوکان کے اندر اُسے تابچا کھڑی نظر آئی۔

دکان دار کوئی جوان آدمی تھا اور تاجنا سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اس وقت دکان کے اندر ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔

عرفان نے باہر سے یہ منظر دیکھا اور اُسے پہلے تو تاجنا پر سخت غصہ آیا اس کے بعد دکان دار کی حرکتوں سے اُس کا خون کھولنے لگا۔ مگر بازار کا معاملہ تھا عرفان نے ذرا سمجھ سے کام لیا۔ اور غصہ کو ضبط کرتا ہوا سڑک کے اس کنارے دور جا کھڑا ہوا تاکہ تاجنا کو باہر نکلتا ہوا دیکھ سکے۔

آخر چند منٹ بعد تاجنا ایک بنڈل لئے باہر نکلی اور سیدھی پٹڑی پر روانہ ہوئی۔ اس کے بعد عرفان ضبط سے کام لیتا ہوا دکان میں داخل ہوا۔

مگر عین اس وقت ایک دو گاہک اور دوکان کے اندر داخل ہوئے۔ عرفان ویسے ہی گھوم کر چیزوں کو دیکھنے لگا۔

"آپ کو کیا چاہیے مہربان؟" جب دوسرے گاہک چلے گئے تو دکان دار نے اس سے دریافت کیا۔

"کوئی ایسی چیز جس سے عشق کا بھوت اتر سکے۔" عرفان نے جواب دیا۔

پہلے تو دکان دار ذرا حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگا پھر ہنس کر بولا۔

"میرے ہاں تو اس کے برعکس ایسا سامان ہے جس کو استعمال کر کے لڑکے اور لڑکیاں محبت کی راہیں تلاش کرنے لگتی ہیں۔"

"ہاں وہ تو میں ابھی دیکھ چکا ہوں" عرفان نے کہا اور دکان کے اندر تک چلا گیا۔

"خیر مذاق ہو چکا۔ کیا چاہیئے آپ کو" دکان دار نے اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔

"کب سے چل رہا ہے تمہارا معاشقہ اس لڑکی سے" عرفان نے اس پر اکڑتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کس سے۔ کون سی لڑکی؟" دکان دار نے قدرے متوحش ہو کر کہا۔

"وہ جو ابھی ابھی تمہاری دکان سے نکل کر گئی ہے" عرفان بولا۔

"یہاں تو رات دن مرد و عورت وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کو کچھ خریدنا نہیں ہے تو اپنا راستہ لیجیے۔" دکان دار نے تلخی سے کہا۔

"دیکھو میں ملائمت سے کام لینے کا بہت کم عادی ہوں اگر تم نے آئندہ اس لڑکی سے کچھ سروکار رکھا تو تمہاری جان تو نہیں لوں گا مگر تمہیں ہمیشہ کے لیے عشق لڑانے سے تائب کر دوں گا" عرفان نے کہا۔

"جا بے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیری کون ہے ——"

دکان دار ابھی اتنا کہنے پایا تھا کہ عرفان نے بڑھ کر زور سے اس کا گریبان پکڑ لیا۔ دکان دار نے اس کے گھونسہ مارنا چاہا کہ اس کے چہرے پر عرفان کا فولادی مکا پڑا۔ جس سے وہ تیورا کر گر گیا۔

دکان دار کچھ نیم بیہوش سا ہو گیا تھا اس کے منہ سے آواز تک نہیں نکلی۔ عرفان اپنا کام کر کے اس طرح اطمینان سے دکان سے نکل گیا جیسے کچھ نہ ہوا تھا۔

راستہ میں عرفان تاجنا کے کردار پر حیرت کرتا ہوا جا رہا تھا۔ کیا تاجنا نے خود کو اس قدر سستا کر لیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تاجنا ایسی لڑکی ہو سکتی تھی۔

کیا ندرت اور شان بھی ایسی لڑکیاں تھیں، ورنہ تاجنا کی حیثیت کیا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اس کی نگاہ میں آئی تھی! مگر ندرت کے رکھ رکھاؤ اور شان کی تمکنت کا تصور اس کے ذہن میں آیا اور وہ اپنے شبہ کی تردید کرنے لگا۔

پھر تاجنا نے یہ گراوٹ کہاں سے اٹھائی تھی۔ کس جگہ سے اس نے یہ رنگین مزاجی چرائی تھی۔ عرفان سوچ رہا تھا اگر وہ غور کرتا تو اس کا جواب اس کو یہ مل سکتا تھا کہ تاجنا نے رنگینی آشوب جوانی و شباب کے خزانے سے چرائی تھی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ندرت و شان جوان و پُرشباب نہ تھیں۔

بہر حال یہ خیالات بیکار انسان کے نہ تھے۔ مگر چونکہ تاجنا۔ عرفان کے باپ ہی کی اولاد تھی اس لئے غیرت میں اس وقت وہ آس پاس کی بلکہ اپنے اندر تک کی آلائشوں کو بھول گیا تھا۔

آخر گھنٹے آدھے گھنٹے تک جب میں اس نے کئی لڑکیوں کی طرف بہ نظرِ شوق دیکھا تھا، وہ ندرت کے مکان پر جا پہنچا۔ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ ندرت و شان مصروفِ نماز تھیں اور تاجنا ریڈیو پر گانے سن رہی تھی۔

باب ۶

’’آؤ عرفان تم بھی نماز پڑھ لو۔‘‘ شان نے نماز ختم کرنے کے بعد مسکرا کر عرفان سے کہا۔

’’میں دکھاوے کی نماز نہیں پڑھتا۔ اور یہ ندرت باجی تو وظیفہ گھونٹنے بیٹھ گئیں۔‘‘ عرفان بولا۔

’’نہ کسی کو سلام نہ دعا۔ منہ اٹھائے چلے آئے۔‘‘ ندرت کی والدہ نے داخل ہو کر عرفان سے کہا۔

’’آداب اماں جان۔ شان کو کیا سلام کرتا۔ اور ندرت باجی وظیفہ میں مصروف ہیں۔‘‘ عرفان نے کہا۔

’’میں تم سے بڑی ہوں۔ آداب کیا کرو مجھے بھی۔‘‘ شان نے کہا۔

’’بس رہنے دو۔ بڑے سو بڑے، چھوٹے سبحان اللہ۔‘‘ عرفان نے کنایتہً کہا اور تاجنا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی یہاں آ گئی تھی اور اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ اسے عرفان نے دکاندار سے ہنستے بولتے دیکھ لیا تھا۔

ندرت بھی اپنی عبادت ختم کر کے آ گئی۔ وہ عرفان کو زیادہ منہ نہیں لگاتی تھی ہاں البتہ رضی سے بہت گھل مل ہوئی تھی مگر عرفان اگر کسی کی ذرا عزت کرتا تھا تو وہ ندرت ہی تھی اسی لئے، اس سے عادتاً مانوس ہونے کی بے باک کوشش کیا کرتا تھا۔

’’رضی کو نہیں لیتے آئے۔‘‘ ندرت نے عرفان سے کہا۔

’’جیسے ہر وقت ہم ایک دوسرے کے بازو سے بندھے رہتے ہیں۔‘‘ عرفان نے کہا۔

’’مگر ایک دوسرے کی قوتِ بازو تو ہو۔‘‘ ندرت نے کہا۔

"میں تو اپنی قوت آپ ہی ہوں۔" عرفان نے کہا پھر بولا تاکہ ندرت کے کلمات کی داد کا حق ادا کر دے۔ وہ صرف ندرت ہی سے ذرا دب کر بات کر سکتا تھا۔

"مگر باجی نے بات بڑے مزے کی کہی تھی۔"

"آج ناوقت کیسے آ گئے آپ۔ آپ کو تو سیر و تفریح ہی سے فرصت نہیں۔"

تاجینا نے کہا۔

"ہاں مگر آج کی میری تفریح صرف دکانوں تک ہی محدود رہی اور ایک دکان پر جا کر ختم ہو گئی۔"

عرفان نے کہا۔

"کچھ خرید کر اٹھا لائے ہوں گے وہاں سے آپ"

تاجینا نے کہا۔

"نہیں بلکہ دو آدمیوں کی وہاں آج میں نے چوری پکڑی ہے۔" عرفان نے پھر کنایۃً کہا۔ مگر تاجینا کو کوئی شک ہوتا تو سمجھتی۔

"عرفان میاں تعلیم میں دل لگائے رکھو اور اس سے جو وقت بچے اسے قومی کاموں میں صرف کرو۔"

شان نے کہا۔

"آہا نصیحت"

عرفان نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تمہیں پند و نصیحت سے چڑ ہے؟" شان نے پوچھا۔

عرفان نے جواب نہیں دیا۔

"اماں جان میں اس لئے آیا تھا کہ آپ سب کل ہمارے ہاں آئیں امی نے بلایا ہے آپ کو۔"

عرفان نے اپنے آنے کی غرض بیان کرتے ہوئے کہا۔

"تقسیم نامہ وکیل تیار کر رہا ہے۔ تم لوگوں کو اور ہمیں پچیس پچیس ہزار روپیہ مل جائے گا۔ پھر کیوں تمہاری والدہ ہمیں بلا رہی ہیں۔ اب اور کیا چاہتی ہیں وہ۔ مکان پر قبضہ کر کے زمین ہماری گردن میں باندھ دی۔ جیت میں تو تم لوگ ہی ہو۔"

ندرت کی والدہ نے سوتیلی ماں کے جذبات سے کہا۔

"مکان ہم نے کچھ آپ سے چھینا نہیں ہے وہ تو ابا جان خود اپنی حیات ہی میں مکان و زمین کا تصفیہ کر چکے تھے۔"

عرفان نے اپنے سخت لہجے میں کہا۔

"اسی کو تو میں تمہارے ابا جان کی طرف داری کہتی ہوں"

ندرت کی ماں بولی۔

"اب جا کر ان کی قبر سے لڑیئے مجھ سے کیا کہتی ہیں؟"

عرفان نے کہا۔ وہ دبنا تو جانتا ہی نہ تھا۔

"عرفان کیا تمہیں اپنے والد اور ہماری والدہ کے لئے ایسے کلمات استعمال کرنے لازم ہیں"

ندرت بولی۔

عرفان خاموش ہو گیا۔

"اچھا کل آ رہی ہیں نا آپ ہمارے ہاں اماں جان" وقفہ کے بعد عرفان نے ندرت کی والدہ سے پوچھا۔

"چلے چلیں گے امی" ندرت اپنی والدہ کو مذبذب میں دیکھ کر بولی۔

"بڑی میں ہوں۔ عرفان کی والدہ کو میرے ہاں آنا چاہیئے۔ میں کیوں جاؤں؟" ندرت کی والدہ نے آخر کہا۔

پیغام ان تک پہنچا دوں گا،، عرفان نے کہا اور رخصت ہونا چاہا۔ کہ باہر پیروں کی چاپ ہوئی اور کمرے میں رفعت داخل ہوئی۔

رفعت کی عمر بائیس تئیس سال کی ہو گی وہ شان کی سہیلی تھی۔ رفعت کا ناک نقشہ کچھ اچھا نہ تھا۔ معمولی سی شکل وصورت پائی تھی مگر میک اپ اس قدر سلیقے سے کیا تھا کہ فلم ایکٹریس سی معلوم ہوتی تھی۔

آتے ہی سب سے پہلے اس کی نظر عرفان پر پڑی۔ عرفان نے بھی اسے دیکھا اور دونوں کے لبوں پہ خفیف سا تبسم سا پیدا ہو کر فوراً مٹ گیا۔

،، اوہو رفعت۔ آؤ اس وقت کیسے بھول پڑیں،، شان نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا

،، بھائی جان کے ساتھ ادھر سے گزر رہی تھی سوچا کہ تم سے بھی ملتی چلوں،، رفعت نے جواب دیا۔

اس کی آواز بہت سریلی تھی۔ بعض کم رو لڑکیوں کو اچھی آواز یا مستعلیق عادتوں کی بنا پر حسین لڑکیوں پر اس معاملہ میں فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔

،، بیٹھو چائے پیو گی؟،،

شان نے دریافت کیا۔

عرفان اتنی دیر سے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ مگر کسی نے اس سے … کے متعلق نہیں پوچھا تھا۔ قسمت ہے اپنی اپنی۔

،، … میں باورچی خانے میں جا رہی ہوں چائے بنا کر لاؤں گی،، … نے کہا اور چلی گئیں۔

باب ۲

بیٹھے بیٹھے رفعت اور عرفان کی نظریں ایک بار اور ملیں لیکن دونوں کی نگاہوں میں کسی تحیر یا تجسس کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ مگر کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ان میں باہمی شناسائی کی رمق پنہاں ہے تاجنا اب تک بغیر کسی خاص دلچسپی کے بیٹھی ہوئی تھی مگر رفعت کے آنے اور عرفان کی جانب اس کی دزدیدہ نگاہی وغیرہ سے تاجنا کے تلاطم پسند سینے میں ایک کھٹک سی پیدا ہو گئی۔ اور وہ وقتاً فوقتاً دونوں پر نگاہ رکھنے لگی۔

،، کیسا مزاج ہے ندرت باجی آپ کا؟،،

رفعت ندرت سے مخاطب ہوئی۔

،، کیا تم میری بیماری کی کوئی غلط خبر سن کر میری مزاج پرسی کو آئی ہو؟،،

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

،، نہیں میں نے تو ویسے ہی مزاج پرسی کر لی تھی آپ کی ۔۔،،

رفن نے کہا۔

"یہ ہمارے سوتیلے بھائی ہیں رفن۔ جنھیں تم کبھی کبھی دیکھنے لگتی ہو۔"

تاجنا نے اپنی ہنسی اڑائی۔

"یہ مجھ سے اور ندرت باجی سے چھوٹے ہیں" شان بھی بولا۔

"مگر یہ قد میں ہم سب سے بڑے ہیں۔" ندرت نے کہا۔

"اور عرفان کا بڑا بھائی تمھارے بھائی سے بھی زیادہ لمبا ہے رفن۔" شان نے کہا۔

"رفن کے بھائی بھی کچھ عجیب سے ہیں۔ انھیں بھی زراعت کے خواب آتے ہیں۔" تاجنا نے کہا۔

"اس میں کیا قباحت ہے تاجنا۔"

شان نے رفن کے بھائی کی حمایت میں کہا۔

"اسی طرح عرفان کے بڑے بھائی رضی کے دل میں بھی ملک کے اندر غلّہ کی پیداوار بڑھانے کی شدید لگن ہے اس نے بھی تخیل ہی میں باترتیب و زرخیز کھیتوں کا پلان تیار کرلیا ہے اسی طرح اس کا کسان تہذیب۔ محنت اور زرگی ماہر ہونے میں یورپ کے کسان سے بھی اعلیٰ ہے۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"آج کل ہر وطن دوست نوجوان کے دل میں کھیتی باڑی اور غلّہ کی پیداوار بڑھانے کا خیال حرکت کر رہا ہے کیونکہ اس کے والدین نے تو غلّہ کے بجائے اپنی تمام توجہ انسانی پیداوار کی افزائش پر صرف رکھی تھی مگر آج کا صالح نوجوان انسانی پیداوار کو اتنی دیر کے

پاس کھانے کو کافی اناج نہ ہو جائے اور اسے باہر سے نہ منگانا پڑے۔"

شان نے کہا۔

"دراصل افراد حکومت کا پرتو ہوا کرتے ہیں۔ سابقہ حکومت چوربازاری۔ ذخیرہ اندوزی۔ اسمگلنگ وغیرہ کی سرپرستی کرتی تھی۔ لہٰذا افراد کا کردار بھی ایسے ہی وطن سوز عوامل کا شکار ہو گیا تھا۔ چوربازاری اور اسمگلنگ اب بھی ہے مگر اب لوگ ان چیزوں کو برا سمجھنے کی حس پیدا کرتے جا رہے ہیں اور ان کے بجائے قوم و وطن کی بھلائی کے منصوبوں پر غور کرنے لگے ہیں۔"

ندرت نے کہا۔

"مجھے تو بھائی جان کے کھیتی باڑی کے خیالات پسند ہیں"

رفن بولی۔

"مجھے تو بہت پسند ہیں"

شان نے کہا۔

"ایسے افراد کے حوصلے بڑھانے چاہئیں بلکہ غلّہ کی افزائش کی سعی میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔"

ندرت نے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے عرفان بھائی۔ ارے آپ گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔"

تاجنا نے عرفان کو چپ پا کر کہا۔

رفن کو دیکھنے کے بعد سے تاجنا نے اسے کیوں چپ سی لگ گئی تھی۔

"کبھی رضی بھائی سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال کروں گا

اور ان صاحب کے بھائی سے بھی ملوں گا جنھیں تم رقن.. کہتی ہو۔"

عرفان نے کہا اور پھر دونوں کی نظریں مل گئیں۔

"عرفان میاں تم بھی رضی کی طرح کام کے آدمی بننے کی کوشش کرو۔" ندرت نے کہا۔

"آپ پھر نصیحت کرنے بیٹھ گئیں باجی۔ رہے بھائی صاحب تو وہ محض تخیل پرست انسان ہیں۔ اپنے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں نے ٹھان لی تو زمین سے لپٹ جاؤں گا اور اگر زراعت کی طرف میری طبیعت مائل نہ ہوئی تو کبھی اس کا نام بھی نہ لوں گا۔" عرفان نے کہا۔

ندرت کی اماں چائے لے آئیں۔ رقن کو دینے کے بعد ایک پیالی انھوں نے مرحمتاً عرفان کو بھی دی۔

"تاجنی بیٹی جا کر ہنڈیا بھون لو۔" ماں نے تاجنا سے کہا۔

"اس وقت میرا جی اٹھنے کو نہیں چاہ رہا ہے اماں۔ آپ ہی بھون لیجئے۔" تاجنا نے جواب دیا۔

چنانچہ گھر میں تین جوان بیٹیاں ہوتے ہوئے بھی ماں کو باورچی خانہ کا رخ کرنا پڑا۔

"اچھا شان اب میں چل دی۔ بھائی جان تو دیر میں واپس ہوں گے۔ کیا تم بھی چلو گی میرے ساتھ مکان تک۔" رقن نے کہا۔

"مگر واپس میں کیا یہ آپ کے مکان سے اپنے گھر تک پیدل آؤں گی۔

مسکراہٹ آگئی۔۔

"اچھا عرفان بھیا تم چلے چلو ہمارے ہمراہ رقن کو چھوڑ کر میں تمھارے ساتھ اپنے مکان پر واپسی میں آجاؤں گی۔" شان نے کہا۔

"میں بھی چلوں گی آپا میری بھی ذرا چہل قدمی ہو جائے گی۔" تاجنا نے کہا اور سب سے پہلے اٹھ کھڑی ہوئی۔

غرض ان چاروں نے رقن کے مکان کا رخ کیا۔

راستے میں شان، رقن اور تاجنا آگے آگے باتیں کرتی جا رہی تھیں اور پیچھے پیچھے عرفان چلا جا رہا تھا۔ راہ میں ان تینوں جوان لڑکیوں کو زندہ دلانِ قوم نے خوب خوب اپنی نگاہوں سے نوازا۔ مگر ان کے ہمراہ ایک جائز قسم کے مرد محافظ کو دیکھ کر صرف دل مسوس مسوس کر رہ گئے۔

لڑکیوں کو جہاں تک بہ نگاہِ شوق یا بہ نظرِ ہوس دیکھنے کا سوال تھا۔ عرفان بھی تو اسی قوم کا ایک فرد تھا چنانچہ اپنے لئے وہ دو غیر مباح لڑکیوں کو چھوڑ کر تیسری کی مستانہ چال سے لطف لیتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

تقریباً بیس پچیس منٹ بعد رقن کا مکان آگیا۔

رقن کو مکان پہ چھوڑ کر واپس رخصت ہونے سے قبل تاجنا کو کچھ ایسا شبہ ہوا کہ جیسے عرفان نے نگاہ بچا کر رقن کا ہاتھ مس کیا ہو اور رقن نے بھی کسی ایسے دزدیدہ مس سے کام لیا ہو۔

باب ۳

آخر چند روز بعد رضی و عرفان کی والدہ ہی کو ندرت کی ماں کے ہاں آنا پڑا اور اس طرح ندرت کی والدہ نے آخر اپنے بڑے پن کی بات رکھ لی۔

اس اجتماع کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ قانوناً اور وصیت نامہ کی رو سے مرزا مرحوم کی دونوں بیویوں کے درمیان نصف نصف ترکہ تقسیم ہو گیا تھا۔

یہ دونوں بیویاں مجتمع ہونا نہیں چاہتی تھیں کیوں کہ ان کے درمیان سوتیا ڈاہ تھا۔ لیکن ان کی اولادیں آپس میں صلح رکھنا چاہتی تھیں۔ بالخصوص ندرت اور رضی تو اس میں پیش پیش تھے۔

ندرت رضی کو بہت چاہتی تھی۔ اسی طرح رضی بھی اس سے بنہایت محبت کرتا تھا۔

شان کچھ غیر جانب دار سی تھی مگر پھر بھی وہ دونوں گھرانے میں صلح و محبت رکھنے کی متمنی رہتی تھی۔

جس طرح ندرت نے اپنے سوتیلے بھائی رضی پر قبضہ کر لیا تھا اسی طرح شان بھی چاہتی تھی کہ اپنے دوسرے سوتیلے بھائی عرفان کو اپنے اثر میں لے لے۔ مگر عرفان بھی ایک ہی ٹیڑھی ہڈی۔ وہ کسی کے قابو میں آنے والا کب تھا۔ بس وہ بہنوں سے بھی دور کی صاحب سلامت رکھنا چاہتا تھا۔

اگر عرفان کسی کا اثر قبول کر سکتا تھا تو وہ ندرت ہی تھی۔ اس طرح ندرت کو دو بھائی مل گئے تھے۔ ان میں سے ایک غم گسار تھا اور دوسرا گاہے باگاہے وفا شعار تھا۔

رہی تاجنا تو وہ اکثر و بیشتر اپنی والدہ کی ہی طرف دار رہتی تھی ورنہ ویسے اپنی مرضی کی مالک تھی۔ اور نسرین کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔ وہ تمام خانگی معاملات سے علیحدہ تھی اور ہر ایک کے کام آنا اور ہر ایک کی خدمت کرنا چاہتی تھی۔

"نسرین تم اپنے حصے کے روپیہ کا کیا کرو گی؟"

تاجنا نے چپکے سے نسرین سے دریافت کیا۔

"جو آپ کہیں گی یا آپ بتائیں گی" نسرین نے جواب دیا

تاجنا ہنسنے لگی۔

ندرت اور رضی کی والدہ یعنی یہ دونوں سوکنیں علیحدہ علیحدہ بیٹھی ہوئی تھیں اور صرف کبھی کبھار بات چیت کر لیتی تھیں۔ مگر ان۔

"رضی میں چاہتی تھی کہ ہماری زمینوں کو تم سنبھالو۔"
ندرت نے رضی سے کہا۔
"اور میں چاہتا تھا تم سب کو سنبھالوں"
رضی نے کہا۔
"لیکن تم نے تو مشورہ دیا تھا کہ میں تعلیم کے لئے باہر چلی جاؤں"
ندرت نے کہا۔
"ضرور جائیے اور اگر نہیں گئیں تو میں آپ کو زبردستی بھیجوں گا۔ اچھا میرا وعدہ برقرار ہے"
رضی نے کہا۔
ندرت مسکرانے لگی۔
رضی نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ ندرت کی روپے سے مدد کرے گا۔
"ہماری زمینوں کو عرفان بھائی سنبھال لیں گے۔"
تاجینا نے کہا۔
"تم خود کیوں نہیں سنبھالتیں۔ نہ لکھنے کی نہ پڑھنے کی"
عرفان نے اس سے کہا۔
"کوئی نہ سنبھالے۔ ناظر بھائی سنبھال لیں گے"
شان نے کہا۔
"یہ ناظر تم نے کون سا بھائی پیدا کر لیا شان بیٹی" رضی کی والدہ پہلی بار بولیں۔
"میری سہیلی رفتن کا بڑا بھائی ہے اس نے اسی سال زرعی کالج پاس کیا ہے"
شان نے کہا۔
"اچھا وہ ناظر۔ سُنا ہے کہ اچھا آدمی ہے۔ میری اس سے صرف معمولی سی ملاقات ہے"
رضی نے کہا۔
ناظر کی تعریف سُن کر شان دل میں خوش ہوئی۔
"پھر کیوں ہمارے کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔"
ندرت کی والدہ نے کہا۔
شان نے چاہا کہ اپنی ماں کی تردید کرے مگر ناظر کی وہ علانیہ وکالت نہیں کر سکتی تھی۔
"آخر اس منحوس زمین کو بیچ کیوں نہ ڈالا جائے۔"
تاجینا بولی۔
"نہیں تاجینا۔ جس زمین کو تم منحوس کہہ رہی ہو وہ تو خدا کی رحمت ہے اس کی عزت کرو۔ ملک کی زمین سونا اگلنے کو تیار ہے بشرطیکہ اس پر پسینہ بہایا جائے۔"
رضی نے کہا۔
"آپ کی باتیں اور زرعی جدید رجحانات کی مبارک تحریک کو دیکھ کر رضی بھائی میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اس میدان میں کود پڑوں"
شان نے کہا۔
"لیکن کس طرح شان؟"
رضی نے دریافت کیا۔
"ظاہر ہے کہ میں خود نہ تو کھیتی باڑی کر سکتی ہوں اور نہ ہل چلا سکتی لیکن اتنا کر سکتی ہوں کہ وطن کے نوجوانوں کو کساؤں کہ بے فیض پیشے اور لذتیں اختیار کرنے کے بجائے وہ وطن کے کسان بنیں۔ جلسوں میں

جاؤں ۔ تقریریں کروں ۔ مضامین لکھوں ۔ غرض ملک میں ایک عام ہلچل سی مچا دوں اور جس طرح فوجی بھرتی کی جاتی ہے میں زرعی بھرتی کے لئے وطن میں ایک عام آگ بھڑکا دوں "

شان نے کہا۔

" شان بہن تمھارے مبارک جذبات کی میں داد دیتا ہوں ۔ مجھے توقع ہے کہ تم نے اگر تن من سے یہ تحریک چلائی تو اور بھی بے شمار تمھاری بہنیں تمھارے ساتھ ہو جائیں گی "

رضی نے کہا۔

" اور شاید شان کا چھوٹا بھائی بھی اس کے ساتھ ہو جائے "

عرفان صاحب بھی بولے ۔

" مگر بھائی جان آپ عورت کب ہیں ۔ منجھلی باجی تو سب عورتوں کو اپنے ساتھ لیں گی ۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو جاؤں گی "

بی نسرین نے پہلی بار کہا ۔ سب ہنسنے لگے ۔

" تم تو میرے ساتھ رہنا ۔ سکھنے دو ان سب کو "

تاجنا نے کہا۔

اگر شان نے یہ تحریک چلائی اور ان کے ساتھ اور مخلص عورتیں بھی ہو گئیں تو مجھے امید ہے کہ ملک کا ایک بڑا ہوشمند طبقہ زمینیں سنبھالنے کے لئے بیدار ہو جائے گا ۔ بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ اگر سرکاری دفاتر میں تخفیف ہوئی تو معطل شدہ اشخاص کے سپرد تھوڑی تھوڑی زمینیں کر کے ان کو زراعت پر لگا دیا جائے اور حکومت اسباب میں روپے پیسے سے مدد کرے ۔ اسی طرح کالج سے نکلے ہوئے بیکار افراد اور وہ لوگ جو روزگار کی تلاش میں مارے

کیا گیا تو پھر دیکھنا کہ ملک اناج کی منڈی بنتا ہے یا نہیں "

ندرت نے کہا۔

" ہاں ٹھیک ہے مگر ندرت آپا اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد کیا تم کچھ نہیں کرو گی ؟ "

رضی نے دریافت کیا۔

" اگر خدا نے تعلیم کے متعلق میرے مقاصد دلی پورے کر دیے اور میں بارے چھوٹی اور گھریلو مصنوعات کے کام سیکھ کر آ گئی تو انشاء اللہ گاؤں گاؤں پھر کر عورتوں کو گھریلو مصنوعات سکھاؤں گی "

ندرت نے کہا۔

" اچھا اب ختم کرو ۔ تم سب تبلیغ چلی ہو "

ندرت کی والدہ نے کہا۔

" دیکھنا یہ ہے کہ تاجنا کیا کرتی ہیں ؟ "

رضی نے مسکرا کر کہا۔

" یہ تو اپنی عمر مرگشت ہی میں گذار دیں گی "

عرفان بولا۔

" عرفان بھائی مجھ سے اس طرح بات نہ کیا کیجئے "

تاجنا نے چڑ کر کہا۔

" تمھیں تو میں بتاؤں گا ــــ "

" کیا بتائیں گے آپ ؟ " تاجنا نے درمیان میں چیخ کر کہا۔

قریب تھا کہ دونوں کی تو تو میں میں بڑھ جاتی ۔ ندرت و رضی

باب ۹

سب نے رات کا کھانا آج ندرت کی والدہ ہی کے ہاں کھایا۔ دونوں سوکنیں کھانے کی میز پر بھی علیحدہ علیحدہ ہی رہیں ندرت کی والدہ پر چونکہ میزبانی کا فرض عائد تھا۔ اس لیے انھیں رضی کی ماں کی تواضع کرنا پڑ رہی تھی۔ مگر رضی۔ عرفان۔ اور نسرین وغیرہ اپنی سوتیلی ماں کے دسترخوان پہ بے تکلف کھانا اُڑا رہے تھے۔

عرفان کی والدہ دل کی بری نہ تھی۔ بہ باطن ندرت کی ماں بھی نہ تھی۔ مگر اس کے اندر سوتیاپن زیادہ تھا۔ پھر چونکہ بڑی بیوی تھی اس لیے رضی کی والدہ سے ملنے اس کے مکان پر نہیں جاتی تھی

ندرت۔ رضی اور شان صوفوں پہ لد کر پھر وہی زراعت ناچ اور جدید آلاتِ کشت ورزی پر بحث کرنے لگے۔ اب ندرت کی والدہ کو بھی ازراہ مہمان نوازی رضی کی ماں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنا پڑیں۔

"آؤ نسرین ہم تم دوسرے کمرے میں چل کر تصویروں کے رسالے دیکھیں"

تاجنا نے اس غیر دلچسپ ماحول و گفتگو سے اکتا کر نسرین سے کہا۔

"میں تو بیٹھ کر ندرت باجی کی باتیں سنوں گی تاجنا آپا"

نسرین نے اس کی تجویز مسترد کرتے ہوئے کہا۔

"پگلی ہو تم۔ ان باتوں میں تمھیں کیا مزا آ سکتا ہے؟"

تاجنا نے اس سے کہا۔

"اگر تم اکتا گئی ہو تو اپنے کمرے میں چلی جاؤ نسرین کو زبردستی کیوں گھسیٹتی ہو؟"

شان نے تاجنا سے کہا۔ چنانچہ وہ دندناتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"اب تم کہاں چلے؟" تاجنا کے جاتے ہی عرفان بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ چنانچہ اسے اس کی والدہ نے ٹوکا۔

"ذرا تاجنا کے کمرے کی سیر کر آؤں"

عرفان نے جواب دیا۔

حالانکہ ابھی ابھی تاجنا اور وہ لڑ پڑے تھے مگر پھر بھی عرفان تاجنا کے کمرے میں جانے کی جرأت کر رہا تھا۔

رضی ندرت و شان وغیرہ چونکہ باتوں میں محو تھے۔ اس لیے ان کے دل میں یہ اندیشہ وارد نہ ہو سکا کہ تاجنا اور عرفان یکجا ہونے کے بعد پھر کہیں نہ لڑنے لگیں۔

"اب یہاں کیسے چلے آئے آپ؟"

تاجنا نے عرفان کو دیکھ کر کہا۔

"ویسے ہی چلا آیا۔ سوچا کہ تم سے کچھ باتیں ہو جائیں" عرفان نے جواب دیا اور اس کے چہرے پر پُر شرارت مسکراہٹ آ گئی۔

"عرفان بھائی آخر آپ میرے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہیں؟"
تاجنا نے کہا۔
"میں ایسے لوگوں کے پیچھے ضرور پڑتا ہوں جو دوسروں کے پیچھے پھرتے ہیں۔"
عرفان بولا۔
"تو پھر جا کر ان کی خبر لیجیے نا۔ آپ تو خدائی فوجدار ہیں۔"
تاجنا نے تلخی سے کہا۔
"خبر لینے ہی آیا ہوں۔"
عرفان نے سخت لہجے میں کہا۔
تاجنا نے اس کی بکواس کا جواب نہیں دیا۔ رسالہ الٹ پلٹ کرنے لگی۔
"سنو تاجنا۔ میں تمہارا بھائی ہوں سوتیلا سہی مگر یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ تم کوئی غلط قدم اٹھاؤ۔"
عرفان نے اس کے ہاتھ سے رسالہ چھین کر کہا۔
"یہ کیا حرکت ہے عرفان بھائی۔ کیا غلط قدم اٹھایا ہے میں نے؟"
تاجنا نے غصہ سے کہا۔
"بتاؤں۔ میں تو سمجھا تھا کہ میرے کنایات سے تم نے تاڑ لیا ہو گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔" عرفان نے کہا۔
"کیا سمجھ جاتی۔"
تاجنا نے کہا اور اب اس کا کچھ ماتھا ٹھنکا۔
"یہ کہ میں نے تمہارے اس دکان دار کی ایسی مرمت کی ہے کہ اب وہ تم سے ہنسی مذاق نہیں کر سکے گا۔ اب اگر تم پھر بھی اس کی دکان پر کبھی گئیں تو تمہیں بھی درست کر دوں گا۔"

عرفان نے کہا اس کے لہجے میں غصہ نہ تھا۔
اب تاجنا سٹپٹا اٹھی۔ اس کا چہرہ معاً سفید پڑ گیا۔ ارے عرفان نے کب اور کیسے اس کو دکان دار سے باتیں کرتے دیکھ لیا تھا۔ حیرت میں مبتلا ہو کر تاجنا سوچ رہی تھی۔
"میرا ارادہ اسے پیٹنے کا نہ تھا صرف سختی سے فہمائش کر کے چلا آنا چاہتا تھا مگر جب اس نے تمہیں اپنی آشنا کہا تو میرا خون کھولنے لگا اور میں نے اس کا منہ توڑ کر رکھ دیا۔"
عرفان نے پھر کہنا شروع کیا۔ تاجنا خاموشی سے سن رہی تھی مگر اس کے چہرے سے غصہ نمایاں تھا اور کچھ شرم بھی۔
"آئندہ کبھی اس کی دکان کا رخ نہ کرنا اور نہ اس دکان دار کا دوسرا بدل تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ کہے دیتا ہوں میں۔"
عرفان نے پھر فہمائش کرتے ہوئے کہا۔
اس بار بھی تاجنا کچھ نہ بولی۔
"میں بے حیا قسم کی لڑکیوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔"
عرفان پھر بولا۔
اس دفعہ تاجنا چیخ اٹھی۔
"اور بے حیا مردوں کو"
اس نے پوچھا۔
"ہاں بے حیا مردوں کو بھی"
عرفان نے جواب دیا۔
"پھر اپنے متعلق کیا خیال ہے؟" تاجنا نے کہا۔
"کیا بکتی ہو؟"
عرفان غصہ سے بولا۔

"یہی کہ شیشے کے مکان میں رہنے والوں کو دوسروں کی طرف پتھر نہیں پھینکنا چاہئیں"۔ تاجنا نے کہا۔

"کیا تمہاری بکواس کا یہ مقصد سمجھوں کہ تم انتقاماً مجھ پہ کوئی الزام عائد کرنا چاہتی ہو"

عرفان نے سختی سے کہا۔

"جی نہیں بلکہ ایک چشم دید حقیقت"

تاجنا نے کہا۔

"بکتی ہو"

عرفان نے کہا اور اس کے لہجہ کی حرارت مدھم ہونے لگی۔ نا معلوم کیوں؟

"دیکھئے عرفان بھائی آپ ناحق میری زبان کھلوا رہے ہیں"

تاجنا نے کہا۔

"بیہودہ زبان کو میں گدی کے پیچھے سے نکال لیا کرتا ہوں"

عرفان نے غصہ سے کہا پھر بولا:

"اگر میں نے آئندہ کبھی تمھیں اس دکان دار یا کسی دوسرے شخص سے اس طرح باتیں کرتے دیکھا تو یاد رکھنا تاجنا تمہاری خیر نہیں"

"آپ اس طرح کیوں دھمکی دیئے جا رہے ہیں مجھے"

تاجنا نے جز بز ہوتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ ابا جان کے بعد میں اور بھائی صاحب ہی تم لوگوں کے نگراں ہیں"۔

عرفان نے جواب دیا

"اور آپ کا نگراں کون ہے؟"

تاجنا بحث کرنے لگی۔

عرفان نے کہا۔

"تو ان کے علم میں یہ حقیقت لانا چاہئے کہ آپ کے مراسم رتن سے ہیں"

تاجنا بولی۔ اور اس کے چہرے پر فتحمندی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے الفاظ سے پہلے تو عرفان کچھ ٹھٹکا پھر تیزی سے بولا۔

"بکتی ہو تم۔۔ اپنے بڑے بھائی پر تہمت لگاتے تمھیں شرم نہیں آتی"

"لیکن آنکھوں دیکھی بات جھٹلائی نہیں جا سکتی۔"

تاجنا نے کہا۔

عرفان جھنجھلا کر رہ گیا۔

پانا

جس چیز پر ہدایت کرنے والے کا خود عمل نہ ہو اس کی تلقین کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اگر عرفان کے سینے دل کا نامۂ اعمال صاف ہوتا تو تاجنا کی مجال نہ تھی کہ ایسی بے راہ روی پر عرفان کی تنبیہ سن کر دم مارتی۔ مگر وہاں تو دونوں طرف تخریب تھا۔

کتنا بڑا کردار تھا کائنات کے خواجہ کا۔ وہ مجموعۂ محاسن و اخلاق ہمیشہ امر بالمعروف کی تلقین فرماتا تھا کیونکہ اس کی پوری ذاتِ حسنہ ان کی عامل تھی اور جن نواہی سے روکتا تھا وہ کبھی اس کی حیاتِ اقدس کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔

اس بڑھیا کا بیٹا اگر شہد زیادہ کھاتا تھا تو یہ کوئی برائی نہ تھی مگر محسنِ اخلاق نے اس شکایت کو شاید اس وجہ سے معقول سمجھا ہو گا کہ بڑھیا اور اس کے بیٹے پر شہد کے زیادہ استعمال سے اقتصادی پریشانی طاری ہو جانے کا خطرہ تھا۔

لیکن شہد خود جناب کو مرغوب تھا لہٰذا تلقین کو سچا بنانے کے لئے پہلے خود نے شہد کا استعمال ترک فرمایا۔ اس کے بعد لبہائے اعجاز بخش سے جو ہدایت نکلی ہو گی وہ براہ راست دل و روح میں پیوست ہوتی چلی گئی ہو گی۔

اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بڑھیا دشمنوں کی سازش کی آلۂ کار ہو کر بارگاہِ رسالت میں نہیں آئی تھی۔ دشمنوں کو معلوم تھا کہ ہادیٔ برحق کو شہد مرغوب ہے چنانچہ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جس شے کے استعمال پر خود حضور کا عمل تھا۔ اس کے خلاف کس طرح تلقین کرتے ہیں۔ آخر مگر انہوں نے یہ اعجاز بھی دیکھ لیا۔

[illegible] سے ہر شخص شب و روز عادتاً۔ عمداً۔ مصلحتاً دوسروں کو اچھی اچھی باتیں بتانے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ ان باتوں کا اس کے خود کے کردار میں شائبہ تک نہیں ہوتا۔

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں
بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

عرفان کی تاجنا پر تمام تنبیہ۔ فہمائش اور پند و نصیحت بیکار رہیں۔ کیونکہ وہ تو خود تاجنا کی ہی لائن کا آدمی نکلا۔

اس فیملی اجتماع پر کئی ماہ گذر گئے۔ دونوں فیملیوں کے حصے میں نصف نصف ترکہ کا نقد روپیہ بھی آیا تھا۔ اس لئے برے دھندے مالی پریشانیوں سے نجات مل گئی تھی۔

مگر دولت کی پہلی ترغیب عیش ہے اور اس میں مہاجن اور یہودی تک ملوث ہیں۔

اس دکان دار کو پیٹنے کے بعد عرفان بارہا اس کی دکان کے سامنے سے نکلا اور کبھی دور سے بھی دیکھتا رہا کہ آیا اب تو تاجنا وہاں نہیں آتی مگر وہ نظر نہ آئی۔

اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ عرفان کی تنبیہ تاجنا پر کارگر ہوئی تھی۔

ایک روز رضی بس اسٹینڈ پر کھڑا ہوا کہیں دور جانے کی سوچ رہا تھا مگر اس کے ہاتھ کوئی بس نہ لگ سکی۔ آخر بار کر واپس ندرت کے پاس آ گیا۔

"لو بھئی ندرت باجی یہ اپنے کپڑے سنبھالو"

اس نے کپڑے کا بنڈل ندرت کو دیتے ہوئے کہا۔

"ارے اتنے جلد ہو آئے عرش کالونی"

ندرت نے حیرت سے پوچھا۔
رضی ہنسنے لگا۔
"عرش پر پہنچنا آسان ہے مگر تمہاری اس عرش کالونی تک پہنچنا اس وقت تقریباً ناممکن ہے۔"
رضی نے جواب دیا۔
"ہوا کیا آخر؟ کیا نگار مکان پر نہیں تھی؟"
ندرت نے دریافت کیا۔
"ابھی آپ کی نگار صاحبہ کے در تک رسائی کس کی ہوئی ہے۔ بس والوں کو ضد ہے کہ بس مجھ ہی کو نہیں پہنچائیں گے۔"
رضی نے مسکرا کر کہا۔
"توبہ۔ اب سمجھی۔ بس میں جگہ نہیں ملی تھی۔"
ندرت نے کہا پھر مسکرا کر بولی۔
"مگر یہ تمہارا اتنا لمبا چوڑا ڈیل ڈول بھی کام نہیں آیا۔ تم چاہتے تو کسی بس میں عام قاعدوں کے مطابق دھکا پیل کر کے گھس سکتے تھے۔"
"ایسی ہی چیزوں میں تو یہ میرا قد و قامت مانع ہو جاتا ہے اگر چھوٹا سا آدمی ہوتا تو لوگوں کی ٹانگوں میں سے کسی بس کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔"
رضی نے کہا۔
"پیسے ہاتھ لگتے ہی کنجوس ہو گئے نہ۔ کیا ٹیکسی یا رکشا میں نہیں لد سکتے تھے؟"
ندرت نے کہا۔
"میں نے سوچا کہ یہ پیسے بچیں گے تو آپ کی تعلیم و جہیز ہی کے

کام آئیں گے۔"
رضی نے ہنس کر کہا۔
"بہت جلد گدھے پن پر آجاتے ہو۔"
ندرت نے کہا اور جہیز کا نام سن کر اس کے حسین چہرے کے نقش و نگار پر ایک خفیف سی حیا طاری ہو گئی۔
"اچھا اب پھر جاؤ۔ میں نہیں جانتی۔ واہ یہ کوئی بات ہے میں نے ماما نار سے نگار کے کپڑے تیار کئے ہیں۔ وہ بیچاری ان کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوگی۔ اُسے کل قریب ...یں جانا ہے۔"
ندرت نے کہا۔
"اگر اس بیچاری کو کپڑوں کی ایسی اشد ضرورت تھی تو پوشاک لینے خود کیوں نہ آگئی۔"
رضی نے کہا۔
"اب جاتے ہو یا نہیں۔ خیر رہنے دو۔ میں خود جا کر دے دوں گی۔"
ندرت نے بھائی کو اپنی مصنوعی خفگی سے مرعوب کرتے ہوئے کہا۔
رضی پھر ہنسا۔
"اچھا لائیے لائیے۔"
رضی نے واپس بنڈل لیتے ہوئے کہا۔
"اس وقت پانچ بجے ہیں۔ شام کو چھ بجے تک یہ کپڑے نگار کے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔"
ندرت نے کہا۔

"انشاء اللہ۔ بشرطیکہ میں راہ میں یا در نگار پر کسی حادثہ کا شکار نہ ہو گیا۔"

رضی نے کہا۔

ندرت مسکرانے لگی۔

"اچھا دیکھو۔ نگار سے یہ بھی کہہ دینا کہ وہ پرسوں مجھ سے مل جائے۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ کپڑے اس پر کیسے لگتے ہیں۔۔"

ندرت نے کہا۔

"اور اگر وہ پرسوں بھی کپڑے پہن کے آ گئیں!"

رضی نے سوال کیا۔

"تم اس سے کہہ دینا کہ ندرت کی یہ ہدایت ہے"

ندرت نے کہا۔

"اب یہ معاملہ تو ذرا ٹیڑھا ہو گیا ندرت باجی۔ اگر یہ آپ کی نگار صاحبہ چشم بد دور دیکھنے کے قابل نکلیں تو اس ہدایت کو سن کر انہیں دل میں یہ بدگمانی ہو گی کہ میں ان کی چھبن دیکھنا چاہتا ہوں"

رضی نے کہا۔

ندرت خوب ہنسی۔

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اپنا حلیہ ذرا ٹھیک ٹھاک کر کے جاؤ۔"

ندرت نے کہا۔

"یہ ایک ہی رہی۔"

رضی نے کہا اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوا۔

باب ۱۱

اس دفعہ رضی نے بس اسٹاپ کا رخ نہیں کیا۔ ایک دفعہ وہاں وقت ضائع کر چکا تھا بار دیگر کوشش کرنا بے سود تھا چنانچہ ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچا مگر وہاں کسی ٹیکسی کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ عام رکشائیں تک نظر نہیں آ رہی تھیں۔

اس نے تقریباً پندرہ منٹ تک ٹیکسی پکڑنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ کئی ٹیکسیوں کی طرف متعدد بار ہاتھ ہلائے چیخا بھی مگر یہ معلوم ہوتا تھا گویا تمام ٹیکسی ڈرائیور اسے نہ بٹھانے کا عہد کر چکے تھے۔

ساڑھے پانچ بج رہے تھے رضی مایوس ہوتا جا رہا تھا کہ آج باجی کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے گا۔ وہ ٹیکسی کا ڈبل کرایہ تک ادا کرنے کو تیار تھا۔ اس کے سامنے سے چند خالی ٹیکسی بھی گذریں جن کو اس نے آواز دے کر اور شور مچا کر روکنا چاہا مگر ڈرائیور گردن ہلاتے ہوئے گذر جاتے تھے۔

یہ ظالم آج مجھے عرش کالونی تک نہیں پہنچائیں گے۔ جب شہر میں صبح و شام ایک ہی طرف ٹریفک کا بہاؤ ہوتا ہے اس میں سواری کا ہاتھ آنا تقریباً ناممکن ہے۔

اب کیا کرنا چاہئے۔ رضی سوچنے لگا۔

درازبستی میں اپنی کوئی سہیلی پیدا ہی کیوں کی کہ وہ میری [illegible]
بن کر رہ گئی۔

رضی دل میں کہہ رہا تھا۔

آخر ہار کر اس نے پھر بس اسٹاپ کا رخ کیا۔ نئی حکومت کے دور میں ٹریفک کی باقاعدگی پیدا ہو گئی تھی اور لوگوں کو لمبی لمبی لائن بنا کر کھڑے ہونے کی عادت ڈالنی پڑی تھی جس کے وہ پچھلے بے راہ روی کی وجہ سے عادی نہ رہے تھے۔

اب اگر رضی لائن کی دم کے پاس کھڑا ہو کر بس کے لئے اپنی باری کا انتظار کرتا ہے تو اسے رات کے آٹھ تو یہیں بج جائیں گے اور گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں مرشن کالونی پہنچے گا۔ اگر بی نگار جلد سو جانے کی عادی ہیں تو دس بجے ان کے مکان پر پہنچ کر انھیں جگانے سے تو رہا۔ رضی سوچنے لگا۔

اس بار بھی وہ دوبارہ ٹریفک سے شکست کھا کر مدرت کے پاس واپس جا کر معذرت خواہ ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ سبز رنگ کی ایک بڑی کار اس کے قریب آ کر رکی۔ اور اس کے اندر سے کسی نے اسے آواز دی۔

"رضی۔ رضی"

رضی نے گردن موڑ کر دیکھا تو اقبال اس کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"خوب ملے یار اقبال اسے کہتے ہیں تائید غیبی"

رضی لپک کر اس کے قریب گیا اور مسرت سے بولا۔

"واقعی یہ تائید غیبی ہی ہے کہ تم مجھے مل گئے۔ میں تو تمہاری تلاش میں تمہارے مکان پر ہو کر آ رہا ہوں"

اقبال نے کہا۔

اتنے میں ٹریفک کے سپاہی نے سیٹی بجائی کیونکہ یہ ممنوعہ ایریا تھا۔

"بیٹھ جاؤ جلدی سے"

اقبال نے کار کا دروازہ کھول کر جلدی سے کہا۔

"ارے لیکن بات تو سنو"

رضی نے اندر ایک ٹانگ رکھتے ہوئے کہا۔

بھلے آدمی جلدی کرو کیا میرا چالان کراؤ گے۔

اقبال نے کہا۔

آخر رضی جلدی سے کار کے اندر چلا گیا۔

"تمہاری وجہ سے میرا بڑا وقت ضائع ہو گیا"

اقبال نے کار بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اقبال تم خواہ کہیں بھی جا رہے ہو مگر پارکنگ کی جگہ پر کار روک کر میری بات سن لو۔ میں سخت عجلت میں ہوں"

رضی نے کہا۔

"آگے رک کر سنوں گا۔ بات ایسی کیا ہے کہ یہاں بیٹھے بیٹھے نہیں کہہ سکتے"

اقبال نے کہا۔

"ہم اس وقت بالکل مخالف سمت جا رہے ہیں۔ پہلے تم مجھے مرشن کالونی تک لے چلو وہاں مجھے صرف دو تین منٹ کا کام ہے لیکن نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد میں رات تک کے لئے آزاد ہوں

"عرش کالونی! ناممکن ہے۔ ہم ایک نہایت اہم قومی میٹنگ میں جا رہے ہیں"

اقبال نے کہا۔

"ضرور لیکن میں پہلے عرش کالونی پہنچنا چاہتا ہوں۔ تم بالکل الٹی سمت اڑے چلے جا رہے ہو۔ ذرا کار روکیں کہ بات تو سن لو"

رضی نے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ ہم اس وقت عرش کالونی تو کسی قیمت پر نہیں جا سکتے۔ چاہے وہاں پہنچ کر تمھیں کسی پھانسی کے تختے پر ہی سے اتارنا کیوں نہ ہو"

آخر ایک جگہ اقبال نے کار روک کر کہا۔

"بات یہ ہے اقبال — ہرچند یہ بات تمھیں ہلکی سی نظر آئے گی مگر دو لڑکیوں کے لیے بہت اہم ہے۔"

اقبال خوب ہنسا اور رضی کی بات کاٹ کر بولا۔

"آہا ایک نہیں دو دو لڑکیاں۔ مگر تم تو اس لائن کے آدمی نہ تھے"

"اب بھی نہیں ہوں۔ ان لڑکیوں میں سے ایک تو میری اپنی ہمشیرہ ہے دوسری ان کی سہیلی ہے جس کے پاس آج ہی یہ کپڑے پہنچنے نہایت ضروری ہیں"

رضی نے کہا۔

"بڑے سعادت مند انسان ہو۔ اگر تم ایک اچھے بھائی ہو تو کسی [illegible]

پہنچے تو قومی کارکردگی کی تاریخ ہمیں اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرے گی"

اقبال نے سنجیدگی سے کہا۔

اب رضی کو بھی اپنا اصرار روکنا پڑا۔ قدرت ماشاءاللہ خود قومی درد رکھتی ہیں وہ میرے عذر کو قبول کر لیں گی۔ رضی نے دل میں کہا۔

"اچھا تو پھر ایسا کرنا کہ مجلس ختم ہو جانے کے بعد مجھے عرش کالونی لے چلنا۔"

آخر رضی بولا۔

"ہاں یہ شرط منظور ہے"

اقبال نے جواب دیا۔

اس کے بعد دونوں منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔

"کون آئے گا وہاں؟"

راہ میں رضی نے دریافت کیا

"اب یہ تم خود ہی دیکھ لینا"

اقبال نے کہا۔

"حاضرین جلسہ سے پیشگی کچھ تو تعارف کرا دو"

رضی نے اصرار سے کہا۔

"اس اجتماع کے محرک بے شک سب کے سب مخلص ہیں۔ جنھوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ چاہے کچھ ہی ہو مگر ملک کی افتادہ اور بیکار پڑی ہوئی زمین کو صاف کریں گے۔ اسے قاعدے میں لائیں گے۔ ہل چلائیں گے اور اس سے غلہ حاصل کر کے رہیں [illegible]

اقبال نے کہا۔

"ایسے جوشیلے اور مبارک خیال والے افراد کے خدمت گذاروں
میں میرا نام بھی لکھ لو اقبال۔"

رضی نے اشتیاق سے کہا۔

"تمہارے کہے بغیر ہی میں تمہارا نام لکھ چکا ہوں۔ اسی لیے تو
تمہیں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔"

اقبال نے کہا۔

"کتنے نوجوان جمع ہو جائیں گے؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"ابھی ہم نے دعوتِ عام کا خیال ترک کر دیا ہے۔ پہلے بیٹھ کر
ہمیں مکمل پلان تیار کرنا ہے اس کے علاوہ ایسے افراد سے بچنا بھی
ضروری ہوتا ہے جن کو ہمارے نصب العین سے کلیۃً اتفاق نہیں۔"

"کیا اس میں دولت مند طبقہ کے افراد بھی شریک ہوں گے؟
ان ہی کی مخالفت کا تمہیں ڈر ہوگا۔"

رضی نے کہا۔

"ہاں مگر ہمارے تمام خوش حال رفقا ہماری مخالفت کے
درپے نہیں چند ہی ایسے ہیں جنھیں محنت کے مقابلے میں عیش
زیادہ پیارا ہے۔"

اقبال نے کہا۔

"ان کی اس تبدیلیٔ ماہیت کی ذمہ دار نئی حکومت ہے اس
نے زمین کی عظمت کو اجاگر کر کے ملک کو دائمی قحط سے بچا لیا ہے۔"

رضی نے کہا۔

اقبال نے اس کی تائید کی۔

باب ۱۲

رضی کی وجہ سے اقبال کو پہلے ہی دیر ہو چکی تھی۔ مگر وہ
خوش تھا کہ آخر رضی ہاتھ لگ گیا۔ رضی کی ذات سے بہت کم
لوگوں کو مایوسی ہوتی تھی۔

"آپ کی نظر سے ایسے بہت سے افراد گذرے ہوں گے
بلکہ اب تو ہر فرد بشر ایسا ہی ہے، جو کسی کی رائے کا احترام
نہیں کرتے۔ جن کے مصالحت کو خوشی نہیں ہوتی اور جو تمام معاملات
میں سب سے پہلے اپنا مفاد پیش نظر رکھتے ہیں۔"

"ایسے لوگ اب عنقا ہیں جو ایثار سے کام لے کر ملک یا
اپنے ہم وطن کی خاطر کچھ کر گذریں۔ مگر اب وقت آ رہا ہے کہ
ایسے لوگ بھی پیدا ہونے لگیں گے کیونکہ دورِ ابتلا اور ذہنی نکبت
کا زمانہ اب ختم ہو گیا ہے اور قوم کی رگوں میں ایک تازہ لہو دوڑا
دیا گیا ہے۔"

rekhta

کی اگر صفائی نہ کی جائے تو اس کے اندر گرد و غبار جم جاتا ہے جیسا کہ پچھلے دور میں ہوتا رہا تھا۔

یہ اجتماع سہیل کے مکان پر ہوا تھا۔ سہیل کے پاس ایک بہت اچھا اور کافی بڑا مکان تھا۔ خدا نے اسے خوش حالی بھی بخشی تھی اور دل بھی وسیع عطا کیا تھا۔ مگر یہ استثنا تھا۔ ورنہ اب بھی قوم کے دولت مند لوگ خود غرض و بندۂ عیش ہی تھے۔

چونکہ دونوں دیر سے پہنچے تھے اس لئے ہال تقریباً بھر چکا تھا۔ اقبال و رضی نے چاہا کہ دبک کر چپکے سے پیچھے بیٹھ جائیں۔ مگر ان کے ہم خیال کے چند لوگوں کی نظر ان پر پڑ گئی اور وہ انھیں آگے گھسیٹ لائے۔ اقبال پھر چند منٹ بعد پیچھے آ بیٹھا کیونکہ اسے جلد جلد سگریٹ پینے کی عادت تھی۔

چالیس پینتالیس کے قریب نوجوان ہوں گے۔ ان میں ہر خیال کے افراد تھے۔ چند ایسے بھی لوگ تھے جو پہلے زمیندار تھے یا زمینداروں کے بیٹے تھے مگر اب جدید زرعی اصلاحات کے سلسلے میں ان سے زمینیں لے لی گئی تھیں اور مزارعین میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔

ایسے لوگ بظاہر ملٹری کے خوف سے سر تو نہیں اٹھا رہے تھے بلکہ انھوں نے اپنے منافقانہ رویہ سے یہ ظاہر کر رکھا تھا جیسے انقلاب کے اصلاحی پروگرام کے سانچے میں وہ خود کو ڈھال چکے تھے۔ لیکن اندرونِ سینہ اب بھی غبار بھرا ہوا تھا اور موقع لگنے پر اپنی کارروائیوں سے نہیں چوکتے تھے۔

مجمع کو صدارت کے لئے کوئی موزوں آدمی نہیں مل رہا تھا۔ آخر کسی نے حاضرینِ جلسہ میں سے صدارت کے لئے نظر کا نام

تجویز کیا۔ نظر صاحب بصیرت بھی نہ تھا اور نہ طبیعت کا سچا بلکہ اس کی طبیعت کے کئی رنگ تھے۔

رضی اس کے بجائے اقبال۔ بشیر یا رشید کا نام تجویز کرنا چاہتا تھا کہ دوسرے کسی آدمی نے نظر کی صدارت کی تائید کر دی۔ اس کا سہیل کو بھی افسوس ہوا مگر وہ صاحب خانہ تھا اس لئے خاموش ہو جانا پڑا۔

"اس ملک میں کلیکٹو فارمنگ (اجتماعی زراعت) کا طریقہ رائج ہونا چاہئے۔" مجمع میں سے افضل نامی ایک نوجوان نے کہا۔

"اجتماعی زراعت اُن ملکوں کے لئے ہے جن میں نجی جائداد و املاک ممنوع ہے اور جہاں ملک کی ہر چیز پر حکومت کا قبضہ ہے۔"

رضی بولا۔

"دیکھئے ہمیں فقط اپنے ملک کے زرعی نظام کا ساتھ دینا ہے لہٰذا ادھر اُدھر کی مثالیں نہ دی جائیں۔"

کسی نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے مگر اظہارِ خیال میں کیا حرج ہے؟"

کرسیٔ صدارت سے آواز آئی۔

"اوّل تو ہم جستہ جستہ خیال آرائی کے لئے جمع نہیں ہوئے ہیں دوم ہمیں گفتگو کے لئے چند موضوعات مقرر کر لینے چاہئیں۔"

اقبال نے کھڑے ہو کر تعجب سے کہا۔

نہیں دیا تھا۔ بس کبھی چشم شوق سے اس کے احترام میں لگ جاتا تھا۔

ناظر کی یہی باتیں شان کو پسند آئی تھیں اور دل میں وہ بھی اس کی وقعت کرنے لگی تھی۔

بہرحال آج کی محفل میں ناظر اور شان کے سوتیلے بڑے بھائی رضی کی ملاقات ہو گئی۔ ایک ہی ملاقات میں دونوں کے دل مل گئے تھے۔ کیونکہ دونوں یکساں اچھی طبیعت کے انسان نکلے تھے۔

خیر تو پلیٹ فارم پر آ کر ناظر نے اجتماع کے مقصد اور زرعی مسائل پر روشنی ڈالنا شروع کیا۔ یہ دراصل اس مجمع میں جتنے مخلص نوجوان موجود تھے۔ ان سب کی ترجمانی تھی۔

اس نے کہنا شروع کیا۔

- میری گفتگو لایعنی تمہید سے خالی ہو گی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آخر ہم کب تک غلّہ کے باب میں دوسروں کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔

ہمارے ملک میں لاکھوں ایکڑ قابل کاشت زمین پہلے جھوٹے بڑے زمیندار قابض تھے جس کی وجہ سے عوامی خوشحالی کے دروازے بند ہو گئے تھے۔ زمیندار خود مزے اڑاتے تھے مگر دہقان فاقوں میں مبتلا تھا۔ اسی سبب سے وہ بیگار کی طرح زمین جوتتا تھا۔ دل سے کھیت میں کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز غلّہ کی پیداوار گرنے لگی چنانچہ ہر سال ہمیں باہر سے کروڑوں روپے کا غلّہ خریدنا پڑتا ہے اور

رضی نے کہا۔

صدر نے رضی کو روک دیا۔

آخر چند منٹ بعد صدر سے اجازت لے کر ناظر پلیٹ فارم پر آیا۔

رقن کے بھائی کا نام ناظر تھا۔ رقن کا پہلے ذکر آ چکا ہے کہ وہ شان کی سہیلی تھی۔۔ اگرچہ اس نے شکل و صورت کچھ یوں ہی سی پائی تھی مگر خود کو بہت حسین سمجھتی تھی۔

رقن پر کچھ عرصہ سے عرفان مائل تھا۔ اسے نامعلوم رقن کی کون سی ادا بھا گئی تھی کہ وہ اس کا کلمہ پڑھنے لگا تھا ورنہ عرفان جیسا اکھڑ نوجوان رقن کو خاطر میں لانے والا نہ تھا۔

رقن اور شان چونکہ اسی طرح باہم سہیلیاں تھیں جس طرح ندرت دلدار تھیں اس لئے شان اور رقن اکثر ایک دوسرے کے ہاں آتی جاتی رہتی تھیں۔ ان کے اسی آمد و رفت کے سلسلہ میں عرفان نے رقن کو دیکھ لیا تھا اور وہ صرف اسی کی خاطر گاہ بگاہ اپنی سوتیلی ماں کے مکان پر آتا جاتا رہتا تھا۔ ورنہ وہ کسی سے ملنے جلنے یا میل ملاپ بڑھانے کا روادار نہ تھا۔

اسی طرح شان بھی رقن کے ہاں آتی جاتی رہتی تھی اور اسے بھی رقن کے بھائی ناظر نے اپنے ہاں دیکھ لیا تھا۔ مگر ناظر شکل و صورت کے اعتبار سے بھی عادات و خصائل کے لحاظ سے اپنی بہن سے مختلف واقع ہوا تھا۔

ناظر دل کا سچا تھا۔ اسی طرح اس کے سینے میں قومی کارکردگی اور وطن پرستی کے مخلص جذبات بھی تھے۔ اپنے مکان میں شان کا نظارہ بھی

لیکن انقلابی حکومت ہمارے شکریئے اور مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے بیوہ زمین کی فریاد سن لی جس پر اب تک کسان و عوام کے پیٹ کے مطالبوں کا خون ہو رہا تھا۔ یہ صرف ہمارے پیٹ کے مطالبوں ہی کا خون نہیں ہو رہا تھا بلکہ ہمارے ملک کے اقتصاد کا دم بھی گھٹ رہا تھا۔

غرض محب وطن حکومت نے ہمیں بروقت سنبھال لیا اور دوشیزہ زمین کو عیاش، خود غرض اور نکمے زمینداروں کے چنگل سے آزادی دلادی۔

بے شک ابھی غلہ کے باب میں ہماری خود کفالتی کی منزل دور ہے مگر حکومت اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو گئی۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ زرعی پروگراموں میں عمل کی نئی روح پھونکیں۔

اب بھی وطن میں ناکارہ و افتادہ زمین کئی لاکھ ایکڑ موجود ہے۔ آیئے ہم اسے اپنا خون اور پسینہ پلا کر سہاگن اور سرسبز کریں۔ وہ ہماری ممنون ہوگی اور آپ دیکھیں گے کہ اگر باہمت ماہر، پُرجوش اور وطن پرست نوجوان زراعت کے آتشیں کاموں کے لئے کمربستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تو پانچ کے بجائے ہم دو سال میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔

ہر کام میں ہر معاملہ میں حکومت کا منہ نہیں تکنا چاہیئے۔ زندہ قوم ایسا نہیں کرتی بلکہ حکومت کے پورے تعاون کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر وہ از خود اپنا فرض ادا کرنے پر کمربستہ ہو جاتی ہے بس ہمیں اپنے پورے ملک سے ایسے ہی باعمل۔ محنتی اور پُرجوش نوجوان چاہئیں جو سوتی ہوئی زمینوں کو جگا ڈالیں۔

~~~

باب ۱۳

"نظام عمل پھر بھی ہمارے سامنے نہیں آیا"

کسی نے مجمع میں سے کہا۔

"نظام عمل مرتب کرنا میرا کام نہیں ہے بلکہ آپ لوگوں کا ہے۔ جلد وار گروہوں میں تقسیم ہو کر کمیٹیاں بنائی جائیں۔ ان پر ایک حاکم کمیٹی مقرر کی جائے جسے گورنمنٹ سے منظور کرانے کے بعد باقاعدگی سے اختیارات حاصل ہوں گے کہ کاشت کاری عام کی تحریک کو جلد عمل جامہ پہنائے"

رضی نے کہا۔

"مگر مصارف اور روپیہ کا کیا انتظام ہوگا؟"

کسی نے پوچھا۔
~~~

"ہل چلانے کے لیے، اور زمین کھودنے کے لیے مضبوط بازوؤں کی زیادہ ضرورت ہے۔ رہے آلات تو امید ہے کہ ان کا انتظام ہوجائے گا"

اقبال نے کہا۔

اس کے بعد بہت سے مخالفین نے بھی اپنا اپنا نظریہ پیش کیا۔ کچھ اعتدال پسند عناصر بھی تھے جن کی پالیسی تھی کہ انتظار کرو اور دیکھو چنانچہ انھوں نے نہ تو کسی سرگرمی کا اظہار کیا اور نہ مایوسی کا۔

بہت دیر تک کافی بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا اور اس ایک ہی نشست میں تمام باتیں طے نہ ہو سکیں۔ اس لئے بہت سے امور اگلے ہفتہ کے جلسہ پر اٹھا رکھے۔

مگر جو باتیں فوری حل کا تقاضہ کر رہی تھیں۔ انھیں ایک عارضی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ چونکہ مجمع میں مخلص لوگوں کی اکثریت تھی بڑی مبارک تحریک تھی۔ زمین کی کاشت پر ایک عام توجہ کا خیال ملک کے لئے فالِ نیک تھا۔ پچھلی حکومت کے عہد اقتدار میں اناج پر دو طرفہ حملہ تھا۔ ایک تو زبردست اسمگلنگ دوسرے زمینداری۔ شکر ہے یہ دونوں فتنے ختم کر دیئے گئے تھے اب اگر اناج زیادہ پیدا کرو کی تحریک کو عملی صورت میں وطن کے نوجوان لے کر اٹھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا ملک از سرِ نو اناج کی منڈی بن جائے

آخر یہ مجمع کہیں گیارہ بجے کے بعد ختم ہوا۔

لوگوں نے جلد جلد اپنے گھروں کی راہ لی۔ سہیل کے پاس

باب ۱۲

رضی پلنگ پہ دراز ہوا تو اس نے سوچا کہ علی الصباح ناشتہ کر کے فوراً ہی یہ کپڑے عرشی کا لونی لے کر روانہ ہو جائے گا۔

مگر رات کو دیر میں سویا تھا اس لئے صبح آٹھ بجے کے بعد اس کی آنکھ کھلی۔ ماں نے ناشتے کے لئے جگایا اور چھوٹی بہن نے کھانے کے کمرے میں لے جا کر ناشتہ رکھ دیا۔

مگر دیر ہو جانے سے رضی حواس باختہ ہو رہا تھا۔ اس نے جلد جلد الٹا سیدھا ناشتہ کیا اور جلد نوکر کو دوڑا کر سامنے سے سگریٹ منگوائے۔ چاہے کہ ملازم لوٹ کر واپس آگیا۔

"میاں ندرت بیگم صاحب آ رہی ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک بیگم اور ہیں۔" نوکر نے کہا۔

ندرت کا نام سن کر رضی کا کلیجہ اچھل پڑا۔ "آ دھمکیں باجی صبح ہی صبح میری خبر لینے۔ مگر انھیں یہ کس طرح معلوم ہو گیا کہ کپڑے عرشی کالونی میں نے اب تک نہیں پہنچائے۔"

گھبراہٹ میں رضی سوچنے لگا۔

آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔

"نسرین۔ ٹھیک کر نیچے بھیجو۔ جوں ہی باجی میرے متعلق دریافت کریں تو کہنا کہ کل شام کو ساڑھے پانچ بجے سے سردی لگ کر بخار چڑھا ہے تو اب کہیں جا کر ہلکا ہوا ہے۔"

اس نے اپنی چھوٹی بہن سے کہا۔

"جاؤ بھاگ کر۔ منہ کیا دیکھ رہی ہو میرا۔"

رضی پھر اس سے بولا۔

غریب نسرین کی سمجھ میں اپنے بھائی صاحب کا یہ مکر نہیں آیا۔ آخر نیچے چلی گئی۔

لیکن نسرین کے نیچے پہنچنے تک ندرت کی مڈبھیڑ رضی کی والدہ سے ہو چکی تھی۔ جب سے ترکہ کی تقسیم کا مرحلہ طے ہوا تھا دونوں سوکنوں کے تعلقات ذرا اچھے ہو گئے تھے پھر ویسے بھی رضی کی والدہ اپنی سوکن کی تینوں لڑکیوں سے پہلے بھی ہمیشہ خندہ پیشانی ہی سے پیش آتی تھی اور اُسے ندرت تو بہت ہی بھاتی تھی۔

"آؤ ندرت بیٹی۔ آج صبح ہی صبح کدھر بھول پڑیں۔"

رضی کی ماں نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا اور نشست میں لے گئیں۔

واقعی رضی کی والدہ کے حصہ میں بہت اچھا مکان آیا تھا جو کافی بڑا بھی تھا اور خوش نما بھی، اس کا پچھلا حصہ کرایہ پہ اٹھا دیا گیا تھا۔

یہ شاندار مکان ندرت کی والدہ کو ہمیشہ کھٹکتا تھا کیونکہ اس کے حصہ میں زمین آئی تھی وہ دو سوا ایکڑ سے زیادہ ہی ہو گی۔ مگر ندرت

کی والدہ زین کی قدر و قیمت نہیں جانتی تھی۔

"یہ میری سہیلی ہیں اماں جان اور ان کا نام نگار ہے۔ ہم دونوں ہم جماعت بھی رہ چکے ہیں۔ اب یہ ایک ڈاکٹر ہیں۔"

ندرت نے اپنی سہیلی کا تعارف رضی کی والدہ سے کرایا۔

"ماشاءاللہ بہت اچھی ہیں خوبصورتی کے معنی میں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ بیٹی۔"

رضی کی والدہ نے نگار سے کہا۔

"کیا رضی اب تک سوئے پڑے ہوئے ہیں اماں جان؟"

ندرت نے ادھر ادھر رضی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں تو ابھی ابھی ناشتہ کر کے کہیں باہر جانے کے لئے کپڑے بدلنے اوپر گیا ہے۔ آتا ہی ہوگا۔"

رضی کی والدہ نے جواب دیا۔

"ان سے ذرا کام تھا۔ خیر میں بھی اوپر جاتی ہوں۔"

ندرت نے کہا اور باہر نکل آئی۔

ابھی ندرت نے اوپر کی سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا کہ بالاخانے کا زینہ تیزی سے طے کرتی ہوئی نسرین اتری مگر ندرت کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"آداب باجی۔"

"رضی اوپر کیا کر رہے ہیں نسرین؟"

ندرت نے اس سے دریافت کیا۔

"جی۔ جی۔ طبیعت خراب ہے۔"

نسرین نے رکتے رکتے کہا۔

اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کہ طبیعت خراب ہے؟"

ندرت نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ۔ وہ بخار ہے بھائی صاحب کو۔"

غریب نسرین نے پھر ہچکچاتے ہوئے کہا۔ اس سے جھوٹ نہیں بولا جا رہا تھا۔

"مگر کب سے؟ کیا ابھی ابھی بخار آ چڑھا؟"

ندرت نے پوچھا۔

"معلوم نہیں باجی۔ مجھ سے تو بھائی صاحب نے ابھی یہ کہا تھا کہ دیکھنا نسرین نیچے جا کر۔ ندرت باجی تو نہیں آ گئیں۔ اگر آ گئی ہوں تو ان سے کہہ دینا بھائی صاحب کو کل شام کو پانچ بجے سے سردی کے ساتھ بخار چڑھ آیا ہے۔"

آخر نسرین نے بات بنانے کی بجائے رضی کی عیاری ظاہر کر دی۔

رضی کی مکاری معلوم کر کے ندرت کو ہنسی آ گئی۔ وہ فوراً سمجھ گئی تھی کہ رضی کل شام کو عرش کالونی کپڑے لے کر نہیں پہنچ سکا اور اب اس کی خفگی کے خوف سے بیماری کا حیلہ کر کے نیچے نہیں اتر رہا ہے۔

"اچھا خیر میں اوپر جا کر ذرا رضی کی مزاج پرسی کر آؤں۔"

ندرت نے کہا اور اوپر کا زینہ طے کرنے لگی۔

بیچاری نسرین نیچے پریشان کھڑی رہ گئی کہ اب اس کے بھائی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

اختتام زینہ پر پیر کی چاپ سن کر رضی بغرض حفظ ماتقدم

"آداب باجی — وہ — میں —"

رضی نے کہا وہ شاید عرش کا ٹوٹی نہ پہنچنے کا جھوٹا عذر علالت کرنا چاہتا تھا کہ ندرت نے اس کی اس طرح بات کاٹ دی گویا نگار نگ کپڑے نہ پہنچے کا معاملہ اس وقت اس کے ذہن سے بالکل ہی خارج ہو گیا ہے اس کے بجائے رضی کی علالت سے پریشان ہے۔

"کیا حال ہے رضی؟"

ندرت نے اس کے پلنگ کے قریب بیٹھ کر دریافت کیا۔ مگر ندرت کی ہنسی رک رہی تھی۔

"اب تو اچھا ہوں باجی۔ ذرا وہ —"

رضی کہنے لگا کہ ندرت بول پڑی۔

"ہاں ابھی ابھی نسرین سے مجھے معلوم ہوا کہ تمہیں لرزہ سے بخار نے آدبایا"

"کچھ نہیں۔ معمولی سا بخار ہے"

رضی نے کہا۔

"بکتے ہو۔ تمہاری تو راتوں رات حالت بہت ہی خراب ہو گئی۔ آدھے رہ گئے۔ برسوں کے بیمار نظر آنے لگے ہو۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ ایک ہی رات میں دشمنوں کا تقریباً بیس پونڈ وزن کم ہو گیا ہو گا۔"

ندرت نے کہا اور تاکہ ہنسی نہ آجائے منہ سے رومال لگا لیا۔ اس کی باتوں سے رضی کو شبہ ہوا کہ وہ کھٹک گئی ہے لہٰذا جلدی سے بولا۔

"جی نہیں تو۔ اچھا [illegible]

"خیر۔ لیکن میں پھر بھی اپنے ہمراہ ڈاکٹر کو لیتی آئی ہوں۔ صبح ہی صبح کوئی مرد ڈاکٹر تو ہاتھ نہ لگ سکا تھا۔ اس لئے اپنی ایک شناسا لیڈی ڈاکٹر کو لیتی آئی۔"

ندرت نے کہا۔

"مگر آپ کو میری علالت کی اطلاع تو یہاں آ کر ملی ہے۔ پہلے سے آپ کو خبر کیسے ہو گئی کہ میری طبیعت خراب ہے؟"

رضی نے تعجب سے پوچھا۔

"تعجب کی کون سی بات ہے۔ بھائی پر بیماری کا حملہ ہو اور بہن کے دل کو خبر نہ پہنچے۔"

ندرت نے کہا اور اس بار اُسے ہنسی آ ہی گئی۔

"بڑی اچھی ہیں باجی آپ۔"

"اچھا اٹھو۔ نیچے چلو تاکہ ڈاکٹر تمہاری حالت دیکھ لے"

ندرت نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے باجی۔ اب میں بالکل اچھا ہوں"

رضی نے قدرے بوکھلاتے ہوئے کہا۔

"اٹھتے ہو یا نہیں"

اس بار ندرت نے ذرا ڈانٹ بتاتے ہوئے کہا۔

اب رضی کو اٹھنا پڑا اور کمبل لپیٹ لیا۔

"کمبل لپیٹنے کی ضرورت نہیں۔ انسان بن کر چلو۔ اچھا میں آگے چلتی ہوں تم نشست میں آجاؤ"

ندرت نے کہا اور ہنستی ہوئی چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد رضی چند سیکنڈ ذرا سراسیمہ سا بیٹھا [illegible]

باب ۱۵

دل میں رضی کو خطرہ ہو رہا تھا کہ شاید ندرت اس کے مکر کو بھانپ گئی ہے۔ اگر وہ سمجھ بھی گئی ہیں تو میرے پاس عرض کا کوئی نہ پہنچنے کا اتنا بلند عذر ہے کہ اسے معلوم کرنے کے بعد ندرت باجی کا دل صاف ہو جائے گا۔ بلکہ وہ مجھے کل کے بینک کا لم والی مجلس میں شرکت کرنے پر داد ہی دیں گی۔

یہ سوچتا ہوا رضی نیچے آگیا اور نشست کے قریب پہنچا۔ ابھی اس نے نشست میں قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اندر سے ندرت نے اس کو ٹوکتے ہوئے کہا

"بس وہیں باہر کھڑے رہو۔ اندر نہ آنا"

اس کے بعد نگار سے مخاطب ہوئی۔

"یہ میرا بھائی ہے۔ ہے تو مجھ سے چھوٹا۔ لیکن میں اگر ایک صدی تک بھی ورزش کا سلسلہ جاری رکھوں تو ماشاءاللہ اس کے قد و قامت، ضخامت اور وزن تک نہیں پہنچ سکتی۔ رہیں ان حضرت کی عادات محمودہ اور خصائل حسنہ تو ہم تم اپنی صدیوں کی ریاضت کے بعد بھی ان تک نہیں پہنچ سکتے"

اس کے بعد وہ خوب ہنسی پھر رضی سے بولی جو اب تک باہر ہی رکا کھڑا تھا

"بس رضی اب تم جا سکتے ہو۔ لیکن مکان سے باہر نہیں۔ تمہارا علاج تو میری فرصت میں اچھی طرح کروں گی۔"

وہ غریب اپنی جگہ سے کھسکا۔ اس دوران میں اس کی نظر نگار پر پڑی۔ اس کے دیکھو گمان میں بھی نہ تھا کہ یہی وہ ندرت کی سہیلی

سی صورت نظر آئی جو ہزار زاویے سے اگرچہ ندرت جیسی تو نہ تھی مگر پھر بھی اپنی جگہ مجسم قیامت تھی۔

آخر رضی حیران و پریشان سا سر لٹکائے وہاں سے ہٹ آیا۔

اس دوران میں نسرین اور اس کی والدہ نے جلد جلد مہمانوں کے لیے چائے وغیرہ کا انتظام کر لیا تھا۔

"اماں جان ناشتہ تو ہم دونوں حال ہی میں کر کے چلے تھے۔ نگار کل رات ہی کو ہمارے ہاں آ گئی تھیں اور وہیں سوئیں کیونکہ انھیں اپنے جوڑے کی فکر تھی۔"

ندرت نے کہا۔

"ان کے میاں رات کو مکان پر نہ پہنچ سکے ہوں گے اس لئے پریشان ہو کر یہ تمہارے ہاں چلی آئی ہوں گی۔"

رضی کی والدہ نے لفظ جوڑے سے مغالطہ کھاتے ہوئے کہا۔

ان کے الفاظ سے ندرت خوب ہنسی اور نگار کے رخساروں میں بھی چھوٹے چھوٹے گڑھے نمودار ہو گئے۔

"انسانی جوڑا نہیں اماں جان کپڑوں کا جوڑا۔"

ندرت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ندرت باجی آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ نگار آپا ہماری کلاس ٹیچر کی بہن ہیں۔"

نسرین نے مسرت سے کہا۔

"واقعی! یہ خوب رہی نسرین۔ لیکن امتحانات میں اگر تمہارا کوئی پرچہ خراب ہو گیا تو ان سے تمہاری سفارش نہیں کروں گی۔"

ندرت نے مسکرا کر نسرین سے کہا۔

پھر میری حقیقی بہن نہیں ہے۔ نگار بولی۔

"اچھا آؤ بھئی چائے پی لو۔"

رضی کی والدہ نے کہا چنانچہ سب ڈائننگ روم میں آ گئے۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی نسرین کہ تم میری سہیلی ندرت کی چھوٹی بہن نکلیں"

نگار نے نسرین سے کہا۔

"اب تو میں اور تم سے پڑھا کروں گی نگار آپا۔"

نسرین نے کہا۔

"نسرین جا کر ذرا دیکھنا رضی کہاں ہے؟"

ندرت نے کہا۔

"یہیں کسی کمرے میں ہو گا۔ رات سے اس کے ہاتھ میں کوئی بنڈل ہے۔ شب کو بارہ بجے کے قریب آ کر سویا تھا اور صبح آٹھ بجے اٹھتے ہی اٹھا سیدھا جلد جلد ناشتہ کیا اس کے بعد پھر اسی بنڈل کو بغل میں دبا کر کہیں باہر بھاگنے والا تھا کہ اتنے میں تم آ گئیں۔"

رضی کی والدہ نے کہا۔

اس بنڈل میں نگار ہی کے کپڑے ہیں اماں جان۔ میں نے کل شام کو یہ بنڈل رضی کے حوالہ کیا تھا کہ ذرا عرش کالونی تک جا کر نگار کو دے آئے۔ مگر آپ کہتی ہیں کہ وہ رات کو بارہ بجے مکان میں آئے تھے۔ آخر اتنی دیر تک کہاں رہے۔"

ندرت نے کہا۔

"کوئی کام ہی ہو گیا ہو گا ورنہ وہ زیادہ دیر تک باہر نہیں رہتا۔"

ماں نے کہا۔

"تعجب ہے۔ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ شب کو آٹھ بجے کے بعد

رضی عرش کالونی [illegible]

یہ تو کل آٹھ بجے رات کو میرے ہاں آ گئی تھیں۔"

ندرت نے کہا۔

"دس بجے تو ابا رات کو تمہارے مکان پر آئے تھے اگر رضی صاحب آٹھ یا نو بجے ہمارے ہاں پہنچے ہوتے تو ابا ضرور ذکر کرتے۔"

نگار نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ دوڑنا نسرین کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضرت پھر بنڈل دبا کر عرش کالونی کا راستہ لیں۔ بنڈل والی تو خود اس وقت یہیں موجود ہے۔ ان سے کہنا کہ اب عرش کالونی جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ نگار تو آپ کے ڈائننگ روم ہی میں بیٹھی ہوئی ہیں۔"

ندرت نے نسرین سے کہا چنانچہ وہ رضی کے پاس پہنچی۔

"بھائی صاحب اب آپ عرش کالونی نہ جایئے گا کیونکہ نگار آپا تو بذات خود اپنے ہاں موجود ہیں۔"

نسرین نے کہا۔

"ایں وہ نگار ہیں! اچھا اچھا!!"

رضی کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

"کوئی بنڈل ہے آپ کے پاس۔ اسے بھی کہیں نہ بھیجا کیں۔"

نسرین نے مزید ہدایت کرتے ہوئے کہا کیونکہ یہ ندرت کی ہدایت تھی

"ایں۔ ہاں۔ بھاگ جاؤ۔"

رضی نے کہا۔

نسرین نیچے چلی آئی۔

باب ۱۶

اچھا نگار یہ ہیں۔ یہ ہیں نگار! رضی تعجب سے دل میں سوچ رہا تھا۔ حالانکہ اس میں نہ تو کوئی تعجب کی بات تھی اور نہ... پریشانی کی۔

اس وقت وہ ندرت باجی کے ہمراہ چلی آئیں تو انھیں دیکھ تو لیا۔ ورنہ اگر میں ان کے مکان پر عرش کا نوفی پہنچتا تو ضروری نہ تھا کہ وہ مجھ سے اپنے کپڑے لینے کے لئے خود ہی مکان سے باہر آئیں۔ کسی نوکر ہی سے منگوا لیتیں۔ ایک نامعلوم اور انجان ہستی کا نظر آجانا اور وہ بھی اس طرح کسی حادثہ ہی کی سی صورت ہے۔ اب رضی یوں سوچ رہا تھا۔

"نسرین کیا میری خاطر اوپر جا کر ایک بار پھر رضی سے کہہ آؤ گی کہ نگار کے کپڑوں کا بنڈل یہاں لے آئیں۔"

چائے کے دوران میں ندرت نے کہا۔

بیچاری نسرین بڑی بہن کے حکم کی تعمیل میں اٹھی اور ہچکچاتی ہوئی بولی۔

"اگر باجی انھوں نے پھر مجھے ڈانٹ دیا۔ ابھی ابھی تو انھوں نے مجھے ڈانٹا تھا۔"

"اچھا ٹھیرو۔"

ندرت نے کہا پھر نگار سے مخاطب ہوئی۔

"نگار تمھیں کوئی عذر تو نہیں۔ اگر رضی یہاں آجائیں؟"

نگار مسکرائی۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بغل میں بنڈل دبائے خود رضی آموجود ہوا۔

اب نگار کی اجازت کا سوال نامکمل رہ گیا۔

"لیجیے، باجی یہ نگار صاحبہ کے کپڑے حاضر ہیں۔"

رضی نے بنڈل ندرت کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بھائی صاحب آپ کو معلوم نہیں نگار باجی تو میری کلاس ٹیچر کی ہمشیرہ ہیں۔"

نسرین نے مسرت سے کہا۔

"یہ ندرت باجی نے اڑا دی ہوگی تاکہ میں مرعوب ہو جاؤں۔" رضی نے کہا۔

"کس سے مرعوب ہو جاؤ؟"

ندرت نے مسکرا کر رضی سے دریافت کیا۔ وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا اماں جان رضی کو ہم چائے میں شریک کر لیں اور کیا نگار انھیں یہاں بیٹھنے کی اجازت بخش دی جائے؟"

ندرت نے رضی کی والدہ اور نگار سے مسکرا کر دریافت کیا

"آپ ناحق اس دوطرفہ اجازت کی تکلیف کر رہی ہیں باجی

میں تو باہر جا رہا ہوں"

رضی نے کہا۔

"لیکن تمہیں تو سخت بخار چڑھا ہوا تھا نہ۔ ابھی تو کمبل اوڑھے پڑے ہوئے تھے"

ندرت نے کہا۔

"بخار اتر گیا پھر اس وجہ سے بھی طبیعت بحال ہو گئی تھی کہ آپ جب میرے پاس اوپر آئی تھیں تو کہا تھا کہ ڈاکٹر کو بھی اپنے ہمراہ لیتی آئی ہوں۔"

رضی نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ رضی بیٹے ایک پیالی چائے پیتے جاؤ"

ماں نے کہا۔

"بس محبت تو فقط ماں کو ہوتی ہے۔ بہنوں کی محبت تو محض ڈھکوسلا ہے"

رضی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اور نگار کی موجودگی کی وجہ سے نگاہیں جھکائیں۔

"اچھا اب بتاؤ کہ اس مکارانہ بیماری وغیرہ کا کیا راز ہے بنڈل لے کر کہاں غائب ہو گئے تھے۔ اور رات کو دیر سے مکان میں کیوں آئے تھے؟"

ندرت نے رضی سے دریافت کیا۔

"ایک دم اتنے سوالات، اب ان کا جواب ایک ہی لفظ میں دوں یا علیحدہ علیحدہ؟"

رضی نے کہا۔

"علیحدہ علیحدہ جواب چاہتی ہوں"

ندرت نے کہا۔

"اچھا تو سنئے جواب نمبر ایک۔ آپ کی بازپرس کے خوف سے مجھے بخار کا بہانہ کرنا پڑا۔ جواب نمبر دو۔ جہاں کہیں بھی گیا نگار کے کپڑوں کا یہ بنڈل میرے ساتھ ساتھ گیا۔ جواب نمبر تین۔ مگر اس جواب سے پہلے کیا میں آپ سے اور نگار صاحبہ سے دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کو وطن سے کتنی محبت ہے اور کیا آپ ملک کی بھلائی کا کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں گی؟"

"بکواس نہ کرو۔ اور جھوٹ بولے بغیر جواب دیا۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"نگار صاحبہ کے کپڑوں کا بنڈل میرے لئے وبال جان بن گیا تھا۔ میرے ان الفاظ کی معذرت آپ میری جانب سے نگار صاحبہ سے کر سکتی ہیں۔ خیر تو مجھے مرش کالونی کے لئے کوئی سواری نہ مل سکی۔ چنانچہ بنڈل لے کر آپ کے پاس پھر لوٹ رہا تھا کہ میرا ایک دوست اقبال کار لئے ہوئے نمودار ہوا۔ وہ میری ہی تلاش میں نکلا تھا"

رضی نے کہا۔

"تاکہ تمہیں سینما لے جائے"

ندرت نے ہونٹ سکیڑ کر دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ تاکہ وہ مجھے ایک قومی اجتماع میں لے جائے۔ جہاں شیخ کریم نے ملکی کاشت بڑھانے کے مسائل پر بہت دیر تک آپس میں تبادلہ خیال کیا۔ میرے بیان کے تقریباً پچاس شاہد موجود ...

رضی نے کہا۔
ندرت مسکرانے لگی اور نگار نے بھی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔
"ایک ایسی خبر میں نے آج صبح کے اخبار میں پڑھی تھی۔"
نسرین بولی۔
"وہ کوئی اور خبر ہوگی نسرین۔ کس طرح ممکن ہے کہ رات کے گیارہ بجے تک جلسہ ہوتا رہا اور صبح کے پرچے میں اس کی خبر آ گئی۔"
نگار نے اعتراضاً کہا۔
"شاید آپ کو معلوم نہیں۔ یہ بیچارے اخبار والے اُلّو کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ رات کو کام کرتے ہیں اور دن میں سوتے ہیں۔ میرے دوست سہیل اور اقبال وغیرہ بڑے باکمال لوگ ہیں۔ انھوں نے راتوں رات اخبار کے دفتر میں تفصیل روداد کر دی ہوگی۔"
رضی نے نگار کے اعتراض کے جواب میں عرض کیا۔
وہ چپ ہو گئی۔
"لانا نسرین ذرا وہ اخبار۔"
ندرت نے کہا۔
نسرین دوڑ کر اخبار اٹھا لائی اور اسے پڑھنے کے بعد مسکرا کر کہا۔
"اور یہ اس میں مولانا رضی کا نام بھی موجود ہے۔ شاید تم نے تمام عمر میں یہ پہلا سچ بولا ہوگا رضی۔"
نگار بھی اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر پڑھنے لگی۔
"ندرت ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہم بھی ایسے مبارک کاموں میں کچھ حصہ لے سکیں۔ اگلے اتوار کو

اجتماع کریں جس میں تم اور تمہارے بھائی بہن شریک ہوں ادھر میں اپنی ہم خیال خواتین کو شامل کر لوں۔"
نگار نے تجویز پیش کی۔
"بہت اچھا خیال ہے مگر تمہارا مکان بہت دور ہے۔ ہمارے ہاں آ جائیں سب لوگ اس کے علاوہ میرے خیال میں ہم اجتماع کو بڑھائیں نہیں کیونکہ حاضرین کو جمع کرنے کے بعد انھیں ہم خیال بنانے سے سر دست یہ بہتر ہے کہ جو مرد و عورت اس تحریک کے بانی ہیں فقط ان ہی کو بلایا جائے۔ کیوں رضی؟"
ندرت نے کہا۔
"آپ کا خیال ٹھیک ہے مگر باجی ایسے مختص اجتماع کے لئے یہ غریب خانہ موزوں رہے گا۔ اس کے علاوہ ابھی مردوں کو نہ بلایا جائے۔ صرف ناظم کو دعوت دے دی جائے کیونکہ وہی اس تحریک کی جان ہے اور بہت ہی کام کا آدمی ہے۔ اس کی بہن رخشی تو ضرور آئے گی کیونکہ وہ شان کی سہیلی ہے۔"
رضی نے کہا۔
ندرت کی سمجھ میں آ گیا اور نگار نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

باب ۱۷

اتوار کو ابھی پورا ہفتہ پڑا تھا۔ بہر حال نگار صاحبہ کی ایک بار اور زیارت ہو جائے گی۔

رضی نے مسرت سے دل میں سوچا اور اتوار کا پروگرام بنانے لگا۔

تاجنا کے اس واقعہ کے بعد سے عرفان اس کی جانب سے کچھ مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ اس دکان دار کی دکان کے سامنے سے وہ دن میں کئی بار قصداً ادھر سے گذرا مگر اس روز کے بعد سے تاجنا اسے دکان دار کے پاس نظر نہیں آئی۔

عرفان لاکھ خود سر اور اکھڑ تھا مگر اس میں غیرت کا مادہ بھی اتنا ہی تھا۔ ایک اسی پر کیا موقوف تھا اگر کسی بھلے گھر کی لڑکی کا معاملہ آپڑے تو باپ اور بھائی اس میں جان لڑا دیتے ہیں۔

عرفان کا کام بھی یہ تھا کہ کالج سے آکر یا تو سیر گشت کرتا پھرتا تھا یا اپنے ایک دو دوستوں کے ہاں چلا جاتا تھا۔ ان دوستوں سے بھی اکثر اس کی لڑائی ہوتی رہتی تھی اور ہفتوں تک ان کی صورت دیکھنے کا روادار نہ رہتا۔

ایک روز شام کو عرفان ... بازار کی ... جا رہا تھا

کہ اس کو ذرا فاصلے پر بھیڑ میں اپنے آگے تین نفر جاتے ہوئے نظر آئے۔ دو لڑکیاں تھیں اور ایک قد آور سا کوئی نوجوان تھا

نوجوان درمیان میں تھا اور لڑکیاں اس کے دائیں بائیں جا رہی تھیں۔ لڑکیوں کے دوپٹے مفلر کی طرح گردن میں پڑے ہوئے تھے ان میں سے تو ایک تو پر قینچ تھی اور دوسرے کے بال امریکن انداز میں جھاڑو کی طرح پیچھے لٹک رہے تھے۔ مگر دونوں کی پیشانیوں پر بچھو کے ڈنک کی طرح بالوں کی چھوٹی چھوٹی لٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

عرفان کو کچھ شبہ ہوا کیونکہ چال ڈھال اور بدن کے اعتبار سے بالوں والی لڑکی تاجنا سی معلوم ہوئی تھی۔

وہی گداز جسم، وہی کمر میں لچک، عرفان کو غصہ ہی تو آگیا۔

مگر ابھی وہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ آیا وہ لڑکی تاجنا ہی تھی اس لئے اس نے جلد جلد قدم بڑھائے اور لوگوں کو دھکا دیتا ہوا ان تینوں کے قریب سے گذر کر آگے نکل گیا۔

وہ لڑکی تاجنا ہی تھی عرفان کو یقین آگیا اور اس کا خون کھولنے لگا کیونکہ جس نوجوان کے ساتھ وہ جا رہی تھی۔ اسے عرفان نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کا تاجنا کی فیملی سے کوئی تعلق نہ تھا۔

بازار میں دفعتاً رک جانا عرفان نے مناسب نہ سمجھا۔ وہ ذرا اور آگے بڑھ گیا مگر شاید اس پر تاجنا کی بھی نظر پڑ چکی تھی کیونکہ آگے بڑھنے کے بعد عرفان نے جب پیچھے مڑ کر ان تینوں کو دیکھا تو غائب پایا۔

عرفان نے جلد جلد ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر نہ تو تاجنا کہیں دکھائی دی اور نہ وہ نوجوان نظر آیا۔ دوسری لڑکی بھی غائب تھی

ضرور وہ لوگ دفعتاً ... کسی ... مڑ گئے

عرفان نے سوچا اور الٹے پیر تیزی سے واپس آیا۔ پھر جلد ہی گلی میں داخل ہو گیا۔

ذرا فاصلے پر اسے تینوں جاتے ہوئے نظر آئے۔ اور تاجنا کبھی کبھی مڑ کر پیچھے دیکھ لیتی تھی۔

"تاجنا" آخر پیچھے سے عرفان نے اسے آواز دی۔

مگر تاجنا اس طرح چلتی رہی گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ پیر بے شک اس کے لڑکھڑا رہے تھے۔

جب وہ نہیں رکی تو عرفان لپک کر ان تینوں کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اب اس نے اس قد آور نوجوان کی طرف دیکھا۔ جس میں اسے نہ تو کوئی کشش نظر آئی، اور نہ وجاہت۔

"کہاں جا رہی ہو تاجنا؟"

اب عرفان تاجنا سے مخاطب ہوا جو سکون پذیر ہونے کی کوشش میں کچھ حواس باختہ سی نظر آ رہی تھی۔

"کہیں نہیں عرفان بھائی ذرا اپنی اس سہیلی کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کو نکلی تھی۔"

تاجنا نے کہا اور اپنی سراسیمگی نہ چھپا سکی۔

"یہ کون شخص ہے تمہارے ساتھ؟"

عرفان نے دریافت کیا۔ اس نے آنے جانے والے لوگوں کی بھی پروا نہیں کی۔ تاجنا سے بازپرس میں لگا رہا۔

"یہ۔۔ یہ میری سہیلی کے بھائی ہیں"

تاجنا نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں کوئی بھی ہوں۔ تم کون خدائی فوجدار ہوتے ہو"

وہ شخص بولا۔

"میرے ساتھ آؤ تاجنا مکان پر چلو"

عرفان نے اس شخص کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

تاجنا نے خیریت اسی میں سمجھی کہ عرفان کے ساتھ ہو لے چنانچہ مڑی۔

"ٹھیرو تاجنا۔ کیا تم اتنی سستی ہو کہ ہر کس و ناکس کے ساتھ ہو لو"

اس شخص نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

اب عرفان کو کہاں تاب تھی۔

"میں ہر کس و ناکس نہیں ہوں۔ اس لڑکی کا بھائی ہوں اور تجھے تو یہ اتنی مہنگی پڑے گی کہ تمام عمر یاد کرے گا"

عرفان نے کہا۔

عرفان تھا تو معمولی تن و توش کا نوجوان اور اس کا جسم بھی کسرتی نہیں نظر آتا تھا مگر اس کے عضلات فولادی تھے۔ اس نے لپک کر نوجوان کے ایک گھونسہ رسید کیا جس سے وہ مع اپنے قد و قامت کے زمین پر نظر آیا۔

"ہیں ہیں۔ شریف ہو کر لڑتے ہو۔"

چند لوگوں نے تماشہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر بار دیگر ایسی مکروہ جرأت کی تو تمام عمر کے لئے اپاہج کر دوں گا"

عرفان نے اس نوجوان کے ایک لات اور رسید کی۔

"آؤ تاجنا"

اس کے بعد وہ تاجنا سے بولا۔

وہ کان دبائے ساتھ ہو لی۔

کوچے کے دوسری طرف نکل کر عرفان نے ایک گاڑی پکڑ لی۔

اس میں دونوں سوار ہو کر روانہ ہو گئے

باب ۱۸

راہ میں عرفان نے تاجنا سے ایک لفظ نہ کہا۔ دونوں خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔ تاجنا کی کیفیت کا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اپنی بے راہ روی پہ آیا وہ دل میں نادم ہو رہی تھی یا عرفان پر خار کھا رہی تھی۔

عرفان مگر اب تک غصہ میں تھا۔ کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو۔ ہاتھوں سے نکل جا رہی ہے۔۔ آخر اس کی دونوں بڑی بہنیں بھی تو ہیں جو شکل و صورت میں بھی اچھی ہیں اس سے۔ اور عمر میں بھی زیادہ نہیں بلکہ وہ بھی نوعمر ہی ہیں۔

اسی پریشانی میں عرفان نے سگریٹ سلگایا۔ اچھا اب یہ سگریٹ بھی پینے لگے۔ اسے سگریٹ پیتا دیکھ کر تاجنا نے دل میں کہا۔

آخر جب تاجنا کا مکان قریب آگیا تو عرفان نے لب کشائی کی۔

"تاجنا۔ ابھی اس دکان دار کا واقعہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا کہ تم نے دوسرا واقعہ پیدا کر لیا۔ آخر میں تمہاری وجہ سے کس کس سے لڑتا پھروں گا۔"

"آپ سے کہا کس نے ہے کہ آپ میرے لئے دوسروں سے لڑیں۔"
تاجنا نے تلخی سے کہا۔

"اگر تم نے اپنی اصلاح نہیں کی تو مجھے یہ سلسلہ جاری رکھنا پڑیگا۔"
عرفان نے کہا۔

"آپ پہلے اپنی تو اصلاح کیجئے۔"
تاجنا انتہی قدر تلخی سے بولی۔

"کیا بکتی ہو۔ خبردار آئندہ سے میں تمہیں کسی کے ساتھ نہ دیکھوں"
عرفان نے کہا اور اسے مکان کے قریب اتار کر پھر کہیں چل دیا۔

عرفان خود بھی تو اٹھتی جوانی کا مالک تھا۔ وہ اٹھارہ سالہ نوجوان تھا اور آتش بجسم۔ اگر جنس کوئی خطرناک چیز ہے۔ بالخصوص جوان جنس تو اس کو سخت قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ بجلی کو بھی اگر مطیع رکھنے کے بجائے بالکل آزاد کر دیا جائے تو روزانہ سینکڑوں کیس بجلی سے مرنے کے رونما ہونے لگیں گے۔ اسی طرح اگر جنس بھی بے ہنگم اختیار کرے تو اس کا انجام سوسائٹی کے حق میں بہت خطرناک ثابت ہوگا۔

عرفان تاجنا کی بے اختیاری سے غصہ میں مبتلا تھا اور اس کی جانب سے مایوس ہوتا جا رہا تھا۔ یہ تو تاجنا کے دو قرن واقعات بالکل اتفاقاً اس کے علم میں آ گئے تھے۔ اگر ان کے علاوہ اور بھی ایسی تازہ حرکتیں تاجنا نے کھول رکھی تھیں تو ان کا وہ کس طرح پتہ چلا سکتا تھا۔

مگر عرفان اپنے نفس کو آزاد رکھنا چاہتا تھا۔ بس اسے اس چیز پہ اصرار تھا کہ اس کے گھر کی لڑکیاں سلامت رہیں۔

ہر آوارہ مزاج نوجوان کو ایک لمحہ کے لئے یہ ضرور سوچنا چاہئے۔ کہ

Rekhta

اس کی بھی کوئی نہ بہن بھانجی، بھتیجی یا قریبی رشتہ کی کوئی لڑکی موجود ہوگی اگر اس لڑکی کی عزت کے در پے کوئی شخص ہو جائے تو اس آوارہ مزاج نوجوان کے دل پر اس کا کیا اثر ہو گا۔ آخر وہ بھی جن لڑکیوں کا تعاقب کرتا ہے وہ بھی تو کسی باپ کی بیٹی اور کسی بھائی کی بہنیں ہوں گی۔

رات کو بے دلی سے پڑھتے پڑھتے عرفان کو خیال آیا کہ تاجنا کے واقعات اپنے بڑے بھائی کے علم میں لے آئے۔ مگر وہ یہ بھول گیا کہ اس کا بڑا بھائی کون سا جہاں دیدہ یا مُسِن انسان تھا اس کی عمر بھی تو ابھی فقط بیس ہی سال کی تھی اور وہ بھی خطرناک حد تک جوان تھا۔

مگر عمر جوانی رضی کردار کا مالک واقع ہوا تھا۔ اس نے کردار کہاں سے پایا؟ اچھی کتابوں اور اچھی سوسائٹیوں کے ذریعے۔ کتابیں اور سوسائٹیاں رضی کی جوانی کو ماند تو کر نہیں سکتی تھیں مگر اس کی تہذیب ضرور کر سکتی تھیں۔

«بھائی صاحب۔ تاجنا ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ اسے سنبھالنے کی ضرورت ہے۔»

آخر عرفان نے رضی کے کمرے میں آکر کہا، اور اسے تمام واقعات سنا دیئے۔

رضی تھا تو اپنی کتابوں میں مصروف مگر کئی روز سے اس کو اپنی کتابوں کے صفحات میں اکثر نگار کے رُخ رنگیں کا عکس نظر آنے لگا تھا مگر اس وقت وہ بھی تاجنا کے تنکے کو جلتا ہوا دیکھ کر اپنی آنکھ کے شعلہ فشاں شہتیر کو بھول گیا اور سوچتا ہوا بولا۔

«اچھا۔ کوئی تدبیر سوچیں گے۔»

اُردو مرکز (جامعہ)
مالویہ نگر۔ نئی دہلی

باب ۱۹

تاجنا کے واقعات سے باخبر ہو کر رضی کو بھی رنج ہوا۔ اس کی غیرت کو اس چیز سے بھی ٹھیس لگ رہی تھی کہ ان پست منازل میں تاجنا خود کو محفوظ رکھ سکتی تھی یا نہیں۔

آخر دوسرے روز رضی دوپہر کو ندرت کے مکان پر پہنچا۔ اس وقت کا انتخاب رضی نے قصداً کیا تھا۔ کیونکہ ندرت و شان اس وقت کالج میں ہوتی تھیں اور تاجنا اسکول سے پڑھ کر مکان پر آچکتی تھی۔

ندرت کی والدہ نے حسب عادت رضی کا خیر مقدم سرگرمی سے خالی انداز میں کیا۔ رضی نے انھیں آداب کیا۔

«ندرت باجی اور شان تو ابھی کالج سے نہیں آئی ہوں گی اماں جان -؟»

رضی نے دریافت کیا۔

«ہاں ابھی تو ان کے آنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ ہے۔ آتے ہی بے چاریاں دونوں گھر کے کاموں میں لگ جائیں گی۔ ان کے آنے تک میں اوپر کے دوسرے کام کر رکھتی ہوں۔»

ندرت کی والدہ نے کہا۔

«کیوں کیا تاجنا مکان میں نہیں ہے اور وہ کیا آپ کی مدد

رمی نے پوچھا۔

"وہ تو سوئی میں تاگا ڈالنے تک کی روادار نہیں"

ندرت کی ماں نے کہا۔

"کرتی کیا رہتی ہے وہ آخر؟"

"بس یا تو رسالے پڑھتی رہتی ہے یا ریڈیو سنتی رہتی ہے رات کو تھوڑی دیر کے لئے اسکول کا کام لے کر بیٹھتی ہوگی"

ندرت کی والدہ نے کہا۔

"اماں جان کیا بتاؤں میں یہاں سے دور رہتا ہوں ورنہ تاجنا کی تادیب کرتا رہتا"

رمی نے کہا۔

ندرت کی والدہ خاموش ہوگئی۔

آخر چند منٹ بعد رمی اٹھ کر ٹہلتا ٹہلتا تاجنا کے کمرے میں پہنچا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی تاجنا؟"

رمی نے دروازے پر سے دریافت کیا۔

مسہری پر تاجنا اوندھی لیٹی ہوئی کوئی فلمی رسالہ پڑھ رہی تھی رمی کو دیکھ کر اس نے جلدی سے رسالہ تکئے کے نیچے چھپا دیا۔

"چھپاؤ نہیں۔ ہمیں بھی بتاؤ کیا پڑھ رہی تھیں؟"

رمی نے مسکرا کر کہا اور تکئے کے نیچے سے رسالہ نکال لیا۔

"رہنے دیجئے بھائی صاحب یہ آپ کے کام کا نہیں"

تاجنا نے کہا مگر رمی کے ہاتھ سے رسالہ چھیننے کی جرأت نہ کر سکی اگر عرفان ہوتا تو تاجنا پیچھے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتی۔

"یہ تو بڑا اچھا رسالہ ہے۔ دیکھو یہ ایکٹریس کتنی خوبصورت ہے اور یہ ایکٹر بھی بڑا شاندار آدمی ہے"

رمی نے تصاویر دیکھتے ہوئے کہا تاجنا خاموش رہی۔

"ان ایکٹرسوں اور ایکٹروں کی زندگی بھی خوب ہوتی ہے"

رمی کہنے لگا۔

"عیش کرتے ہیں یہ لوگ"

آخر تاجنا بولی۔

"ہاں ہمارا اور تمہارا تو یہی خیال ہے مگر جو لوگ فلمی لائن کی سیر کر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایکٹر اور ایکٹرسوں کی زندگی بڑی بے قاعدہ ہوتی ہے جانوروں کی طرح۔ یہ لوگ جیتے بھی جانوروں ہی کی طرح ہیں اور مرتے بھی ان ہی کے انداز میں ہیں"

رمی نے کہا۔

تاجنا چپ ہوگئی۔

"اب فرض کرو کہ میں یا تم یا عرفان، غرض ہم میں سے کوئی بھی فلم میں چلا جائے تو سب سے پہلے تو اپنے گھرانے کا نام ہی ڈوبے گا دوسرے ہمارا اپنا بھی کوئی کردار نہ رہے گا"

رمی نے کہا۔

تاجنا خاموش بیٹھی رہی۔

"اسی طرح تاجنا بہت سی لڑکیاں بدکردار لوگوں کے دم میں آجاتی ہیں"

"اور اسی طرح بہت سے مردوں کی بھی حالت ہوگی بھائی صاحب"

تاجنا نے کہا۔

"یقیناً۔ اب تم اپنے ہی دونوں واقعات کو لو۔ عرفان کو ہر بار تمہاری مدد کو آنا پڑا۔ اور جو آدمی تمہیں پریشان کرتے تھے انھیں

رضی نے کہا۔

تاجنا ذرا خاموش ہو گئی۔ کچھ ہچکچائی۔ آخر پھر بولی۔

"مگر عرفان بھائی نے اپنا خود کرنی واقعہ آپ سے بیان نہیں کیا ہوگا۔"

"وہ تم سُنا سکتی ہو۔"

رضی بولا۔

تاجنا پھر چپ ہو گئی۔

"میں نے عرفان بھائی کو رقن سے بہت بے تکلف پیش آتے دیکھا ہے۔"

آخر تاجنا نے عرفان کی بھی شکایت کرتے ہوئے کہا۔

اس بار ذرا رضی چپ ہو گیا۔

"یہ الزامی جواب تو نہیں تاجنا تمہارا۔"

رضی نے دریافت کیا۔

"عرفان بھائی سے مجھے کوئی دشمنی نہیں ہے مگر دوسروں کو سمجھانے والا خود تو دیکھے کہ اسے نصیحت کا حق پہنچتا ہے یا نہیں!"

تاجنا نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے مگر میرا اور عرفان کا فرض ہے کہ اپنی بہنوں کی حفاظت کریں۔ اس سلسلہ میں تمہیں بھی لازم ہے کہ بلا وجہ زیادہ باہر نہ نکلا کرو۔ عرفان نے تو خیر ان دونوں آدمیوں کو پیٹ کر ہی چھوڑ دیا تھا اگر ان کا مجھ سے سابقہ پڑتا تو میں نا معلوم کیا کر گزرتا اور اسی طرح تم سے بھی مختلف طریقے سے پیش آتا۔"

رضی نے تنبیہ بھی کی اور سمجھایا بھی۔

باب ۳۰

تاجنا کو اتنا سمجھانے کے بعد رضی کو اپنے دل کا بھی جائزہ لینا پڑا۔ مگر اس نے اپنے تحت الشعور میں کوئی چور نہیں پایا۔ اس نے خود کا مقابلہ بھی تاجنا سے کیا۔ لیکن تاجنا کی بے نیازیاں یا نادانی کی تمام حرکات اس کے علم میں نہ تھیں۔ اس لئے وہ اندازہ نہ لگا سکا کہ راہِ شباب میں آیا وہ زیادہ احتیاط سے چل رہا تھا یا تاجنا۔

تاجنا بے شک آوارہ لڑکی نہ تھی۔ مگر اس کے حالیہ رویہ اور آوارگی میں بہت تھوڑا فرق رہ گیا تھا۔ ایک قدم اِدھر سے اُدھر پڑنا تھا کہ اس کی نسائیت ختم ہو سکتی تھی۔

ایسے مسائل کا کوئی معقول حل سمجھ میں نہیں آتا۔ جنسی خیر و شر کے درمیان کوئی حدِ فاصل مستقل طور پہ رہنا چاہیئے۔ اپنی روایات کی بنا پہ ایک حد تو یہی ہے کہ مرد و عورت کا آزادانہ ارتباط نہ بڑھنے دیا جائے۔ دوسری صورت ہو سکتی ہے کہ شادیاں جلد ہو جایا کریں۔ مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ جلد ہی کی شادیوں کے نتیجے بھی جلد برآمد ہونے لگتے ہیں۔ ملک میں پہلے غلے کی ہر لحظہ کمی ہے۔ اگر ابتدائی عمر کی شادیوں کے باعث میں جلد جلد آبادی بڑھنے لگی (بلکہ کافی بڑھ چکی ہے) تو کھانے کو کہاں سے آئے گا۔

ایک دو روز تک رضی تاجنا کی وجہ سے متفکر سا رہا۔ وہ اس

بھی منکر ہوئی۔ تاجنا نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر وہ بری ہے تو عرفان کون سا اچھا ہے۔ وہ بھی تو رفعت پر مائل ہے۔

رضی ابھی تمام تر اپنے بھائی عرفان سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ یوں اسے عرصہ سے عرفان کے متعلق تشویش لاحق تھی۔

عرفان ایک تو لڑکا تھا بلکہ منہ پھٹ واقع ہوا تھا دوسرے اس نے زندگی کے کسی صحیح اصول پر اب تک غور نہیں کیا۔ اس پر عمل پیرا ہونا تو کجا۔

کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں ایک نہ ایک بات موجب پریشانی موجود نہ ہو۔

اتوار قریب آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رضی کی آتش شوق تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

آتش شوق محض نگار کی بار دیگر زیارت کے متعلق نہ تھی بلکہ اس کا تعلق اتوار کو ہونے والے کار آمد اجتماع سے بھی تھا۔ نیز نگار کی آمد کے تصور نے اس اجتماع میں رضی کے لئے زیادہ جان ڈال دی تھی۔

لیکن رضی نے دل میں غور کیا تو نگار کے خیال کو اس نے اپنے حافظہ میں آباد پایا۔ کیا تاجنا بھی اسی طرح سلجھے ہوئے اور بے عیب جذبات پسندیدگی کسی ہستی کے لئے رکھتی ہے؟ رضی نے خود سے سوال کیا۔ اور اسے نفی میں جواب ملا کیونکہ اگر تاجنا کسی ایک ہی ہستی کے اعلےٰ تصور کی پابند ہوتی تو عرفان کو علیحدہ علیحدہ اس کے دو چاہنے والوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا۔

"یہاں اقبال کیا یہ ممکن ہے کہ ———"

رضی خود بخود رک گیا۔

بات منہ سے نکلی پرائی ہوتی ہے۔ وہ شاید اپنے معاملات میں اقبال سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔

"دنیا میں ناممکن کوئی چیز نہیں۔ لیکن تمہارا ادھورا سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

اقبال نے مسکرا کر کہا۔

"میں یہ دریافت کر رہا تھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو ہستیوں کو چاہ سکے"

رضی نے کہا۔

"تم غلط آدمی سے یہ سوال کر رہے ہو۔ ایک تو میں اس دنیا کا آدمی نہیں۔ دوم یہ سب باتیں اناج کھانے کے بعد سوجھتی ہیں۔ اس لئے مقدم ہے کہ اناج زیادہ پیدا کرو۔"

اقبال نے کہا۔

"تمہارا مطلب یہ ہوا کہ زیادہ اناج پیدا کرو۔ پھر ڈٹ کر کھاؤ۔ اس کے بعد بے تحاشہ معاشقے کرو۔"

رضی نے ہنس کر کہا۔

"ہاں بھئی بقول چچا سعدی کے۔ ایک سال دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ یار لوگ عشق کرنا بھول گئے"

اقبال نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن اپنے ملک میں تو غلہ کی اتنی قلت کے باوجود خوب عشق ہوتے ہیں"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم کہیں عشق لڑا بیٹھے ہو کہ آج یہ بکواس لے بیٹھے ہو؟"

اقبال [illegible]

"نہیں تو۔ ویسے ہی دریافت کر رہا تھا۔"

رمنی نے جواب دیا۔ پھر بولا۔

"لیکن کیا تم مجھے اس معاملہ میں بھی مطمئن نہیں کر سکتے کہ اگر کسی شخص کو کسی لڑکی سے یا کسی لڑکی کو کسی شخص سے دلچسپی پیدا ہو جائے تو اس کا تمام تر تعلق نفس ہی سے ہوتا ہے۔"

"نفس بجائے خود بری چیز نہیں کیونکہ اس سے تمہارے قوا عقلی وابستہ ہیں اب اگر یہ نفس محض اسفل کی طرف جھکا ہو اسے وہ نفس امارہ ہے جو کسی طرح قابل تعریف نہیں۔"

اقبال نے جواب دیا۔

"میری تشفی نہیں ہوئی۔"

رمنی نے کہا۔

"اس کا میرے پاس علاج نہیں۔"

اقبال بولا۔

نہیں نگار کے مسئلہ کو میرے علاوہ کوئی اور حل نہیں کر سکتا لیکن میں بھی کتنا کم ظرف ہوں۔ نگار کی دید کو میں نے اپنے لئے ایک حادثہ کیوں بنا لیا ہے؟

رمنی دل میں سوچ رہا تھا۔

اس کے علاوہ نگار کی طبیعت و مزاج وغیرہ ابھی میرے سینہ راز میں ہیں۔ صرف اس کی ظاہری صورت پر مر مٹنا تو کوئی بات نہ ہوئی۔ دیکھا جائے تو وہ ندرت باجی سے اچھی نہیں۔

اب رمنی نے کچھ اس طرح سوچنا شروع کر دیا۔

"کیا تم مجھ سے فقط یہی کہنے آئے تھے کہ تمہیں کسی کی زلف کا سودا ہو گیا ہے یا ہوا جاتا ہے۔"

اسے خاموش پا کر اقبال بولا۔

"نہیں تو بلکہ میں تمہیں یہ اطلاع دینے آیا تھا کہ اتوار کو میرے مکان پر ایک چھوٹا سا اجتماع ہے جس میں تقریباً سب گھر ہی کی خواتین ہوں گی۔ افسوس اس جلسہ میں تم کو نہیں بلا سکوں گا۔"

رمنی نے کہا۔

"کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہم لوگ اپنے طور پر بھی گھر والوں کے درمیان اس چیز کی اہمیت کو پھیلائیں کہ ملک کی افتادہ زمینوں کو کام میں لانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ اناج زیادہ پیدا ہو سکے۔"

اقبال نے کہا۔

"ہمارے مکان کے اجتماع میں صرف ناظر کو میں نے مدعو کیا ہے کیونکہ اس کی بہن بھی آئے گی۔"

رمنی نے کہا۔

"کاش میری بھی کوئی بہن ہوتی۔ اس کا آسرا پکڑ کر میں بھی آ جاتا۔"

اقبال مسکرا کر بولا۔

"وطن کی لڑکیاں سب ہماری تمہاری بہنیں ہی تو ہیں۔"

رمنی نے کہا۔

"یہ صحیح ہے۔ اچھا کیا واقعی تم کسی بنت طناز کے ہاتھوں خود کو فروخت کر چکے ہو؟"

اقبال نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہماری زرعی مساعی سے اس مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں۔"

باب ۲۱

غرض رضی اپنے دل کی الجھن کو نہ تو خود سلجھا سکا اور نہ اس
باب میں کوئی بیرونی مدد لے سکا۔
کئی بار مجھے خود اس کو آگاہ کیا کہ نگار کے تصور کو اہمیت
نہ دے کیونکہ

راہ رویان محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بڑے سخت مقام آتے ہیں

خیر نگار اپنے حال میں خوش رہیں اور مجھے آزاد چھوڑ دیں۔
انھیں لازم نہیں ہے کہ اپنی باحیا و خوبصورت آنکھوں، تابناک
رخساروں اور مقناطیسی جسم کو لے کر میرے خیال میں آئیں۔
خیال کدہ تو صومعہ کی طرح پاک ہونا چاہیے۔ لیکن نگار صاحبہ
کا تصور بھی تو اتنا ہی پاک ہے۔ ایک پاک مقام کے اندر ہر پاک
وصاف انسان کو داخل ہونے کا حق ہے۔
رضی اپنے کمرے میں چت پڑا ہوا سوچ رہا تھا۔
اس کے سامنے دیوار پر اپنے ملک کا نقشہ آویزاں تھا۔ جس پر
صرف بڑے شہروں کے نام درج تھے لیکن پہاڑ۔ دریا، نہر اور
قابل کاشت زمین [illegible]

ان نشانات پر اس نے غور کرنا شروع کیا تو اسے ایک جگہ
کوئی چھوٹا سا کوہ آتش فشاں بھی نظر آیا۔ وہ چونکا اور یاد کرنے سے
اسے معلوم ہوا کہ اس کے ملک میں تو کوئی جوالا مکھی پہاڑ نہیں پھر
نقشہ پر کیسے نمایاں ہوگیا۔ معاذاللہ یہ جوالا مکھی تو خود انسان کا سینہ
تھا۔ خود رضی کا اپنا دل تھا اور اس کے دل میں نگار بیٹھی ہوئی
شعلہ فشانی کر رہی تھی۔
میں نگار کو اس اجتماع میں نہیں آنے دوں گا۔ باجی سے
کہوں گا کہ بیکار قسم کے لوگوں کو بلانے سے کیا فائدہ۔ خیر اگر نگار
آبھی گئی تو اسے لفٹ نہ دوں گا۔
"بھائی صاحب یہ ندرت باجی کے ہاں سے لفافہ
آیا ہے"
عرفان نے داخل ہو کر اس کے پلنگ پر لفافہ پھینک دیا اور
چلا گیا۔
رضی اس وقت اپنے ہی موڈ میں مگن تھا۔ اس
نے بے دلی سے اس نے لفافہ چاک کیا۔ اس میں سے ایک
کاغذ نکلا۔ اس میں یہ تحریر تھا۔
ندرت! کیا اتوار کو جلسہ نہیں ہے؟ اس روز کے
بعد سے نہ تو تم میرے پاس آئیں۔ نہ مجھے بلایا اور
نہ جلسہ کے ہونے یا التوا کی مجھے کوئی اطلاع
کی۔ آخر ہونا فرضی بیمار ہونے والے رضی
کی بہن ———

فقط نگار

rekhta

رضی ۔ تم عجیب آدمی ہو ۔ ہفتہ بھر سے غائب ہو ۔ کیا تم نے مجوزہ جلسہ ملتوی کر دیا ۔ مجھ سے اگر کم از کم کہہ تو جاتے ۔ اب میں نگار کو کیا جواب دوں ۔ تم سے سخت بازپرس کرتی ہوں ۔

ندرت

اس رقعہ کو پڑھ کر رضی اچھل پڑا اور جلدی سے اٹھ بیٹھا سبحان اللہ ۔ نگار صاحبہ کا خط کتنا پاکیزہ ہے ۔ لاحول و لاقوۃ میں نے بھی حماقت کی انتہا کر دی ۔ اپنے معنی جذبات کے زاویئے سے تو نگار کا خیال کرتا رہا مگر یہ بھول گیا کہ اس اچھی لڑکی کو بھی وطن سے بہایت محبت ہے اور وہ بھی ملک کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے ۔

ایک نگار ہی پر موقوف نہیں ۔ جب مرد و عورت کے سر میں صحیح طور پر سوچنے والا دماغ ہے وہ ملک و قوم کی فلاح ہی کو سب سے مقدم رکھے گا ۔ زیب و زینت کے ملبوسات ۔ سیر و تفریح ۔ سینما ۔ سنگار ۔ سیر گشت تو اب تک ہر خاص و عام کا شعار زندگی رہا ہے ۔ لیکن ان بدلے ہوئے حالات اور انقلابی دور زریں میں تو ہمیں وقت کے چیلنج کا جواب دینا ہے آخر رضی نیچے آیا ۔

عرفان کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا ۔

"عرفان اتوار کو اپنے مکان پر ایک چھوٹا سا اجتماع ہو گا جس میں ہم سب بیٹھ کر سوچیں گے کہ کس طرح زیادہ قطعات زمین کو قابل کاشت بنایا جائے ۔"

"تم بیٹھے ہوئے سوچتے رہو بھائی صاحب ۔ شیخ چلی کی قسم کے لوگوں کا یہی کام ہے"

عرفان نے اپنی عادت کے مطابق جواب دیا ۔

"کیا عرفان تمہیں مجھ سے اس طرح گفتگو کرنا چاہیئے !"

رضی نے کہا ۔

"میں نے کہا کیا ہے تم سے کہ خواہ مخواہ چیخنے لگے"

عرفان حسب معمول بولا ۔

"تم مجھے آپ سے تم کہنے لگے اب شاید چند روز بعد تو کہا کرو گے ۔"

رضی نے کہا ۔

عرفان خاموش ہو گیا پھر جانے لگا

"دیکھو میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خواتین وغیرہ جو نگار اپنے مکان پر جمع ہوں گی اس لئے اتوار کو تمہاری غیر حاضری سب کی نظر میں آئے گی اس سے حاضرین کو ممکن ہے یہ بدگمانی ہو کہ ہمارے گھر والوں کے تعلقات آپس میں اچھے نہیں ہیں"

رضی نے کہا ۔

"لیکن بھائی صاحب میں آپ کی مجلس میں کر دوں گا کیا ۔ کام کرنے والے سوچا نہیں کرتے"

عرفان نے کہا ۔

"اچھا ۔ اب تم مجھے بھی نصیحت کرنے لگے ۔ ہر کام سوچ سمجھ کر ہی کرنا چاہیئے ۔ خیر بہر حال تم اتوار کو مکان ہی پر رہنا ۔ پھر چاہے تھوڑی دیر بعد چلے جانا ۔"

رضی نے کہا ۔

باب ۲۲

رضی نے پہلے تو یہ چاہا تھا کہ عرفان سے یہ بھی کہہ دے کہ اتوار کو رفعت بھی آ رہی ہے۔ عرفان کو جلسہ میں بلانے کی یہ ترکیب کارگر رہے گی کیونکہ تاجنا سے رضی سن چکا تھا کہ عرفان رفعت کی طرف مائل ہے۔

عرفان اور رفعت کو جلسہ میں دیکھنے کے بعد رضی اپنے قیاس کے مطابق ان دونوں کے باہمی انجذاب کا پتہ لگانے لگا۔ اس سے تاجنا کے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

اتنا سوچنے کے بعد آخر رضی نے ندرت کے ہاں جانے کی تیاری شروع کی۔ کیونکہ اسے ایک طرف تو ندرت کو دوسری جانب نگار کو مطلع کرنا تھا کہ اتوار کو جلسہ ضرور ہو رہا ہے۔

مگر نگار نے مجھے فرضی بیمار ہونے والا رضی خوب لکھے حالانکہ انھیں سوچنا لازم تھا کہ بیماری کا ڈھونگ باجی سے میں نے نگار کے کپڑوں ہی کی خاطر رچایا تھا۔ بلکہ ان ہی کی خاطر بلاات کا بہانہ کیا تھا۔ افسوس میں انھیں ندرت باجی کے تیار کئے ہوئے کپڑوں میں نہ دیکھ سکا۔

رضی سوچ رہا تھا۔

"کہو بھئی تاجنا کیا ہو رہا ہے۔ ندرت باجی کہاں ہیں؟"

رضی نے ندرت کے ہاں پہنچ کر تاجنا سے دریافت کیا۔

"شان آپا کو معلوم ہو گا۔"

"اور شان کہاں ہیں؟"

رضی نے شان کے متعلق دریافت کیا۔

"اپنے کمرے میں ہوں گی۔"

تاجنا نے کہا۔

اس خدا کی بندی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اپنے بڑے بھائی کو بیٹھنے کے لئے کہتی۔

"امید ہے کہ اب تو تم نے اپنا دل درسی کتب میں لگا لیا ہو گا۔"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں امتحان کی خاطر پڑھنا ہی پڑتا ہے۔"

"محض امتحان کی خاطر؟ کیا تمھیں علم کے اندر اور کوئی کشش یا ندرت نظر نہیں آئی؟"

رضی نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ ندرت باجی سے دریافت کیجئے کیونکہ ان کا نام ندرت ہے۔"

تاجنا نے کہا۔

رضی ہنسنے لگا۔

"ماشاءاللہ ندرت لاکھوں میں ایک ہیں اور تحصیل علم کی بے حد شائق۔ یہی کیفیت کم و بیش شان کی بھی ہے۔"

رضی نے کہا۔

"جی ہاں پُرکشش تو فقط ایک میں ہی ہوں۔"

تاجنا بولی۔

رضی پھر بولا

اس نے کہا۔

"آپ بھی تو اس روز مجھے برا کہہ رہے تھے بھائی صاحب۔"

تاجنا نے کہا۔

"اب یہ تم اُلٹی چلنے لگیں۔ میں نے تمہیں برا نہیں کہا تھا۔ بلکہ اس چیز کی برائی تم پر آشکارا کی تھی جس کی طرف تمہارا رجحان نادانستہ ہو گیا تھا۔"

رضی نے کہا۔

تاجنا خاموش ہو گئی۔

"اچھا تاجنا بتاؤ اگر میٹھا گھیا یا تربوز تاڑ کے برابر اونچے درخت پر لگنے لگتے تو کیا ہوتا!"

رضی نے اس سے پوچھا۔

"آپ ہی کو معلوم ہو گا بھائی صاحب" "تم بھی اپنے گھرانے کی شجر کی ٹہنی پر ہی لگی ہوئی محفوظ ہو۔" "او ہو بھائی صاحب آداب۔"

شان نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ رضی اور تاجنا کا سلسلۂ گفتگو ٹوٹ گیا۔

"ندرت باجی کدھر اوپ ہو گئیں؟"

رضی نے شان سے دریافت کیا لیکن تاجنا درمیان میں بول پڑی۔

"نگار کے ہاں گئی ہوں گی۔ آج کل ان دونوں کی بڑی گٹھ جوڑ ہے۔"

"کیا بکواس ہے تاجنا؟"

شان نے اُسے ڈانٹا پھر رضی سے بولی۔

"وہ اور امی ذرا بازار تک گئی ہیں۔ بس اب آتی ہی ہوں گی۔ بیٹھئے نا۔"

یہ کہہ کر شان نے اُسے کرسی پیش کی۔

"اتوار کو آ رہی ہو نا ہمارے ہاں؟"

رضی نے اس سے دریافت کیا۔

"جی ہاں ضرور ـــ لیکن باجی آپ پر خفا ہو رہی تھیں کہ اتنے دن سے آکر آپ نے خبر تک نہیں لی۔"

شان نے کہا۔

"بھئی یہ باجی کی خفگی کا خوف مجھے نامعلوم کیا بنا دے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بار کیا بہانہ کروں۔"

رضی نے کہا۔

شان ہنسنے لگی۔

"تم بھی آؤ گی نا تاجنا ہمارے ہاں اتوار کو؟"

رضی نے تاجنا سے دریافت کیا۔

"کیوں کیا اتوار کو آپ کی منگنی ہے بھائی صاحب؟"

تاجنا بولی۔

"منگنی ہوتی تو کیا اس کے لئے میں خود گھر گھر بلاوا دیتا پھرتا۔ یہ کام تم لوگوں کے سپرد کرتا۔"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"تاجنا کے سپرد یہ کام کبھی نہ کیجئے گا ورنہ یہ دلہن والوں سے بھی جا کر لڑ آئے گی۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

[illegible]

تاجنا نے مسرت سے دریافت کیا۔

"نہیں بھئی۔ بلکہ ہمارے ہاں چند خواتین جمع ہو رہی ہیں تاکہ کچھ زرعی مسائل پر تبادلۂ خیال کریں۔"

رضی نے کہا۔

"مجھے اس درد سری سے دلچسپی نہیں"

تاجنا بولی۔

"کیا آپ نے اور دوسری خواتین کو بھی بلایا ہے بھائی صاحب"

شان نے دریافت کیا۔

"نہیں بھئی بس گھر کی تم سب ہو گی باہر والیوں میں سے نگار اور رفعت ہیں۔ مردوں میں سوائے رفعت کے بھائی ناظر کے باہر کا کوئی مرد نہ ہوگا۔"

رضی نے جواب دیا۔

"اچھا ناظر صاحب بھی آئیں گے۔"

شان نے پوچھا اور اسے کچھ مسرت سی ہوئی۔

"شان رات کو تمہیں ڈر تو نہیں لگا کرتا۔"

رضی نے دریافت کیا اور عین اس وقت دروازہ کھلا اور ندرت داخل ہوئی۔

"کہاں غائب تھے اتنے روز سے؟"

ندرت نے میز پر بنڈل رکھتے ہی دریافت کیا۔

"آپ کو تو کسی اسکول کی ہیڈ مسٹریس یا کالج کی پرنسپل ہونا چاہیے باجی"

رضی نے کہا۔

ندرت مسکرانے لگی۔

M-2495

باب ۲۳

اس گھر میں تین جوان لڑکیاں تھیں جن کا نگران کوئی مرد نہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ خود کو اکثر غیر محفوظ پاتی تھیں۔ تاجنا تو خیر آزاد طبع تھی۔ اگرچہ ابھی آوارگی سے دور تھی مگر اس کے پیچھے اکثر غنڈے پڑ جاتے تھے۔ ان غنڈوں کی پیشانی پہ لکھا ہوا نہ تھا۔ کہ یہ سماج دشمن عناصر ہیں کیونکہ وہ انگریزی لباس پہنتے تھے۔ انگریزی میں گفتگو کرتے تھے اور عام بول چال سے خود کو اچھا شہری ثابت کرنے کا دھوکا دیا کرتے تھے۔

ایسے ہی دھوکے باز اور مہذب غنڈوں سے تاجنا ایک دو بار فریب کھا گئی تھی۔ وہ تو غنیمت ہوا کہ ان کی صیدِ زبوں بننے سے وہ بال بال بچی اور اگر اس کی رستگاری کو فضیل عرفان نہ آتا تو وہ پھنسے بغیر نہ رہتی۔

مگر تاجنا اس باب میں عرفان کی ممنون ہونے کے بجائے الٹا اس سے بگڑ گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس شخص کو عرفان نے اس روز ایک کوچے میں پیٹا تھا وہ تاجنا پہ ہاتھ صاف کرنے کی نیت سے سر دست اس پہ کافی خرچ کر رہا تھا۔

رہی شان تو وہ جسم و حسن کے اعتبار سے اپنی چھوٹی بہن تاجنا سے زیادہ اچھی تھی اور اسی تناسب سے زیادہ دل پھینک نوجوانوں کے لئے

تھیں۔ اس کی پسند بالکل علیحدہ تھی اور اس پر تنہا اسی کا قبضہ تھا۔

شان جب کبھی باہر نکلتی پُرہوس نگاہوں کے لئے تماشہ بن جاتی۔ مگر وہ کسی کو منہ نہ لگاتی۔ سماجی کاموں کی بہت سی ایسی دکانیں جن کے اندر سوائے لہو و لعب کے کچھ نہ تھا اس کی منتظر رہتیں کہ وہ ان کی ممبر بن جائے مگر اس نے ان کی طرف رخ تک نہ کیا۔

بس جو اسے پسند آجاتا تو اس سے بات کر لیتی۔ مگر اس کی پسند کو تمام تر جیت لینا بہت دشوار تھی۔ یہ سعادت کسی قدر خوش قسمت ناظر ہی کے حصہ میں آئی تھی کہ شان اس سے مسکرا کر بات کر لیتی تھی اور ناظر کی غیبت میں کبھی کبھی اسے دھیان میں لے آتی تھی۔

مگر جب یہ دھیان بڑھنے لگتا یا زور پکڑ جاتا تو وہ پریشان سی ہو جاتی۔ پہلے اسے خود پر ہی غصہ آتا پھر غائب از نگاہ ناظر پر۔ مگر جب تھک کر اسے پھٹکارتی تو وہ خود کو بھی معاف کر دیتی اور ناظر کو بھی۔

پھر تو ناظر کی اس خوش نصیبی میں چار چاند لگنے کا واقعہ پھر بتایا جائے گا۔ اس وقت اپنے بھائی رضی کے اس سوال پہ وہ غور کر رہی تھی کہ آیا یہ تینوں بہنیں کسی نگراں کے نہ ہونے سے ہراساں تو نہیں رہتیں۔ مگر ندرت نے نمودار ہو کر اس سلسلہ کو توڑ ڈالا۔ اب رہی ندرت تو وہ آفت روزگار تھی۔

قد و قامت آفت کا مجموعہ اتمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

تاجنا تو خیر ویسے بھی خوبصورت لڑکی نہ تھی مگر شان دار شان کی جگمگاہٹ بھی ندرت کے جلوے کے آگے ماند تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر تمہیں کچھ نہ کرنا تھا تو اتوار کا اجتماع تم نے کیوں کیا تھا۔؟"

ندرت نے پھر غریب رضی کی ٹانگ لی۔

"ابھی میں شان سے یہی کہہ رہا تھا کہ ندرت باجی کے خوف سے مجھے اکثر حیلے تراشنے پڑتے ہیں"

رضی نے کہا۔

"حیلے تو تراشنے کی فکر میں رہتے ہو مگر اپنی جھوٹ بولنے کی عادت ترک نہیں کرتے"

ندرت نے کہا۔

"رضی بھائی جھوٹ تو نہیں بولتے باجی یہ تو غلط ہے"

شان نے رضی کی حمایت میں کہا۔

"تمہیں نہیں معلوم شان کہ یہ کس قدر پہنا نہ باز واقع ہوئے ہیں"

ندرت نے کہا۔

"عرفان بھائی سے زیادہ نہ ہوں گے"

تاجنا بھی بول لی۔

"تم خاموش رہو تاجنا۔ اٹھتے بیٹھتے عرفان کی برائی میں لگی رہتی ہو"

ندرت نے اس سے کہا۔

تاجنا خفگی سے چل دی۔

"تم کہتی ہو کہ رضی جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ اس قدر مکار

ندرت اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ رضی بیچ میں بول پڑا

"بس آپ کے ہمارے مراسم ختم۔"

"اچھا اچھا۔"

ندرت نے ہنس کر کہا۔

"کیا ہوا تھا نگار کے گھر والوں کو باجی۔۔؟"

بات ادھوری رہ جانے پر شان نے کرید کی۔

"کچھ نہیں۔

کچھ نہیں میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

ندرت نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو آمدم بر سر مطلب۔ تم نے اتوار کا اجتماع کیوں ملتوی کر دیا۔ بتاؤ؟"

ندرت نے کہا۔

"کس نے ملتوی کیا ہے۔ بات تو سنتی نہیں۔ خواہ مخواہ پیچھے پڑی جا رہی ہیں"

رضی نے کہا۔

"اب یہ تم بھی عرفان کی طرح بولنے لگے۔ کیوں؟"

ندرت نے کہا، رضی ہنسا۔

"ٹھیک تو ہے باجی۔ رضی بھائی یہی کہنے تو آئے ہیں کہ اتوار کو جلسہ ہو گا۔"

شان بولی۔ پھر کہنے لگی۔

"ان کے بلاوے کو سن کر تاجا کو ایک مزے دار مغالطہ ہوا۔ وہ سمجھیں کہ یہ اجتماع رضی بھائی کی منگنی کے سلسلہ میں ہے۔"

شان نے ہنس کر کہا۔

"کیوں رضی؟ حالانکہ جہاں تک میں سمجھتی ہوں قریب میں اس کے کوئی آثار نہیں۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"میری منگنی کے نام؟ یہ تو بہنوں کو معلوم ہونا چاہیے کیونکہ میری چاند سی دلہن کا شگن کا جوڑا لے کر وہی جائیں گی۔"

رضی نے کہا۔

"سورج سی دلہن نہیں؟"

شان مسکرا کر بولی۔

"ہاں شان۔ لوگ نہ معلوم کیوں چاند سی دلہن کہا کرتے ہیں حالانکہ چاند بالکل مردہ ستارہ ہے جس میں نہ پانی ہے نہ آگ نہ ہوا اور جس کو روسی روسیاہ کرنے والے ہیں۔"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"مگر سورج جیسی دلہن کی تاب بھی لے آؤ گے تم؟"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا تو رضی بھائی کون کون آئے گا کل۔ اتوار کل ہی تو ہے۔ میں اس لیے دریافت کر رہی ہوں کہ رفعت کے علاوہ میں نے اپنے کالج کی ایک لیکچرار کو بھی دعوت دے دی ہے۔ وہ آج بھی آنے والی تھی۔ ذرا دیکھئے کیا بجا ہے آپ کی گھڑی میں؟"

شان نے پوچھا۔

"پونے تین بجے ہیں۔"

رضی نے جواب دیا۔

"بس تو آیا ہی چاہتی ہے۔ یہی وقت دیا تھا اس نے۔ آپ کو

ڈرتے رہے ہیں"
شان نے کہا۔
"انھیں بھی کھلا چلو دو شان ۔ کل کے جلسہ کی دعوت دینے کے لئے میں انھیں عرشی کا قوقی روانہ کر رہی ہوں"
ندرت نے کہا۔ پھر رضی سے بولی۔
"لیکن خدا کے لئے اس روز کی طرح کبھی بس کی طرف اور کبھی ٹیکسی کی طرف لپک کر وقت ضائع نہ کرنا بلکہ جو سواری بافراغت جائے فوراً پکڑ لینا"
ندرت نے کہا۔
"میں اقبال کو جا کر پکڑتا ہوں ۔ وہ اپنی کار میں مجھے لے جائے گا اور لے آئے گا ۔ آپ نگار کو رقعہ لکھ دیجئے"
رضی نے کہا۔
"رقعہ کی کیا ضرورت ہے۔ زبانی دعوت دے آؤ اسے۔ اور ہاں جلسہ کا وقت تین بجے رکھنا"
ندرت نے کہا۔
"ہاں مگر آپ نگار کے نام رقعہ ضرور لکھ دیجئے۔ ان کے والدین مجھے کیا جانیں اور رقعہ بھی کھلا ہوا دیجئے۔ لفافہ میں نہ رکھئے"
رضی نے کہا۔
"ہاں تا کہ نگار کے والد کو یہ گمان نہ گذرے کہ کہیں نگار کے نام کے لفافہ میں تمہارا تو اشتیاق نامہ نہیں ہے"
ندرت نے مسکرا کر کہا اور رقعہ لکھنے بیٹھ گئی۔
عین اس وقت شان کی متوقع لیکچرار آ پہنچی۔

باب ۳

اس لیکچرار کا نام سیمیں تھا۔ بلند و بالا اور قد کی بلندی کے تناسب ہی سے بھرا ابھرا گداز بدن ۔ بڑی اور بھوری آنکھیں اور بھورا ہی رنگ دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی تھی اور اس کی باتوں میں بھی حلاوت تھی۔ بات کرنے سے پہلے اس کی آنکھیں مسکرانے لگتی تھیں۔ اسی طرح کسی ناگوار معاملہ یا خفگی کے موقعہ پر بھی سب سے پہلے اظہارِ ناراضگی کرنے لگتی تھیں۔
سیمیں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اگر اسے کچھ کہنا ہوتا تو صاف گفتگو پسند کرتی تھی ۔ چونکہ کالج میں لیکچرار تھی اس لئے بات چیت میں جھجک محسوس نہیں کرتی تھی ۔
سیمیں نے کچھ شاعرانہ طبیعت پائی تھی ، کچھ عمل پسند مزاج ـــــ حالانکہ دیکھا جائے تو یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں ، شاعرانہ طبیعت والا انسان کبھی باعمل نہیں ہوتا ۔ اسی طرح باعمل لوگ شعر و سخن سے مس نہیں رکھتے ۔ مگر سیمیں نامعلوم کیسے اس کلیہ سے مستثنیٰ ہو گئی تھی ۔
شعریت پسند ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں حسن پسندی بھی پیدا ہو گئی تھی اور عمل طینت کی مالک ہونے کے باعث ہر کام کے لئے تیار رہتی تھی ۔ چونکہ جسم صحت مند تھا اور اس صحت مند جسم کے اندر توانائی کافی تھی اس لئے کسی کام سے تھکنے کا نام نہیں لیتی تھی ۔
اس کی عمر پچیس سال کی ہو گی ۔ یعنی ندرت سے تقریباً تین سال اور رضی سے قریب قریب چار سال بڑی ہو گی مگر پھر بھی بایں قد بلند کم عمر نظر آتی تھی ۔
رضی نے تو اسے [illegible]

بہر طور بہت بھلی معلوم ہوئی۔ یہ محبت بہ نگاہ اولین، کا معاملہ نہ تھا اور نہ بھلی ہی نظر میں پسندیدگی کا قصہ۔ بلکہ فقط ایک بھلی سی چیز آنکھوں کے سامنے آگئی تھی تو ظاہر ہے کہ دیدۂ بینا کو بھلی ہی معلوم ہوتی۔

سیمیں نے بھی یہاں اپنی سہیلی شان کے علاوہ ایک تو کسی بہت خوبصورت لڑکی کو دیکھا۔ دوسرے کسی مرد کو بیٹھا ہوا پایا جو بالکل نوعمر سا تھا اور جس کا چہرہ جوانی و تندرستی کی برکت سے سرخ ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کے مضبوط قویٰ اور چوڑا سینہ بہت اچھا معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ حیلۂ حجاب کو درمیان میں لائے بغیر رضی کو دیکھنے لگی۔

"کہئے سیمیں صاحبہ۔ واقعی آپ تو بڑی پابند وقت نکلیں"

شان نے سیمیں کا خیر مقدم کرتے ہوئے دیکھا۔

شان و سیمیں میں ابھی پوری بے تکلفی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ سیمیں دراصل رفعن کی بے تکلف سہیلی اور رفعن شان کی پرانی سہیلی تھی چنانچہ سیمیں کا شان سے تعارف رفعن ہی کے ذریعہ ہوا تھا اور سیمیں نے شان کو بے حد پسند کیا تھا۔ اس کے بعد سے دونوں ملنے جلنے لگی تھیں۔

"پابندیٔ وقت عقلا کا شیوہ ہے۔ کیا آپ اسے پسند نہیں کرتیں؟"

سیمیں نے مسکرا کر دریافت کیا اور سب سے پہلے اس کی آنکھیں ہی مسکرائی تھیں۔

"جی ہاں بے حد پسند کرتی ہوں۔ اچھا پہلے تعارف ہو جائے"

شان نے کہا پھر ندرت و رضی سے بولی۔

"یہ میری اور رفعن کی سہیلی ہیں۔ ان کا نام سیمیں ہے اور ایک کالج میں یہ لیکچرار ہیں"

"اچھا یہ میری بڑی بہن ہیں ان کا نام ندرت ہے اور یہ بڑے بھائی ہیں۔ ان کا اسم گرامی رضی ہے"

شان نے ندرت و رضی کو سیمیں سے متعارف کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کی بڑی ہمشیرہ ہیں اور یہ بڑے بھائی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان دونوں میں بڑا کون ہے"

سیمیں نے کہا۔

"اچھا آپ بتایئے اندازہ لگا کر"

شان مسکرا کر بولی۔

"اب یہ دونوں اگر کھڑے ہو جائیں تو کچھ بتانے کی کوشش کر سکتی ہوں"

سیمیں نے کہا۔

"یعنی آپ ان دونوں کے قد و قامت کو دیکھ کر اندازہ لگائیں گی؟ تب تو دھوکا کھا جائیں گی کیونکہ رضی بھائی تو ماشاءاللہ دیو قامت ہیں۔ ندرت باجی تو ان کے آگے پدی نظر آئیں گی"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"سیمیں صاحبہ کو اندازہ لگانے دو۔ اٹھنا ذرا رضی"

ندرت مسکرا کر بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

ندرت کی فرمائش پر رضی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی سیمیں کی آشناپسند نگاہیں بھی رضی کے ساتھ ہی اونچی ہو گئیں اور وہ رضی کی جسامت و شجاعت کو بہ نظر استحسان دیکھنے لگی۔

"ماشاءاللہ بڑے قد و قامت کے انسان ہیں آپ کے بھائی"

سیمیں نے ستائش کے طور پر کہا۔

"اور ماشاءاللہ قد و قامت اور ڈیل ڈول آپ نے بھی خوب پایا ہے"

رضی نے مسکرا کر سیمیں سے کہا وہ بھی مسکرانے لگی اور ندرت نے

رضی کی طرف ترچھی نظروں سے دیکھا۔

"کتنے فٹ کا ہوگا آپ کا قد رضی بھائی؟"

شان نے دریافت کیا۔ ندرت و رضی واپس اپنی کرسیوں پر جا بیٹھے۔

"چھ فٹ سات انچ ہے۔"

رضی نے جواب دیا۔

"اور آپ کا سیمیں صاحبہ؟"

ندرت نے سیمیں سے دریافت کیا۔

"اس کے بعد میرے قد کی ناپ تول بے سود ہے۔"

سیمیں مسکرا کر بولی۔

"پھر تو آپ اندازہ نہ لگا سکیں کہ ان دونوں میں کون بڑا ہے۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں قد سے تو اندازہ نہ لگا سکی لیکن ایک بات سے قیاس قائم کر سکی ہوں کہ بڑی ندرت صاحبہ ہیں کیونکہ انھوں نے ابھی صرف رضی کہا تھا۔ رضی بھائی نہیں کہا تھا۔"

سیمیں نے کہا۔

ندرت اور رضی نے دل ہی دل میں سیمیں کی فراست کی داد دی۔

"اب میں انھیں ندرت باجی نہ کہوں گا فقط ندرت کہوں گا۔"

رضی بولا۔

"پھر کیا ہوگا۔ مجھے باجی کہنے والے ماشاءاللہ چار اور موجود ہیں۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"تو بندے کو بھی بھائی صاحب کہنے والے چار موجود ہیں۔ شان تم بھی مجھے رضی بھائی کے بجائے بھائی صاحب کہا کرو۔"

رضی نے کہا۔

سیمیں ہنسنے لگی۔

پھر بولی۔

"شاید ندرت صاحبہ اور رضی صاحب کی عمر میں بھی بہت تھوڑا فرق ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ مجھ سے فقط ایک سال چھوٹے ہیں۔"

ندرت بولی۔

"تب تو رضی صاحب اگر آپ کو باجی نہ کہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میری رائے میں باجی کہلانے کے لئے کم از کم تین چار سال کا فرق ہونا چاہیے۔"

سیمیں نے کہا۔

پھر اس نے دریافت کیا۔

"آپ کتنے بھائی بہن ہیں؟"

"چار بہنیں دو بھائی۔ ہماری سب سے بڑی بہن ندرت باجی ہی ہیں۔"

شان نے جواب دیا۔

"مگر ندرت صاحبہ تو خود ابھی لڑکی ہیں اور ماشاءاللہ بہت خوبصورت۔ بڑی حسین۔"

سیمیں مسکرا کر بولی۔

"آپ ان کا دماغ اور عرش پر پہنچا رہی ہیں سیمیں صاحبہ۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا تم عرش کالونی جا رہے ہو یا یہیں جمے ہوئے بیٹھے رہو گے؟"

ندرت نے رضی سے کہا۔

"کیا میری وجہ سے آپ کے کسی پروگرام میں خلل ہوا۔ اچھا تو میں اب اجازت چاہتی ہوں پھر کبھی آؤں گی۔ اب تو آپ سب سے تعارف ہو گیا۔"

سیمیں نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ ہمارا کوئی پروگرام نہ تھا۔ آپ بے تکلف تشریف رکھیں"

تینوں نے سیمیں سے کہا۔

وہ پھر بیٹھ گئی۔

"ندرت رضی کو میں عرش کالونی بھیج رہی ہوں کیونکہ کل ہم ایک چھوٹی سی میٹنگ کر رہے ہیں"

ندرت نے کہا۔

"کوئی شعر و ادب کا جلسہ ہو گا؟"

سیمیں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ اس کے برعکس بہت ثقیل و خشک موضوع پر میٹنگ ہو رہی ہے۔ جس میں ہل۔ زمین۔ خون اور پسینہ زیر بحث آئیں گے۔ ندرت باجی ہم سیمیں صاحبہ کو بھی اپنے نظریات سے کیوں نہ باخبر کر دیں۔ ممکن ہے ہمارے کاموں میں یہ بھی معاون ثابت ہوں"

رضی نے کہا۔

"کاموں سے مجھے بھی دلچسپی ہے۔ کیا میں معلوم کر سکتی ہوں کہ آپ کے نظریات کیا ہیں؟"

سیمیں نے دریافت کیا۔ چنانچہ ندرت نے جستہ جستہ وطن میں کاشتکاری کی تحریک کو تیزی سے چلانا اور عوام کو بنیادی جمہوریت کے مفہوم سے روشناس کرانا وغیرہ وغیرہ کا پروگرام بتا دیا۔

سیمیں ان تحریکات کو سن کر بہت خوش ہوئی۔

"افسوس کل تو میں آپ کے اجتماع میں شرکت نہ کر سکوں گی لیکن آپ کے پروگراموں کو نہ صرف میری تائید حاصل ہے بلکہ میں خود کو بھی پیش کرتی ہوں۔ آئندہ ملاقات پر اس نظام عمل میں شامل ہو جاؤں گی۔"

سیمیں نے کہا۔

اس کے بعد ندرت سیمیں سے ایک دو منٹ کی معذرت کر کے رضی کو رقعہ دینے کے لئے اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں لے گئی۔

"سیمیں سے معاشقہ فرماتے ہی بیٹھ گئے آپ۔ چلنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے"

ندرت نے رضی کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی غضب ہی کرتی ہیں باجی۔ میں اس معاملہ میں بڑا سخت دل انسان ہوں یاد رکھئے۔"

رضی نے کہا۔

ندرت مسکراتی ہوئی واپس سیمیں کے کمرے میں آ گئی۔ مگر رضی کے چلے جانے کے بعد سیمیں اپنی نگاہوں میں ویرانی سی محسوس کر رہی تھی۔

باب ۲۵

یہاں سے رخصت ہو کر رضی نے اقبال کے مکان کا رُخ کیا کیونکہ بس یا ٹیکسی کا ہاتھ لگنا مشکل تھا۔ چار ویسے ہی بج چکے تھے۔ رضی کا ارادہ تین ہی بجے عرش کالونی روانہ ہو جانے کا تھا لیکن ندرت کے پاس یہیں آ بیٹھی تھی جسے دیکھنے اور جس کی باتیں سننے کے لئے رضی کو رک جانا پڑا تھا۔

ندرت نے صرف مذاق ہی میں کہا تھا کہ یہیں کا نظارہ کرنے کے لئے رضی اتنی دیر تک بیٹھا رہا تھا۔ اگر رضی کے تخیل پر معصوم صورت حسین نگار اپنا نقش نہ بٹھا گئی ہوتی تو شاید رضی آج یہیں کو دل کی آنکھوں سے دیکھنے سے باز نہ رہتا۔

رضی اس وقت اقبال کے مکان پر جا تو رہا تھا مگر اسے ایک خطرہ یہ تھا کہ اقبال کہیں باہر نہ نکل گیا ہو۔ حالانکہ اقبال کہیں زیادہ آنے جانے کا عادی نہ تھا اور دولت مند ہوتے ہوئے بھی عیش و عشرت کا غلام ہو جانے سے دور تھا۔ بس یا تو اپنے کاروبار میں مصروف رہتا یا قومی کاموں میں دلچسپی لیتا تھا۔

شکر ہے اقبال مکان ہی پر مل گیا مگر کہیں باہر جانے والا تھا۔

"میں آج تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا اقبال۔ اس روز تم مجھے پکڑنے گئے تھے آج میں تمہیں پکڑ کر لے جانا چاہتا ہوں"

رضی نے اقبال سے کہا

"لیکن رضی مجھے پانچ بجے ایک جگہ پہنچنا ہے۔ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"

اقبال نے دریافت کیا۔

"وہی عرش کالونی۔ لیکن تمہیں اگر کوئی ضروری کام ہے تو جاؤ۔ مجھے ٹیکسی کے انتظار میں ذرا وقت ضائع کرنا پڑے گا۔"

رضی نے کہا۔

"جن لوگوں کے پاس تم عرش کالونی جایا کرتے ہو انہیں اپنے اتنے بڑے مکان کا کوئی حصہ کیوں نہیں دے دیتے"

اقبال نے کہا۔

"بھئی ان لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ وہاں میری ہمشیرہ کی ایک سہیلی رہتی ہے جسے کل کے اجتماع کی اطلاع کرنا ہے کہ ہمارے یہاں آ جائے۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا کل تمہارے یہاں اسی نظام کے سلسلہ کی کوئی میٹنگ

ہے۔ تب تو چلو تمہیں لے چلتا ہوں۔ اس مقصد کے لئے جب کبھی میری کار کی ضرورت پیش آئے بلا تکلف اسے کام میں لا سکتے ہو۔"

اقبال نے کہا۔

رضی نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"اچھا چند منٹ رکو۔ چائے پیتے چلو۔"

اقبال نے کہا۔

"نہیں دیر ہو جائے گی۔ دور جانا ہے۔ بس چلے چلو۔"

رضی نے کہا۔

آخر چند منٹ بعد دونوں روانہ ہوئے۔

ابر چھایا ہوا تھا۔ ہر لمحہ خطرہ تھا کہ بارش ہونے لگے گی۔ مگر چونکہ ہوا بھی تیز چل رہی تھی اس لئے امکان تھا کہ بادلوں کو اڑا لے جائے گی۔

کراچی کی گندی سڑکیں اور ان سے بھی زیادہ گندے گلی کوچے مارشل لا کے خوف سے ذرا صاف نظر آنے لگے تھے مگر مارشل لا جوں ہی ذرا ڈھیلا ہوا تھا تو پھر ہر طرف وہی گندگی اور اس کے انبار نظر آنے لگے تھے گویا وہ خود شہریوں کی گندی ذہنیت کے شاہکار تھے۔

اور یہ صرف گلی کوچوں اور سڑکوں کی گندگی ہی پر موقوف نہ تھا۔ بلکہ بگڑے ہوئے دماغ۔ تربیت نا یافتہ ذہنیتیں اور ہر اچھی قدروں سے انحراف کرنے والی سیاہ روحیں پھر دوبارہ اپنے سیاہ افعال کی مرتکب ہونے لگی تھیں۔ وہی قتل۔ وہ چوریاں، ڈاکہ زنی وہ اغوا کی گرم بازاری، وہی بلیک مارکیٹ۔

"دیکھنا اقبال۔ وہ چھوٹا سا لڑکا کیا غنڈوں کی سی حرکات کر رہا ہے۔"

راہ میں رضی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی کر سکتا ہے اور اسے یہی کرنا چاہئے۔ گندے پانی میں کیڑے ہی پیدا ہوں گے حیاتین نہیں۔"

اقبال نے کہا۔

"ہاں حیاتین کے بجائے شیاطین۔"

رضی نے کہا۔

"دراصل ہماری شہریت کو سنورنے میں ابھی بیس پچیس سال لگیں گے۔"

اقبال نے کہا۔

"بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ مستقبل قریب میں قوم کا جہل رفع ہونے کی کوئی توقع نہیں۔ قوم کے سنورنے یا بگڑنے کا دار و مدار آنے والی نسلوں پر ہوتا ہے اور آنے والی نسلوں کا ایک معمولی سا نمونہ وہ لڑکا تھا جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا تھا۔"

رضی نے کہا۔

"ہاں لیکن رضی عوام کے بیچارے بچے پڑھیں کس طرح۔ ایک تو تعلیم مہنگی۔ قوم میں پہلے ہی کافی افلاس موجود ہے۔ چنانچہ غریب غربا اور پوری قوم ان ہی لوگوں پر مشتمل ہے اپنے بچوں کو صغیر سنی ہی سے محنت مزدوری یا دوسرے پیشوں پر لگا دیتے ہیں تاکہ کچھ روٹیاں چل سکیں۔ اس صورت میں ان کے بچے کیا تعلیم حاصل

اقبال نے کہا۔

"اگر چاہے تو ہمارے ہاں کا سرمایہ دار طبقہ محلے دار ایسے بچوں کے لیے شبینہ اسکول کھول سکتا ہے۔"

رضی نے کہا۔

"مگر وہ چاہے کیوں۔ وہ تو پہلے ہی شہریت کا سب سے بڑا مجرم ہے۔"

اقبال نے کہا۔

"اچھا اقبال یہ بتاؤ کہ تم جو رفاہی و قومی کاموں میں وقت اور روپیہ صرف کرتے ہو تو کیا اس پہ تمہارے والد اور بھائی وغیرہ چڑتے نہیں؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"میں اس معاملہ میں بھائیوں کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ اپنا علیحدہ ذمہ دارانہ کاروبار رکھتا ہوں۔ ہاں البتہ والد خفا ہوتے ہیں۔"

اقبال نے کہا۔

"منع کرتے ہوں گے کہ روپیہ برباد نہ کرو؟"

رضی نے پوچھا۔

"ہاں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بڑا جتن کر کے اتنا روپیہ کمایا اور تم اس طرح صرف کر رہے ہو۔ کہنے لگے کہ تم بہت سست رفتاری سے روپیہ میں اضافہ کر رہے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ آپ نے بلیک مارکیٹ اور اسمگلنگ وغیرہ کے ذریعہ روپیہ کمایا مگر یہ ہتھکنڈے اب بوسیدہ ہو چکے تھے پھر وہ حکومت نہ رہی جو ان افعال شنیعہ کی سرپرست تھی۔ اب تو قوم کے اندر ایک نیا خون دوڑایا گیا ہے۔ اگر اس خون کو ہم نے ضائع کر دیا۔ تو جسم

سوکھ کر رہ جائے گا۔"

اقبال نے جواب دیا۔

"اچھا تم نے باوجود اتنی مقدرت کے اب تک شادی کیوں نہیں کی۔ کیا عمر ہو گی تمہاری؟"

رضی نے سوال کیا۔

"ستائیس اٹھائیس سال کا ہو چکا ہوں۔"

"اور تم مجھ سے سات آٹھ سال بڑے ہو۔"

رضی نے کہا۔

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ رہی شادی کی مقدرت تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمارے سماج میں شادیاں بربنائے مقدرت و استطاعت ہوتی ہیں۔ نہیں اس کے برعکس ہمارے ہاں ہزاروں لاکھوں شادیاں عالم افلاس میں رچائی جاتی ہیں۔ اس قوم کے اندر یارائے ضبط نفس نہیں۔ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو ضبط کرنے میں بے حد ناکام ہے۔ بس اسے تو جلد بیاہ شادی کر کے ایک افلاس کو دوسرے افلاس سے ضرب دینا خوب آتا ہے۔"

اقبال نے کہا۔

رضی ہنسا۔

"لیکن اقبال میں یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کسی لڑکی کا تصور تم پہ کبھی غالب آ ہی نہ سکا۔"

رضی نے کہا۔

"اس معاملہ میں تمہارا خود کے متعلق کیا خیال ہے؟"

اقبال نے مسکرا کر رضی سے پوچھا۔

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

رضی بولا۔

"تمھارے سوال کا جواب بس اتنا ہے کہ جس لڑکی کو میں چاہتا تھا وہ میری نہ ہو سکی۔"

اقبال نے کہا۔

"اچھا! یہ تو بُرا ہوا۔ میں ذرا تفصیل سے سننا چاہتا ہوں"

رضی نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری"

اقبال نے کہا۔

"تاہم کچھ تو بتاؤ"

رضی نے اصرار کیا۔

"اب کچھ کہنے سے کیا فائدہ۔ اس بات کو تین سال ہو گئے۔"

اقبال نے کہا۔

"کیا اس لڑکی کے دل میں بھی تمھارا خیال تھا؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"میں کسی کا خیال دل میں ہونا اور چاہت وغیرہ کا مفہوم دراصل اب سمجھا ہوں۔ اس قسم کے جذبات میں کوئی استقرار نہیں ہوتی بلکہ ایک طغیانی سی ہوتی ہے جیسے دریا چڑھا اور اتر گیا۔"

اقبال نے کہا۔

رضی سوچنے لگا۔ اس کی چھوٹی سی زندگی ایسے تجربات سے یکسر خالی تھی۔ مگر اپنے نئے رجحان کا جائزہ لینے پر اس نے کچھ ایسا اندازہ لگایا کہ نگار کے باب میں اس کے دل کے اندر طغیانی نہ تھی بلکہ ایک لہر یا موج تھی سمندر میں موج ہمیشہ اٹھتی ہی رہتی ہے حتیٰ کہ ساکن سمندر ...

باب ۲۶

مگر یہ رضی کا طفلانہ خیال تھا۔ فطرت میں بیتابی ہوتی ہے کیونکہ وہ دریا کی بیتابی ہی تو ہے جو بشکل موج ہم دیکھتے ہیں۔ بقول شاعر۔

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

چنانچہ رضی کے دل میں بھی جو آج کل نگار کی ایک لہر پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس کی جوانی۔ نفس۔ تندرستی و تجرد ہی کے نتیجہ میں تھی۔ یہی لہر بڑھ کر موج میں منتقل ہو سکتی تھی۔ اور اقبال کے سانحۂ محبت کی طرح اگر اس موج کو بھی سر پھوڑتے رہنا ہی مقدر ہو گیا تو یہی طغیانی بھی بن سکتی تھی۔

اقبال کی یہ موج طغیانی یوں نہ بن سکی تھی کہ وہ بہت زیادہ تند و تیز انسان واقع نہ ہوا تھا مگر اس کے برعکس رضی تو صحت مجسم تھا۔

آخر تھوڑی دیر بعد دونوں عرش کالونی پہنچ گئے۔ پھر نمبر وغیرہ تلاش کر کے نگار کے مکان کے سامنے جا کر کار روک دی۔ انھیں برآمدے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ ان

خارج معلوم ہوتا تھا۔ اس کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ چہرے سے بارِ وقار معلوم ہو رہا تھا اور اس کی صحت بھی اچھی تھی۔

اس کے برعکس دوسرا شخص مریل اور بدقطع سا تھا۔ الجھی ہوئی داڑھی۔ گندے سے بال، سر پر میلی سی ٹوپی جس کے اصل رنگ کا پتہ نہیں چلتا تھا کیونکہ میل کی وجہ سے اس کا کوئی رنگ نہ رہا تھا۔ اس شخص کی شیروانی بھی ایسی ہی تھی جس کے بٹن غلط سوراخوں میں لگے ہوئے تھے۔ یعنی کوئی اونچا کوئی نیچا۔

اسی طرح اس شخص کا ایک پائنچہ اونچا تھا ایک نیچا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی بیاض سی تھی اور وہ کرسی پر سکڑا سکڑایا بیٹھا ہوا تھا۔

رضی و اقبال اجازت لے کر کمرے میں آئے اور انھوں نے سلام کیا۔ کرسی میں دراز شخص نے نظر اٹھا کر انھیں دیکھا اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کیا مگر بے تکے شخص نے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ کچھ گنگناتا رہا جیسے اس پر نشۂ شعر طاری ہو۔

"میرا نام رضی ہے اور میں ندرت کا بھائی ہوں۔ یہ میرے دوست اقبال ہیں۔"

رضی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔ آیئے۔ ندرت کو ساتھ نہیں لیتے آئے؟"

ادھیڑ عمر والے وجیہ آدمی نے کہا۔

"وہ کام میں مصروف تھیں۔ انھوں نے نگار صاحبہ کے نام یہ رقعہ روانہ کیا ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو شاید آپ ہی نگار صاحبہ کے والد صاحب ہیں۔"

رضی نے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ تشریف رکھیے نا۔ ماشاء اللہ آپ کتنے قد آور نوجوان ہیں۔ میں نے ندرت کے اور بھائی بہنوں کو اب تک دیکھا ہی نہیں۔"

نگار کے والد نے کہا۔

"کبھی غریب خانہ پر تشریف لایئے۔ ہماری عزت افزائی ہوگی۔"

رضی نے کہا۔

"اماں خان صاحب کیا شعر ہوا ہے سنئے۔"

بے تکے شخص نے ایک دم کھنکار کر کہا پھر زبردستی یہ شعر سنایا

ان کی باتوں پہ آ گیا تھا دل
دور تھی ورنہ یہ ابھی منزل

اس شعر پر اقبال نے تو کوئی توجہ نہیں کی مگر رضی کے کان کھڑے ہو گئے۔ اُسے یہ شعر پسند آیا۔

"چپ رہیے خطا صاحب۔ مجھے مہمانوں سے بات کرنے دیجئے۔"

نگار کے والد نے شاعر کو خاموش کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا آپ کا تخلص خطا ہے؟"

اقبال نے شاعر سے کہا۔

"آپ کو اس سے کیا۔ جب جانوں کہ کوئی مصرعہ ہی ایسا کہہ دیجئے جس میں لفظ خطا آیا ہو۔"

خطا نے خواہ مخواہ بھنا کر کہا۔

"سعدی کے اس مصرعہ کے متعلق کیا خیال ہے۔ دیکھیے اس میں لفظ خطا موجود ہے۔"

اقبال نے کہا اور سعدی کا یہ مصرعہ پڑھا۔

خطا در گذار و صوابم نما

"بہت برجستہ سعدی کا یہ مصرعہ یاد آیا آپ کو۔ خطا صاحب کا منہ بند ہو گیا۔"

نگار کے والد نے ہنس کر کہا پھر اقبال سے دریافت کیا۔

"کیا آپ بھی شاعر ہیں؟"

"جی نہیں قبلہ۔ میرا پیشہ تو تجارت ہے"

اقبال نے جواب دیا۔

"اقبال صاحب باوجود صاحب ثروت ہونے کے بہت محبِ وطن واقع ہوئے ہیں۔"

رمنی نے نگار کے والد سے اقبال کی مزید توصیف کرتے ہوئے کہا۔

"رمنی مجھے کانٹوں میں نہ گھسیٹو"

اقبال نے شکوہ کے طور پر کہا۔

خطا صاحب نے پھر بحرِ تفکر سے سر اٹھایا۔

مجھ کو کانٹوں میں مت گھسیٹو تم
جسم میرا لہو لہان کیوں ہو

خطا نے پھر شعر کھینچ مارا۔

"معاف کیجئے خطا صاحب یہ شعر آپ کا بالکل مہمل ہے۔ بلکہ یہ شعر ہی نہیں ہے"

اقبال نے کہا۔

مگر خطا صاحب تو بحرِ سخن میں غوطہ لگا چکے تھے۔

"ندرت باجی کا یہ رقعہ براہِ کرم نگار صاحبہ کو پہنچا دیجئے۔ اور ہم بھی اب تخفیفِ تصدیع چاہتے ہیں"

رمنی نے کہا۔

"اچھا سنئے نوجوان اب بھی برائی اردو ..."

نگار کے والد نے مسکرا کر کہا۔ پھر رقعہ پر ایک نظر ڈالی اور معذرت کر کے اندر چلے گئے۔

خطا صاحب نے پھر سر اٹھایا اور ایک شعر پھر داغ دیا۔

کیسی کیسی گھٹائیں اٹھتی ہیں
کیسی کیسی بلائیں اٹھتی ہیں

مگر دونوں میں سے کسی نے انھیں داد عطا نہیں کی۔ خطا بدستور فکرِ سخن میں مصروف رہا۔

چند منٹ بعد نگار کے والد باہر آ گئے۔

"ڈرائیور بیمار ہے۔ اگر کل آ گیا تو نگار ندرت کے پاس پہنچ جائے گی"

نگار کے والد نے کہا۔

"ڈاکٹر کے ڈرائیور کو اچھا ہونے کیا دیر لگتی ہے؟"

رمنی نے مسکرا کر کہا۔

"امید تو ہے کہ وہ کل آ جائے گا"

نگار کے والد بولے۔

"بہتر ہے۔ اچھا اب اجازت دیجئے"

رمنی نے کہا۔

"بیٹھیے آپ کے پاس کار ہے۔ ایسی کیا جلدی ہے۔ چائے آ رہی ہے"

نگار کے والد نے کہا۔

"یہ کار اقبال صاحب کی ہے"

رمنی نے نگار کے والد کی اصلاحِ خیال کرتے ہوئے کہا۔

"میاں خطا چائے آ رہی ہے ہوشیار ہو جاؤ"

نگار کے والد نے خطا سے کہا۔

وہ بولا۔

چائے آتی ہے پان کٹتے ہیں
ہم جو گھر تیرے جان آتے ہیں

"اس شعر میں بھی حضرت "جو گھر" کا ٹکڑا سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔"

اقبال نے پھر خطا صاحب کی ٹانگ لی۔

"اماں کبھی خود تم نے بھی عمر میں کوئی مصرعہ موزوں کیا ہے کہ اساتذہ فن سے الجھ رہے ہو۔"

خطا نے بگڑ کر کہا۔

"خطا یہ کیا بکواس ہے۔ اگر میرے مہمان سے گستاخی سے پیش آئے تو کبھی مکان میں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔"

نگار کے والد نے خطا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ وہ پھر عالم استغراق میں چلا گیا۔ لیکن چائے کی پیالیوں کی آواز سنتے ہی چونک اٹھا۔

اگر یہ چائے نگار صاحبہ نے خود بنائی ہے تو بڑی پرکیف ہو گی مگر وہ کیوں بنانے لگیں۔ کل آئیں گی میرے مکان پر تو میں اپنے ہاتھ سے انہیں چائے پیش کروں گا اور ہر طرح ان کی تواضع کرتا رہوں گا۔ لیکن یہ کس طرح ممکن ہے ندرت باجی مجھے کھا جائیں گی۔ رضی سوچ رہا تھا۔

"یہ چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر کیا تم بھی فکر سخن میں محو ہو گئے۔"

اس کی بیخودی پر اقبال نے مسکرا کر کہا۔

رضی چونک اٹھا اور [illegible] چائے پینے لگا۔

باب ۲۷

نگار کا بنگلہ بہت خوش نما اور ہوادار تھا۔ اس کے ایک طرف سبز مخملیں گھاس کا وسیع تختہ تھا جس کے حاشیوں اور کناروں پر گلہائے رنگا رنگ کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی شادابی کو دیکھ کر رضی نے ایسا محسوس کیا گویا ان کی تازگی اور رنگت میں نگار کے رخسار کا عکس ہے۔

بنگلے کے دوسری طرف نگار کا مطب تھا۔ چونکہ ساڑھے پانچ بج چکے تھے تو اس کے مطب کا وقت ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے مطب کا اگر وقت بھی نہ ہوتا تب بھی مہمان نوازی کے سلسلہ میں اس کا رضی و اقبال کی طرف آنا کوئی ضروری نہ تھا کیونکہ گھر کے سرپرست اس فرض کو انجام دینے کے لئے وہاں موجود تھے۔

اب رضی صرف بیمار بن کر ہی نگار کے مطب میں قدم رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کی فرضی بیماری کا ایک بار بھرم کھل چکا تھا اور اس کا تماشہ ندرت کے ساتھ نگار بھی دیکھ چکی تھی۔

"آپ کے زمانہ میں قبضہ زمینوں کا کیا انتظام تھا۔"

چائے کے دوران میں اقبال نے نگار کے والد سے دریافت کیا۔

"میرا زمانہ اتنا پرانا نہیں ہے۔ مگر ہاں تیس چالیس سال پہلے کی بات کہتا ہوں کہ زمینوں پر زمینداروں کا مالکانہ قبضہ تھا اور زمینداروں پر انگریزوں کا تسلط تھا جو ہمارا [illegible]

تھا۔"

نگار کے والد نے جواب دیا۔

"جی ہاں اس برصغیر میں اناج کا سب سے بڑا انگریز ایجنٹ رلی برادرس تھا جس کے خلاف ملک کے سپوتوں نے جو نظم لکھی تھی۔ اس کا ایک مصرعہ مجھے اب تک یاد ہے۔"

اقبال نے کہا اور یہ مصرعہ سنایا۔

کھینچ کر رالی برادرس دانہ دانہ لے گئی

اس مصرعہ کو سن کر خطا صاحب کھلکھلا کے اور فی البدیہہ دوسرا مصرعہ چسپاں کر دیا۔

اور مرے محبوب کو مرغی و غازہ دے گیا۔

"انگریز نے زمین کا نظام عین اپنے مفاد کے مطابق بنایا تھا اور وہ نظام اب تک یہاں چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس ملک کی قسمت پلٹی اور انقلابی حکومت نے زمیندار کے پیٹ میں سے لاکھوں ایکڑ نکال کر کسانوں میں تقسیم کر دی۔"

نگار کے والد نے کہا۔

"اچھا رضی چلنا چاہیے۔ اجازت دیجئے حضرت۔"

اقبال نے کہا۔

"آتے رہا کرو بیٹے تم لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

نگار کے والد نے کہا۔

رضی و اقبال سلام کر کے رخصت ہوئے۔

گہرا ابر ہو رہا تھا اور تیز ہوا چل رہی تھی اس کی وجہ سے ہر طرف گرد و غبار پھیلا ہوا تھا جو صرف بارش ہی سے دب سکتا تھا۔ سڑک پر بسوں اور ٹرک وغیرہ کی وجہ سے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ اقبال کو بہت آہستہ کار چلانا پڑ رہی تھی۔

"میاں اس سڑک کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ ذرا چکر تو کھانا پڑے گا سرینا کے راستے سے چلو۔"

رضی نے کہا۔

سرینا ایک گاؤں کا نام تھا جو شہر سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر تھا۔

چنانچہ اقبال نے بس والی سڑک کو چھوڑ دیا۔ اور سرینا والی روڈ پکڑ لی۔ راستہ صاف آ جانے کے بعد اقبال نے کار تیز کر دی مگر ایک دو میل طے کرنے کے بعد سڑک پر منتشر مویشیوں کی قطار مل گئی کیونکہ کار اس وقت سرینا کے نواح سے گذر رہی تھی۔

ایک جگہ تو اس قدر مویشی اکھٹے ہو گئے تھے کہ اقبال کو کار روک دینا پڑی۔

"لاحول ولا قوۃ۔ گائے بھینسوں بیلوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا۔"

اقبال نے کہا۔

"یہ اتنے مویشی آ کہاں سے گئے۔ میں تو سمجھا ہوا تھا کہ وہ سب ہمارے پیٹوں میں جا چکے۔"

رضی نے کہا۔

"رضی رضی ذرا دیکھنا۔"

اقبال جلدی سے بولا۔ کار کے قریب سے ایک سولہ سترہ سال کی لڑکی گذر رہی تھی جس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا بڑا سا ڈول تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے ڈوپٹے کے آنچل اور بالوں کو سنبھالتی جا رہی تھی جو تند ہوا سے بار بار منتشر ہوئے جا رہے تھے۔

اگرچہ گرد و غبار اس لڑکی کے چہرے پر جما ہوا تھا مگر پھر بھی اس کے بھورے اور قدرے سرخ رخسار کافی خوبصورت نظر آ رہے تھے گویا گرد و غبار نے اس کے رخ پر غازے کا کام کیا تھا۔ اس طرح اس کی بڑی بڑی آنکھیں کبھی ہوا کے تھپیڑے سے آدھی بند ہو جاتی تھیں پھر کھل جاتی تھیں اس سے وہ اور بھی دلکش معلوم ہونے لگتی تھیں۔

"یہ لڑکی کتنی خوبصورت ہے"

اقبال نے رضی سے کہا اس کے بعد کار سے اترا اور مسکراتا ہوا لڑکی کے پاس پہنچا۔

"تمہیں ڈول لے جانے میں تکلیف ہو رہی ہے لاؤ میں لے چلوں اسے۔ کہاں تک جانا ہے تمہیں؟"

اقبال نے اس سے کہا۔

لڑکی واقعی لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔

"بس جی گھر پاس آ گیا اب"

لڑکی نے اس کا شکریہ ادا کئے بغیر کہا۔ وہ شاید سریا کی بستی ہی میں رہتی تھی۔

اقبال واپس کار میں آ بیٹھا۔

"تم نے اس سے کہا ہوگا لاؤ ڈول میں لے چلوں؟"

رضی نے مسکرا کر اقبال سے دریافت کیا۔

"ہاں مگر اس نے میری خدمت کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

اقبال نے جواب دیا۔

"اچھا ہی ہوا۔ تم از راہ ہمدردی اس کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن جب اس کے ہمراہ بستی میں پہنچتے تو تمہیں اپنی بیٹی کے ہمراہ

دیکھ کر اس کے والدین چیخ پڑتے اور وہیں تم کو برا بھلا کہنے لگتے"

"عجیب بات ہے رضی" اقبال نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "کہ لوگ خلوص نیت سے اس قدر خالی کیوں ہو گئے ہیں۔"

"اس کا جواب کیا تمہیں اپنے ملک کے پچھلے نو دس سال نہیں دیتے۔ کس کی نیت میں خلوص رہا تھا ٹاپ تک کے دلوں میں سخت کھوٹ موجود تھا۔ یہی حالت پبلک کی بھی تھی۔"

رضی نے کہا۔

"مجھے صرف اس سے مسرت ہوئی کہ اس لڑکی نے میری مدد کا برا نہ مانا"

اقبال نے کہا۔

"لیکن اقبال تم اپنے مقصد حیات میں اس قدر گم ہونے کے باوجود تخیل جمال کے باب میں اندھے نہیں ہو۔ حسن تمہیں بھی متوجہ کر کے رہتا ہے۔"

رضی نے ہنس کر کہا۔

"اور جیسے تمہیں تو کسی کے حسن نے دیوانہ بنا رکھا ہے"

اقبال مسکرا کر بولا۔

رضی خاموش ہو گیا کیونکہ اس کے نگار خانہ دل میں ایک نگار نے ہلچل مچا رکھی تھی۔

"اچھا تو کل تمہارے ہاں جلسہ ہو رہا ہے؟"

اقبال نے دریافت کیا۔

"یہ ورش کا وفی تک کا سفر اسی کی خاطر تو تھا۔"

رضی نے کہا۔

باب ۲۸

ویسے بھی رضی کا مکان ہمیشہ ہی صاف ستھرا رہتا تھا مگر آج اس کی خوب صفائی کی جا رہی تھی۔ بچاری نسرین کی شامت آگئی تھی۔ لیکن وہ تو خود دوڑ دوڑ کر کام کر رہی تھی۔ رضی اس کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

ماما نے گھر کی صفائی میں حصہ نہیں لیا۔ ہاں رضی کی والدہ نے تمام چادریں۔ چاندنی اور قالین بدلے تھے۔ میز پوش اور کمروں کی زیب وزینت وغیرہ سب کچھ تو نسرین کی رہین منت تھی۔

حالانکہ دس گیارہ بجے تک عرفان مکان ہی میں موجود تھا مگر اس نے نہ تو آج کے ہونے والے جلسہ میں کسی دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور نہ گھر کی صفائی وغیرہ میں کسی کا ہاتھ بٹایا تھا۔

بارہ بجے کے قریب عرفان کہیں باہر جانے لگا تو رضی نے اسے ٹوکا۔

"کہاں چلے عرفان؟"

"کیوں — کیا مجھ پر کوئی پابندی ہے؟"

"کیا میں نے تم سے صبح ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آج اپنے مکان پہ جلسہ ہے۔"

رضی نے کہا۔

"ہونے دیجئے۔ آپ کے جلسہ کی خاطر میں اپنے کاموں کا حرج نہیں کر سکتا۔"

عرفان نے کہا۔

"تم سے مغز خالی کرنا بیکار ہے۔ اچھا واپس کب تک آجاؤ گے؟"

رضی نے پوچھا۔

"جب آپ اور آپ کے جلسہ والے باتیں چھوڑ کر عمل کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

عرفان نے کہا۔

رضی ہنسا۔

"اچھا تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ اپنے ہاں کوئی بڑا اجتماع رہے گا۔ ارے بھئی سب گھر والے ہی ہوں گے باہر والوں میں سے تو فقط ناظر ہو گا یا اس کی ہمشیرہ رفعت۔"

رضی نے کہا اور عرفان کے سامنے رفعت کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کہ وہ اپنی پسندیدہ لڑکی (یہ راز شگفتہ نے اُس روز ناجانتے رضی کو بتایا تھا) کا نام سن کر فوراً رک جائیگا۔

"ان میں سے مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

عرفان نے کہا۔

"کیا مجھ سے اور نسرین باجی سے بھی نہیں؟"

عرفان خاموش ہوگیا۔ پھر بولا۔

"اچھا دیکھئے ساڑھے تین یا چار بجے تک واپس آنے کی کوشش کروں گا"

"ہاں ضرور آجانا۔ ہم ٹھیک تین بجے جلسہ کی کارروائی شروع کردیں گے"

رضی نے کہا۔

عرفان ہنستا ہوا چل دیا۔

"کل آٹھ نو آدمی تو ہوں گے بھائی صاحب۔ آپ ناحق فکر رہے ہیں"

نسرین بولی۔

رضی اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

ابر تو کل ہی سے چھایا ہوا تھا آج اتوار کو صبح ہی سے بوندا باندی شروع ہوگئی۔ اگر بارش شروع ہوگئی تو اندیشہ نہ تھا کہ جلسہ نہ ہوسکے گا کیونکہ نگار تو اپنی کار میں آجائے گی۔ اب رہے ناظر اور رحمٰن تو رضی ہی انھیں ٹیلیفون پر یاددہانی کرچکا تھا۔ ندرت، شان اور تابندہ کو وہ خود جاکر لے آئے گا۔

دو بجے تک خاصی بوندیں پڑنے لگی تھیں۔ مگر رضی دو بجے کے بعد مکان سے نکل گیا۔ اسے کچھ خرید و فروخت کرنا تھا اور مہمانوں کے لئے مٹھائی وغیرہ بھی خریدنا تھا۔

جب خرید و فروخت کے بعد رضی واپس لوٹ رہا تھا تو ایک دم مینہ نے اسے آپکڑا۔ اس کا مکان اب بھی دو تین فرلانگ آگے تھا۔

جگہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک کار اس کے سامنے آکر رکی اور اندر سے ڈرائیور نے اس کا دروازہ کھولا۔

پہلے تو رضی یہی سمجھا کہ آج بھی اقبال اس کی دوست نگاری کو مل گیا ہے مگر اس کار کا رنگ و شکل اقبال کی کار سے مختلف تھے۔ بہرحال بارش سے بچنے کو رضی جھٹ سے کار میں جابیٹھا پچھلی سیٹ پر کوئی زنانہ سواری بیٹھی تھی۔

"اچھا نگار صاحبہ ہیں۔ السلام علیکم۔ مگر آپ تو میرا مکان پیچھے چھوڑ آئیں۔ آپ کی کار کافی آگے نکل آئی ہے"

رضی نے مڑ کر نگار سے کہا۔

نگار نے سادہ لباس پہن رکھا تھا مگر اس میں بھی وہ رضی کو اس بھادوں کے موسم کی پری نظر آرہی تھی۔

"میں تو ندرت کے مکان پر جارہی تھی۔ آپ کا مکان مجھے کیا معلوم؟"

نگار نے کہا۔

"میرے ہی مکان پر تو جلسہ ہے چلو میاں ڈرائیور کار واپس موڑ لو"

رضی نے کہا۔

"کیا ندرت آپ کے مکان پر پہنچ گئیں؟"

نگار نے دریافت کیا۔

"پہنچ تو جانا چاہیے انھیں۔ میں دراصل مکان سے دو بجے نکل گیا تھا اب ڈھائی بج رہے ہیں"

رضی نے کہا۔

بہرحال کار نے مڑ کر رضی کے مکان کا رخ کیا۔

نگار دل ہی دل میں ہنسی۔ مہمانوں کی تواضع کا سامان خریدنے نکلے تھے
اس نے سوچا۔

رضی جیب سے رومال نکال کر اپنے سر اور چہرے سے پسینہ کا پانی صاف کرنے لگا اور نگار پیچھے سے اس کے لمبے لمبے چوڑے چوڑے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"ابھی آپ کار سے نہ نکلیں۔ ٹھہرئیے میں اندر سے لپک کر چھتری لاتا ہوں"

رضی نے کہا اور دروازہ کھول کر جلدی سے باہر نکل پڑا۔ نگار نے اس کے چھتری لانے کا انتظار نہیں کیا وہ بس اسی وقت کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر جلدی سے رضی کے مکان کے کشادہ برآمدے میں آگئی۔

"ارے آپ تو کار سے نکل آئیں۔ اچھا تشریف لائیے"

رضی نے کہا اور آگے آگے ہو لیا۔ اس کے بعد نگار کو ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھایا۔

بڑا خوش وضع کمرہ تھا۔ اگرچہ اس کا فرنیچر قیمتی نہ تھا مگر پھر بھی بہت نفیس تھا۔ اچھے قالین بچھے ہوئے تھے۔ آرام دہ صوفے اور کوچ بھی پڑے ہوئے تھے اور وسط میں میز پر گلدان میں خوشنما قدرتی پھول رکھے ہوئے تھے۔

رضی نے نسرین کو آواز دی وہ دوڑی ہوئی آئی۔ نگار کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اسے ادب سے سلام کیا۔

"کیا ندرت آگئیں نسرین"

نگار نے دریافت کیا۔

ورنہ انھیں آجانا چاہیے تھا۔"

نسرین نے جواب دیا۔

"اچھا تو یہ ڈبے اندر لے جاؤ۔ سب چیزیں طشتریوں میں جمانا شروع کر دو اور امی کو یہاں بھیج دو"

رضی نے نسرین سے کہا۔

"امی ذرا باورچی خانے میں ہیں کیونکہ ماما چلی گئی۔ ابھی آجائیں گی امی"

نسرین نے کہا اور رضی کے ہاتھ سے مٹھائی کے ڈبے لے کر چلی گئی۔ رضی صوفے سے ہٹ کر ٹہلتا رہا۔ کچھ سراسیمہ سا ہو رہا تھا کہ نگار کا دل کیسے بہلائے، اس کی کیا تواضع کرے۔ بلا وجہ باتیں کر نہیں سکتا تھا۔ ایک تو خود ابھی لڑکا تھا دوسرے سوسائٹی میں نہیں رہا تھا کہ منجھے ہوئے انسان کی طرح ادھر ادھر کی لایعنی باتوں میں مہمان کو لگاتا۔

"ندرت باجی آیا ہی چاہتی ہوں گی۔ دیکھئے تب تک میں آپ کے لئے کوئی کتاب لاتا ہوں"

رضی نے آخر اپنی نیم بوکھلاہٹ میں کہا اور جلدی سے اندر چلا گیا۔

ایک دو منٹ بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔

"دیکھئے یہ تاریخ اسلام ہے۔ مجھے یا تو درسی کتب سے دلچسپی ہے ایسی کتابوں سے"

رضی نے کتاب نگار کو دیتے ہوئے کہا۔

نگار کتاب کو لے کر فہرست عنوانات ٹٹولنے لگی مگر اسے

ہوئی۔ حیران ہو کر اس نے شہزادہ کا ایک ورق اٹھا اور گرد پوش ہٹایا تو یہ کوئی جاسوسی ناول نکلا۔

نگار نے مسکرا کر کتاب رکھ دی مگر اس پر گرد پوش نہیں چڑھایا تاکہ رضی دیکھ لے وہ کتاب لایا ہے اچھا یہ شخص اس قسم کی کتابیں پڑھتا ہے اور گھر والوں کے خوف سے اس پر تاریخ اسلام کا گرد پوش چڑھا لیتا ہے۔ نگار نے دل میں سوچا۔

"کیا نہیں پسند آئی یہ کتاب۔ اچھا دوسری لاتا ہوں"

رضی نے کہا اور کتاب کو اٹھاتے وقت اس کی نظر بھی کتاب کے اصلی نام پر پڑی۔

"ارے یہ کیا! یہ کوئی جاسوسی ناول ہے؟"

رضی کے منہ سے حیرت سے نکلا۔ اس کے بعد تو وہ اتنا خفیف ہوا کہ اس کمرے میں اس سے رکا نہ گیا۔ جلدی سے اس نے نسرین کو آواز دی۔

وہ غریب بھی دوڑی ہوئی۔

"نسرین تم نگار صاحبہ کے پاس بیٹھو۔ امی کو بھی بلا لو میں نصرت باجی کو بلانے جاتا ہوں"

رضی نے نسرین سے کہا اور جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی نگار نے نسرین سے کچھ کہا۔ چنانچہ وہ رضی کے پیچھے بھاگتی ہوئی برآمدے میں آئی اور رضی کو آواز دے کر بولی۔

"بھائی صاحب نگار باجی کہہ رہی ہیں کہ کار لیتے جائیے"

رضی پلٹ کر نگار کی کار میں جا بیٹھا اور ڈرائیور کی رہبری کرتا ہوا نصرت کے مکان پر روانہ ہوا۔

باب ۲۹

تمام راہ رضی سخت کھسیانا اور خفیف سا ہوتا رہا۔ معاذ اللہ ذوق مطالعہ کے باب میں نگار نے اس کو کس قدر سفلہ سمجھا ہوگا یا فریب کار گردانا ہوگا کہ ایسی کتابوں پر تاریخ اسلام کا لیبل لگا کر پڑھتا ہے۔

رضی سوچتا جا رہا تھا۔ اور اس پر بھی وہ سخت حیران تھا کہ وہ کمبخت کتاب آ کہاں سے گئی۔ پھر اس پر تاریخ اسلام کا گرد پوش چڑھا ہوا ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔

معاً اس کا خیال عرفان کی طرف گیا۔

ہو نہ ہو یہ اسی کی حرکت ہے۔ وہ مجھے اور امی کو دھوکا دینے کے لئے اس قسم کی کتابیں لا کر ان پر تاریخ اسلام کا ٹائیٹل چڑھاتا ہے اور پھر جاسوسی ناول پڑھتا ہے۔ یہی بات ہے۔ رضی کو یقین ہو گیا۔

کس قدر مغالطہ ہوا ہوگا میرے متعلق نگار کو۔ ایسی کتابیں گھٹیا لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ نگار مجھے بس آج سے گھٹیا انسان سمجھنے لگی ہوگی۔

لیکن یہ حماقت کیا ہے۔ نگار کا خیال میں نے اس قدر اپنے اوپر مسلط کیوں کر لیا ہے۔ یہ زمانہ عشق و عاشقی کرنے کا نہیں ہے یہ شیوہ تو پست ہمت اور جنس کے ہاتھوں بکے ہوئے لوگوں کا ہے۔ آج کل کے نوجوان کو تو وقت کا یہ چیلنج قبول کرنا چاہیے۔ بلکہ بڑھ کر وقت کو چیلنج کرنا چاہیے۔

نگار اور ان کا تصور آج سے رخصت۔ مجھے اپنی تعلیم اور

نگار کے دل میں کون سا میرا خیال ہے۔ تالی تو دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے۔"

رواں کار میں یہ خیالات رضی کے دماغ کے اندر جلد جلد وارد ہو رہے تھے۔ مگر اس کی یہ پریشانی اب تک نہیں مٹی تھی کہ اس کتاب کی وجہ سے بیٹھے بٹھائے اس کے متعلق نگار کے خیالات خراب ہو گئے ہوں گے۔

"شاباش ہے رضی تمہیں۔ اب کہیں تین بجے تم نے صورت دکھائی ہے۔"

مکان میں قدم رکھتے ہی ندرت نے اس کی خبر لی۔

"باجی آپ بھی حد کرتی ہیں۔ ایک تو بیچارے رضی بھائی برستی بارش میں آئے ہیں اور آتے ہی آپ نے ان کی خبر لینا شروع کر دیا۔"

شان نے کہا۔

"لیکن تم لوگ تو اب تک تیار نہیں ہوئیں۔ خیر اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

رضی نے کہا۔

"کیا تم ہمیں بارش میں گھسیٹو گے رضی۔"

ندرت نے کہا۔

"نہیں۔ نگار کی کار لایا ہوں۔ وہ ہمارے مکان پر آپ سب کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"نگار کی کار وہ آپ کی کار۔"

تاجہاں مسکرا کر بولی۔

رضی کو ناگوار گزرا۔ اگر جیسے ہو گی۔

"کچھ سراسیمہ نظر آ رہے ہو!"

"سراسیمہ تو کیا ہاں البتہ ایک خفیف سی پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔"

رضی نے کہا۔

"کاہے کی پریشانی!"

شان نے دریافت کیا۔

"بات کچھ نہیں ہے مگر ایک اجنبی انسان کو بلا وجہ بدظن کرنے کو کافی ہے۔"

رضی نے کہا اور نگار کو تاریخ اسلام میں لپٹے ہوئے جاسوسی ناول پیش کرنے کا واقعہ ندرت سے بیان کیا۔

ندرت تو صرف مسکرا کر رہ گئی۔ لیکن شان اور تاجہاں ہنسنے لگیں۔

"یہ عرفان کی کارروائی ہو گی۔"

ندرت نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

رضی تاسف سے بولا۔

"خیر فکر نہ کرو۔ میں یا شان کوئی بات بنا دیں گے۔"

ندرت نے کہا۔

"ہاں میں کچھ کہہ دوں گی۔"

شان نے کہا۔

"خیر۔ اچھا جلدی سے کپڑے بدل ڈالو۔ بارش کو بھی اسی وقت برسنا تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مینہ کی وجہ سے رفعت اور ناظم نہیں آ سکیں گے۔"

"رفعت کے لئے تو نہیں کہہ سکتی لیکن ناظر ضرور آجائیں گے۔ کیونکہ انہیں فلاحی کاموں سے بنہایت شغف ہے۔"

شان نے کہا۔

"تاجنا تم کھڑی کیا ہو۔ جلدی سے تیار ہو کر آجاؤ۔"

رضی نے تاجنا سے کہا۔

"میں کیا کروں گی بھائی صاحب چل کر"

تاجنا بولی مگر اپنی بہنوں اور رضی کے اصرار پر آخر تیار ہوگئی۔ غرض چاروں برستی برسات میں کار میں لد کر روانہ ہوئے۔

"جلسے میں کیا رکھا ہے بھائی صاحب۔ پکنک میں لے چلئے"

تاجنا پچھلی سیٹ پر سے بولی۔

"گویا یہ میری کار ہے اور ڈرائیور میرا ملازم۔ اس کے علاوہ تاجنا برساتیں تو آتی اور جاتی رہتی ہیں لیکن کام کرنے کا صحیح لمحہ گذر کر پھر نہیں لوٹتا۔"

رضی نے کہا۔

"واہ رضی بھائی برسات ہی پر تو ہمارے کھیتوں کی زندگی کا دارومدار ہے"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"تم کھیتوں میں جا رہی ہو اس وقت؟"

رضی بولا۔

تاجنا نے اس کا منہ چڑا دیا۔

چند منٹ میں رضی کا مکان آگیا۔ لڑکیاں تو جلدی سے کار میں سے نکل کر مکان کے اندر بھاگ گئیں اور نگار کے ڈرائیور کو رضی نے دوسرے کمرے میں لے جا کر آرام سے بٹھا دیا۔

باب ۳

شکر ہے کہ ان سب کی غیر حاضری میں نگار اکیلی نہ تھی ایک دلسرین اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہی تھی دوسرے نسرین اس کی والدہ بھی اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

جب یہ تینوں لڑکیاں آگئیں تو رضی کی والدہ مہمانوں کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کرنے چلی گئیں۔ اور رضی دوسرے کمرے میں چلا گیا مگر ندرت کے حکم کی تعمیل میں نسرین اسے مہمانوں کے کمرے میں لے آئی۔

بارش اب رک گئی تھی اور سوا تین بج چکے تھے لیکن رفعت اور اس کا بھائی ناظر اب تک نہیں پہنچے تھے۔ جلسے میں کوئی اہم پروگرام نہیں بنانا تھا بلکہ مردوں کی اس روز والی مجلس میں جو امور طے پائے تھے ان کو ترتیب دے کر تقسیم عمل پر غور کرنا تھا۔

"دیکھو ندرت یہ کتنی اچھی کتاب ہے۔"

نگار نے وہی کتاب اٹھا کر ندرت کو دی اور ایک نظر رضی پر بھی ڈالی۔

"ہاں — یہ کتاب — اچھی ہی ہو گی —"

ندرت نے رکتے رکتے کہا۔

وہ رضی کی پوزیشن صاف کرنا چاہتی تھی مگر اس کے صادق و شفاف لبوں سے جھوٹ بات نہ نکل سکی۔ وہ کوئی بہانہ تلاش نہ کر سکی۔

اس طرح شان بھی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ کہہ کر رہ گئی
اور رضی افسردہ سا بنا ہوا بیٹھا رہا۔

"ارے یہ کتاب آپ کے پاس کیسے آ گئی نگار آپا۔ یہ تو میری
ہے۔"

اب تاجنا نے کہا۔

"تمہاری ہے! تم پڑھتی ہو ایسے واہیات جاسوسی ناول؟"

نگار نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔

"ہاں کبھی دل بہلانے کو لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔ باجی اور
بھائی صاحب کے خوف سے میں نے اس پر کور پوش چڑھا دیا
تھا۔ لیکن ایک روز یہاں آئی تھی تو اس کتاب کو یہیں بھول کر
چلی گئی تھی۔"

تاجنا نے اس کتاب کی تمام تر اہمیت اپنے سر لیتے ہوئے کہا۔

رضی نے تاجنا کی طرف تشکر سے دیکھا۔

بعض برے لوگوں میں بھی کوئی بھلی بات نکل آتی ہے۔

"ایسی کتابیں نہ پڑھا کرو تاجنا۔ ندرت تم انہیں منع نہیں
کرتیں؟"

نگار نے کہا۔

"تم کر تو رہی ہو منع۔"

ندرت مسکرا کر بولی۔

"ممکن ہے رضی بھائی بھی ایسی کتابیں پڑھا کرتے ہوں۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

شان کی خوبصورت آنکھوں میں بھی مسکراہٹ سے ایسی ہی
دلکشی [illegible]

"میں تو پہلے ہی سمجھی تھی۔"

آخر نگار نے اپنے مغالطہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

رضی نے اطمینان کا سانس لیا۔

"باجی جب تک چائے کا ایک دور رہے۔"

رضی نے کہا۔

"جب تک کب تک؟ کیا رقن اور ناظر کے انتظار میں ہم
بیٹھے ہوئے چائے سے شغل کرتے رہیں؟"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم ان کا دس پندرہ منٹ تک انتظار کریں۔"

نگار نے کہا۔

رضی اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا مگر اس کی شیریں آواز
کا کیا کرتا وہ اس کے کانوں میں آئی چلی جا رہی تھی۔

"کیا تمہیں جانے کی جلدی ہے نگار؟ میں تمہیں آج نہیں جانے
دوں گی۔"

ندرت نے کہا۔

"اگر ابا سیدھے چلے گئے تو پھر فرصت ہے اور اگر ادھر آ
گئے تو مجھے ان کی وجہ سے پانچ بجے تک چلا جانا پڑے گا اور امی
نے کہا ہے کہ تمہیں بھی ساتھ لیتی آؤں۔"

نگار نے کہا۔

"رضی تم بھی کار چلانا سیکھ لو۔"

ندرت نے رضی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ رضی بھائی کے مقابلہ میں عرفان جلد

شان بولی۔

تاجنا ہنسی اور کہنے لگی۔

"ہاں مگر وہ روز روز چار رہاڑے کیے بغیر نہ رہیں گے بلکہ اپنی تیز رفتاری سے شہر میں بہت جلد آبادکاری کے مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے..."

اس کے اس کنایہ کا سب نے لطف لیا اور لڑکیاں خوب ہنسیں۔

"بڑی دور ہے نگار آپ کا مکان.."

شان نے کہا۔

"نگار باجی آپ اپنا مطب شہر میں کیوں نہیں لے آتیں"

نسرین بھی بولی۔

"کیا تمہارے مکان میں نسرین؟ اپنے بھائی صاحب سے بھی اجازت لے لی ہے تم نے؟"

نگار نے مسکرا کر کہا اور اچٹتی نظروں سے رمضی کی طرف دیکھا جو اس ناول کو پڑھنے کی کوشش کا حیلہ کر رہا تھا۔

"ان کے مکان میں تمہارا مطب بڑی شان سے چل سکتا ہے نگار۔ ایک تو ماشاءاللہ مکان بہت بڑا ہے دوسرے وسط شہر میں واقع ہے"

ثروت نے کہا۔

"مگر رمضی بھائی اس کی بہت بڑی پگڑی لیں گے۔"

شان مسکرا کر بولی۔

"ہم نے اپنے مکان کے پچھلے حصے کی مطلق پگڑی نہیں لی تھی آپا۔"

نسرین نے شان سے کہا۔

اتنے میں باہر کوئی گاڑی آ کر رکی۔

باب ۳۱

رمضی لپک کر باہر آیا۔

ہرچند بارش رک چکی تھی مگر سڑکوں پر اس طرح پانی بہہ رہا تھا گویا نہریں جاری ہیں اور یہی نہریں آگے جا کر آپس میں جب مل گئیں تو کئی جگہ سڑکیں جھیل بن گئی تھیں۔

اسی طرح مکانوں کے پرنالے اور چھجے اب تک ٹپک رہے تھے ان کے نیچے سے نکلنے میں شاور باتھ کا لطف آجاتا تھا اور ان سے بچنے کی کوشش میں سڑکوں کی جھیلیں دعوتِ غرقابی دینے لگتی تھیں۔

گاڑی میں سے پہلے ناظر اترا اس کے پیچھے اس کی ہمشیرہ ثمن نکلی.. ثمن آج بھی حسبِ معمول پر تکلف لباس پہنے تھی۔ اسی طرح سرخی پاؤڈر کا بھی اس نے بڑا اہتمام کیا تھا مگر اس پر بھی حسن نے اس پر شفقت نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ دیکھا جائے تو اس

سے بہتر شکل و صورت اور ناک نقشہ ناظر نے پایا تھا۔

"خوب آئے میاں ناظر میں تو مایوس سا ہوتا جا رہا تھا۔"

رضی نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

"اتنے جلد مایوس نہ ہو جایا کرو ابھی تمہیں بہت کام کرنے ہیں۔"

ناظر مسکرا کر بولا۔

"کیا سب لوگ آ گئے!"

رفعت نے دریافت کیا۔

"ہاں میری سہیلیاں اور ڈاکٹر نگار موجود ہیں۔ بس آج کا اجتماع اتنا ہی تھا۔"

رضی نے جواب دیا اور دونوں کو اندر لے آیا۔

ناظر نے سب سے پہلے شان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ اسے دیکھ کر شان کے چہرے پر بھی مسرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ناظر نے دوسری خواتین کو آداب کیا۔

"اچھا جلسہ کی فوراً کارروائی شروع ہو جانا چاہیے۔"

آتے ہی ناظر نے اصل مقصد کی طرف رجوع کیا۔

"ذرا دم لو۔ پہلے چائے کا ایک دور چل جائے۔"

رضی نے کہا۔

"حاضرین میں ایک دو نفر کی کمی معلوم ہو رہی ہے۔"

رفعت بولی۔

"مثلاً کون کون؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

"ایک تو عرفان ہی نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

رفعت نے جواب دیا۔

رضی نے دیکھا کہ رفعت عرفان کی کمی کو محسوس کر رہی ہے۔ چنانچہ ان دونوں کے معاملات کے متعلق جو اسے تابندہ نے رپورٹ دی تھی وہ اس کو غلط معلوم نہیں ہوئی۔

"دوسرے سیمیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔"

رفعت نے کہا۔

"وہ تین روز ہوئے سیمیں ہمارے ہاں آئی تھیں تو آج کے جلسہ کی شرکت کے لئے معذرت کر گئی تھیں۔"

شان نے کہا۔

"اچھا اب کچھ کیا پیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ تابندہ اور نسرین مہمانوں کی تواضع کریں گی کیونکہ یہی دونوں چھوٹی بہنیں ہیں۔"

رضی نے کہا۔

"تمہاری امید غلط تو نہیں ہے مگر سب مہمان کھانے کے کمرے میں اٹھ کر کیوں نہ چلے جائیں۔"

عفت نے کہا۔

"مگر یہ خوب رہی کہ ایک طرف تو صاحب خانہ ہوتے ہوئے بھی بھائی خود مہمان بن گئے دوسری طرف باجی بھی خود کو مہمان بنا رہی ہیں۔"

نسرین نے کہا۔

سب ہنسنے لگے۔

"یہاں تو سب میزبان ہی میزبان ہیں مہمان ایک بھی نہیں۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

غرض سب ڈرائنگ روم میں آ کر کھانے پینے میں مصروف ہو گئے

طرف دیکھا تھا اور اسے چائے کے ساتھ خاموشی سے شغل کرتا ہوا پایا تھا۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ رضی نے نگار کی پہلی دید سے لے کر (اور اس پہلی دید کو ابھی فقط ایک ہفتہ ہی تو گذرا تھا) آج کتاب کے واقعہ تک اپنی چند بار کی بے اختیارانہ جمال بینی کے سلسلہ میں یہ احساس دلا دیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں کوئی شوق پنہاں ہے مگر نگار نے کچھ بھی اندازہ لگایا تھا کہ جسیم و سادہ طبع رضی کی آنکھیں تمام تر رقت سے خالی نظر نہیں آتی تھیں۔

لیکن اس وقت اس کو ایک کھوئے ہوئے انداز میں فقط چائے پیتا دیکھ کر نگار کو اپنی اگلی مسرت بخش خوش فہمی میں شک ہونے لگا اور اس نے رضی کی توجہ کو بار دیگر چھیڑنے کی کوشش کی۔

"ندرت تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے تناور درخت بغیر پانی کے تناور تر ہوتے رہتے ہیں۔ یہی کیفیت بہت سے انسانوں کی بھی ہے۔"

آخر نگار ندرت سے مخاطب ہوئی۔ ندرت اس کے کنائے کو نہ سمجھ سکی اور چونکہ نگار کم عقل اور فطرتاً شرمیلی واقع ہوئی تھی اس لئے ندرت کو یہ خیال تو ابھی نہیں آ سکتا تھا کہ نگار رضی کو چھیڑنا چاہتی ہے۔

"کم خوری کی عادت بہت اچھی چیز ہے نگار بہن۔ رسول خدا صلعم کے عہد بابرکت میں لوگ اسی لئے بہت کم بیمار پڑتے تھے۔"

ناظر نے اپنی طرز پر کہا۔

"مگر آج کل تو ڈاکٹروں کی چاندی ہے۔"

شان مسکرا کر بولا۔

ناظر نے معذرانہ اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا آج کے جلسہ کی صدارت ناظر کریں گے۔"

رضی بولا۔

وہ معلوم نہیں نگار کے ریمارک کا مفہوم سمجھا تھا یا نہیں۔

"غلط بات ہے۔ یہ جلسہ دراصل خواتین کا ہے۔ ہم دونوں تو محض جملۂ معترضہ طور پر ہیں آج۔"

ناظر نے کہا۔

"تو پھر ندرت صدارت کریگی۔"

رضی نے کہا۔

"میں صدر کس طرح بن سکتی ہوں۔ میں بھی تو صاحب خانہ کی بہن ہوں۔ بلکہ صاحب خانہ۔"

ندرت نے تبسم سے کہا۔

"تم تو جلد اہل خانہ ہوگی۔"

رضی نے ریمارک پاس کیا۔ جس کا ندرت نے برا نہیں مانا حالانکہ اس کا فقرہ بہت ہلکا تھا۔

"صدارت کے لئے میں نگار کا نام پیش کرتی ہوں۔"

ندرت نے کہا۔

"میں پرزور تائید کرتا ہوں۔"

رضی نے کہا اور پچھتایا کیونکہ اس نے نگار کی جانب سے اپنے جذبات پھیر لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"جملۂ معترضہ کی تائید کوئی نہیں۔"

نگار نے مسکرا کر کہا۔

"اس کے لیے شان صاحبہ تیار نہیں ہوں گی۔"

ناظر نے کہا۔

"آؤ کیوٹی سی ندرت یہاں آکر بیٹھ جاؤ۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"میں یہیں ٹھیک بیٹھی ہوں۔ اچھا رمنی صاحب کارروائی آپ جلد کریں گے۔"

نگار نے کہا۔

"نہیں میں بہت بدخط ہوں۔ اس کے لیے تاجی موزوں رہیں گی ان کا خط صاف ہے۔"

رمنی نے کہا۔

"یہ اچھا کیا کہ جلسہ کھانے کے کمرے ہی میں شروع کر دیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ رمنی بھائی اور ناظر صاحب بیٹھے بیٹھے کھانے کا سلسلہ بھی جاری رکھیں گے۔"

شان نے مسکرا کر کہا اور اچٹتی نظر سے ناظر کو دیکھا۔

ابھی جلسہ کی کارروائی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ دفعتہً عرفان نمودار ہوا۔ اس کے جوتے پانی اور کیچڑ میں لت پت ہو رہے تھے۔

"ادھر یہاں تو جلسہ بازی ہو رہی ہے۔ چلیں دیے۔"

عرفان نے کہا اور مڑ کر جانے لگا۔

رمنی کو تعجب ہوا کہ رفعت کی موجودگی کے باوجود عرفان یہاں رک نہیں رہا تھا۔

"عرفان میاں"

ندرت نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے باجی؟"

عرفان نے رک کر کہا۔

"یہاں آؤ میرے پاس۔ بات سنو۔"

ندرت نے اسے پیار سے بلایا۔ وہ اس کے پاس آکھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ۔ میں نے تو تمہاری وجہ سے چائے ابھی تک نہیں پی۔ اب ہم دونوں پئیں گے۔ میں ابھی گرم کرتی ہوں۔"

ندرت نے اس سے کہا۔

"میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی چائے پی تھی۔ آپ پیجیے۔"

عرفان نے کہا۔

مگر ندرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔

"کوئی مضائقہ نہیں اگر تم ہمارے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتے مگر بیٹھ تو جاؤ۔"

ندرت نے اس سے کہا۔

"بہن بھی کیا چیز ہوتی ہے۔"

رمنی صاحب بولے۔ ان کا مخاطب کوئی نہ تھا۔

"اچھا پیاری ندرت میں ذرا اپنے بھائی کو چائے پلا دوں۔ معاف کرنا تمہارا خلل ہو رہا ہے۔"

ندرت نے مسکرا کر نگار سے کہا اور عرفان کے لیے چائے گرم کرنے لگی۔

عرفان بیٹھ گیا اور اس نے نظر اٹھا کر رفعت کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس پر تاجی اور رمنی کو تعجب ہو رہا تھا۔

باب ۲۲

ندرت عرفان کی اس طرح تواضع کر رہی تھی گویا وہ باہر کا مہمان تھا۔ اس پر تاجنا اور نسرین دونوں ہنس رہی تھیں مگر ان پر ڈانٹ پڑ گئی۔

ندرت کی ڈانٹ سے غریب نسرین تو سہم گئی مگر تاجنا کی ہنسی نہیں رکی۔

تاجنا کی ہنسی کی شریک رفن بھی ہوگئی تھی کیونکہ عرفان سوجی حلوے کا لقمہ منہ میں رکھ لیتا تھا اور چند دانت مار کر نگل جاتا تھا۔ اب ہنسنے پر رفن کو کون ڈانٹتا۔ اس کے بھائی ناظر کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ وہ بیکار باتوں میں دلچسپی لینے سے بہت بلند تھا۔

"اچھی طرح اپنے بھائی کا پوٹا بھر دینا ندرت۔"

آخر رفن نے ہنس کر ندرت سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں تمھارے پوٹے کے لئے ابھی بہت سی چیزیں

موجود ہیں۔"

ندرت نے کہا۔

"صدر محترم مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟"

آخر ناظر نے لب کشائی کی۔

"ہاں ہاں آپ لوگ اپنا کام جاری رکھیں۔"

کھاتے کھاتے عرفان بولا۔

"صدر کی طرف سے جواب دینے والے تم کون؟"

رفن نے پرحلاوت نظروں سے عرفان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ مگر عرفان نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

"فرمایئے ناظر بھائی۔"

نگار نے جلسہ کی کارروائی کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔

"کوئی طویل گذارش نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ایک دم ملکی فلاح کے تمام مسائل کو نہیں لیں گے بلکہ جو اہم ترین مسئلے ہیں پہلے صرف ان ہی کو لیں گے۔ سب سے پہلا مسئلہ جو اہم ترین بھی ہے ہمارے سامنے اناج کا ہے۔ ہم سب سے پہلے "اناج زیادہ پیدا کرو" کی تحریک کو لے اٹھیں گے کیونکہ اسی میں ہماری ملکی دولت زیادہ برباد ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی افلاس میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔"

"براہ کرم صرف ضروری امور پیش کیجیے۔ ادھر ادھر کا ذکر نہ ہو۔" شان نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ حالانکہ غریب ناظر نے کوئی بیکار بات نہیں کہی تھی۔

"خیر تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہر سات آٹھ یا دس دس گاؤں کا ایک یونٹ بنا دیا جائے اور ہر گاؤں سے جس کی آبادی ہزار یا پندرہ

سے ہر ایک ایک نمائندہ چُنا جائے۔ یہ تو ہوا بنیادی جمہوریت کا بالکل ابتدائی مرحلہ۔"

ناظر نے اپنا بیان جاری کیا۔ مگر پریشان نے لقمہ دیا۔

"ناظر صاحب اس وقت ہم بنیادی جمہوریت کے اصولوں پر گفتگو نہیں کر رہے ہیں بلکہ "زیادہ اناج اگاؤ" کی تحریک کو اٹھانا چاہتے ہیں"

شان نے کہا۔

"میری رائے میں اس تحریک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے یعنی مردوں اور عورتوں میں۔ کھیتی باڑی کرنا اور محنت مشقت وغیرہ دراصل مردوں ہی کے کام ہیں اس لئے انہی میں اس تحریک کو شدت سے چلانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے یہ نظام عمل اختیار کیا جائے کہ ملک کے روشن خیال۔ محب وطن اور ماہر طبقہ کو اس کام کے لئے ابھارا جائے۔ اس طبقہ میں طلباء کی جماعت سب سے پیش پیش ہو سکتی ہے۔"

ندرت نے کہا۔

"اگر عورتیں بھی پلیٹ فارم اور پریس سے اس سلسلہ میں کام کریں تو اس تحریک کو زیادہ تقویت حاصل ہو جائے گی اور ملک سے ماہرین زراعت کے علاوہ بے شمار ایسے محنتی افراد بھی اٹھ کھڑے ہوں گے جو زمینوں کو سنبھالنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ حکومت شروع میں ایسے افراد کو مفت برائے نام داموں میں قطعات دے گی بلکہ یہ کام شروع ہو چکا ہے۔"

نگار نے کرسی صدارت سے کہا۔

"میرے خیال میں تو عورتیں بھی اگر قدرے اس تحریک میں

حصہ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

رضی نے کہا۔

"ہاں عورتیں بھی اپنے طور پر حصہ لے سکتی ہیں مگر جیسا کہ صدر ہر تحریک میں ایک تنظیم ہونا چاہئے چنانچہ "غلہ زیادہ پیدا کرو" کی تحریک کے سلسلہ میں سب سے پہلے ہمیں ماہرین سے رجوع کرنا پڑے گا۔ کسان پیدا کرنے ہوں گے اور افتادہ یا معطل پڑی ہوئی زمینیں حکومت سے حاصل کرنی ہوں گی۔ اس کے بعد زرعی نظام کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں یہ چار شعبے قائم کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ پہلا شعبہ آرگنائزیشن یعنی تنظیم۔ دوسرا آلات۔ تیسرا تحریک اور ولولہ پیدا کرنا چوتھا کام کی نگرانی اور جائزہ۔"

رضی نے کہا۔

نگار نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"رضی کہتے تو ٹھیک ہیں بس میں صرف اتنی ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے مقرر کردہ چاروں شعبوں میں سے تیسرا شعبہ ترتیب کے لحاظ سے پہلا ہونا چاہئے۔ یعنی تحریک اور ولولہ سب سے پہلے پیدا کیا جائے۔"

ناظر نے کہا۔

"لیکن ہمیں ملک میں زیادہ غلہ پیدا کرنے اور ہزاروں ایکڑ زمین کو زیر کاشت لانے کے ساتھ ساتھ گھریلو چھوٹی صنعتوں کی تحریک کو بھی اتنی شدت سے لے کر اٹھنا ہے تاکہ دیہاتوں میں کسانوں کے ذرائع آمدنی میں اضافہ ہو اور ان کا معیار زندگی بڑھے۔"

شاہد نے کہا

"ندرت باجی امسال بی اے کرنے کے بعد چھوٹی گھریلو صنعتوں کی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے انشاء اللہ جرمنی اور جاپان جائیں گی۔"

رخشی نے کہا۔

ندرت مسکرانے لگی۔

"کیوں ندرت؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

نگار نے کہا۔

ندرت صرف مسکرا رہی۔

"گاؤں والوں ہی کا نہیں بلکہ شہریوں تک کا معیار زندگی اس برصغیر میں نہایت پست ہے۔ شاید بھائی صاحب بتا سکیں گے کہ انڈسٹری اور زراعت کے ذریعہ ہمارے ہاں سالانہ فی کس کی آمدن کا کیا اوسط ہے۔"

رخشی نے کہا۔

"بتائیے ناظر صاحب"

شان نے دریافت کیا۔

"افسوس مجھے صحیح اعداد یاد نہیں"

ناظر نے جواب دیا۔

"شاید جناب صدر کو معلوم ہوں"

رخشی نے کہا۔

"مجھے صرف آٹھ دس سال پہلے کے اعداد کا علم ہے۔ پاکستان میں ایک شخص کی سالانہ آمدنی کی اوسط اٹھارہ روپے سے زیادہ نہیں۔ ہندوستان میں اس سے بھی کم ہے وہاں فی کس کی قسمت میں سالانہ سولہ روپے سے زیادہ نہیں۔ اس کے برعکس برطانیہ میں ایک ہزار روپے فی کس سالانہ آمدنی ہے اور امریکہ میں

فی کس کی سالانہ دو ہزار کماتا ہے۔"

نگار نے جواب دیا۔

"اور جناب صدر روس میں؟"

عرفان نے پہلی مرتبہ لب کشائی کی اس پر رخشی ہنسی اور بولی۔

"انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ روس کمیونسٹ ملک ہے اور وہاں کی تمام آمدنیوں کے ذریعوں پر حکومت کا قبضہ ہے۔"

"میرا بھتیجا عرفان سیدھا سادھا مسلمان ہے۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ مسلمان ہیں"

تاجینا نے طنزیہ کہا۔

"عرفان تم بھی ہماری تحریک میں شامل ہو گئے نا۔ اور ہل چلانے کو تیار ہو نا!"

ندرت نے مسکرا کر عرفان سے پوچھا۔

"میں باجی باتوں کا آدمی نہیں ہوں۔ کام کا ہوں۔ پہلے آپ سب کچھ کام کر کے دکھائیے۔ یوں بیٹھ کر شیخ چلی کی طرح ہر شخص سوچ سکتا ہے"

عرفان نے جواب دیا۔

"مگر دیکھو نا عرفان میاں پہلے ہر کام کا پلان بنانا پڑتا ہے۔ اس کے بعد اسے روبکار لایا جاتا ہے۔ اب تم سب تمام ان لوگوں کی آبادی کے مسئلہ ہی کو لو حکومت نے پہلے پلان بنایا۔ اور پھر کوارٹر بنا کر ان میں لوگوں کو بسایا۔ اگلی حکومت کی طرح یہ نہیں کیا کہ بس پلان بنتے رہے کام کچھ نہیں کیا بلکہ اقتدار کی سکیمیں ہوتی رہیں۔ اس کے برخلاف انقلابی حکومت نے تو جنات کا

سا کام کر دکھایا۔"
ناظر نے کہا۔
عرفان خاموش ہو گیا۔ کیونکہ دل میں وہ بھی ناظر کا معترف تھا۔ رخشی اسی کی بہن تھی مگر اسے عرفان نامعلوم کیوں خفا ہو گیا تھا اور اس کی جانب دیکھنے تک کا روادار نہ رہا تھا۔
"عرفان میاں اگر تم اپنے بھائیوں اور بہنوں کے شریک کار ہو گئے تو اس سے مجھے بھی خوشی ہوگی۔"
حسین صدر نے بھی عرفان کے اندر ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ حالانکہ عرفان کسی ولولہ انگیزی یا جوش کا محتاج نہ تھا کیونکہ وہ تو خود ایک بے حد جوشیلا اور آتش بجاں نوجوان تھا ہوا تھا۔
"عرفان کی شرکت سے رخشی کے بازو بھی بہت مضبوط ہو جائیں گے۔"
ندرت نے مسکرا کر کہا۔
"ان کے بازو تو پہلے ہی سے ماشاءاللہ چار آدمیوں کے بازوؤں کے برابر ہیں۔"
عرفان نے کہا۔
"بس تو آج سے تم بھی ہمارے شریک کار ہو۔"
نگار نے کہا۔
"بہتر ہے۔ میرے ساتھ کافی بڑی جماعت ہے اور اس پر میرا اثر بھی ہے۔ میں اپنی پوری جماعت کو پکڑ لاؤں گا۔"
عرفان نے کہا۔
اس سے سب خوش ہوئے مگر تا جدار۔۔۔

"وہ بھی آپ ہی جیسے ہوں گے۔"
"اچھا تو ہمیں اپنے کام کی ابتدا اگلے اتوار ہی سے بسم اللہ کر کے کر دینا چاہیے۔ اگر شروع میں عورتیں کوئی مبارک کام کو لے کر اٹھیں تو نفسیاتی طور پر اس سے مردوں میں جوش پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ میں تجویز کرتی ہوں کہ ہم سب اور ہمارے تمام ہم خیال رفقا مریانگاؤں چلیں۔ وہیں سے اپنے کام کی ابتدا کریں اور بستی کے لوگوں سے ندرت خطاب کریں گی۔"
کرسیٔ صدارت سے نگار نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں ہی کیوں نگار ــــ یعنی جناب صدر ــــ تمہیں یا تم کیوں نہیں؟"
ندرت نے کہا۔
"کیونکہ کالج کی تقاریر میں تم ہی نے سب سے زیادہ انعامات مارے ہیں۔"
نگار نے مسکرا کر کہا۔
چنانچہ یہ تجویز پاس ہو گئی اور اپنے تمام رفقاء کو اس پروگرام سے مطلع کرنے کی خدمت رخشی۔ ناظر اور عرفان کے سپرد کی گئی۔
اس کے بعد جلسہ ختم ہو گیا۔ ناظر اور رخشی چلے گئے۔ مگر عرفان نے رخشی کی طرف رخ نہیں ملایا۔ حالانکہ اس نے ایک دو بار اس کی طرف دیکھا تھا۔ بہرحال عرفان بھی دوسرے دروازے سے چل دیا۔
شان اور تاجدار باتیں کرنے کے لیے رخشی کی والدہ کے پاس چلی گئیں۔ اب کمرے میں رخشی، ندرت اور نگار کے علاوہ اور کوئی نہ تھا

باب ۳

سب سے چھوٹی بہن ہونے کی وجہ سے بیچاری نسرین پھر اپنے بھائی بہنوں کی خدمت میں لگا دی گئی۔ اور نگار و ندرت باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

اب رضی رہ گیا تھا جو کمرے میں علیحدہ ٹہل رہا تھا کیونکہ اس کے پاس سوائے ٹہلنے کے کوئی کام نہ رہا تھا۔ نگار سے دور رہنا چاہتا تھا اور اس کے خیال سے علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اس ارادے میں اسے صرف اتنی کامیابی ہوئی تھی کہ اب اکثر و بیشتر اس کے خیال میں نگار چکر نہیں لگاتی تھی۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ چکروں میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

ابتدا میں اپنے متعلق رضی کی سرگرمی کو نگار نے بھی محسوس کیا تھا اور آج اس کی سرد مہری کو بھی محسوس کر رہی تھی۔ اس پہ اسے قدرے تعجب تھا۔ ممکن ہے۔ رضی کی اگلی سرگرمی کو نگار نے غلط سمجھا ہو۔

مگر نگار کو یاد آ رہا تھا کہ اس نے پہلی ہی ملاقات میں رضی کی آنکھوں کے اندر حلاوت محسوس کی تھی اور وہ فقط حلاوت ہی نہ تھی چاہت کی چمک بھی تھی مگر اب حلاوت اور چاہت کو کیا ہو گیا تھا۔ نگار سوچنے لگی تھی۔

ادھر ٹہلتے ٹہلتے رضی سوچ رہا تھا کہ اگر ابھی سے عشق و عاشقی میں پڑ گیا تو تمام حُب وطنی کے جذبات اور قومی خدمت کے ولولے دھرے رہ جائیں گے۔ سب سے مقدم کام تھا نگار کا کیا بھروسہ۔ ممکن ہے اس کے حق میں وہ فقط ایک دھنک ثابت ہو کر رہ جائے۔

پھر اس کے علاوہ قومی کاموں کے سلسلہ میں جلد اس کا واسطہ مردوں اور عورتوں سے پڑنے والا تھا۔ اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ جہاں ایک چکنی چپڑی شکل نظر آئی پھسل پڑے۔ نہیں بے محابہ جذبات والا نوجوان اپنے اصول حیات میں راسخ نہیں ہو سکتا۔ کیرکٹر تو اسے کہتے ہیں کہ راہ میں بے شمار طرح طرح کی چیزیں آئیں مگر انسان انھیں ٹھکراتا چلا جائے۔ میں یہی اب یہی کروں گا۔

اتنا سوچتے سوچتے رضی نے ذرا نگار کی طرف دیکھ لیا۔ اسے نگار چکنی چپڑی شکل نظر نہیں آئی بلکہ اس نے اس کے اندر ایک بے پایاں سنجیدگی و انجذاب کی قوت کا اندازہ لگایا۔ نگار ایک اچھی ڈاکٹر ہو گی۔

رضی نے دل میں کہا۔

"بیچارے رضی نے آج زیادہ کھا لیا ہے۔ جب سے ٹہلے جا رہا ہے"

آخر ندرت نے ذرا اونچی آواز میں کہا تاکہ رضی بھی سن لے نگار نے بھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ مگر وہ بدستور ٹہلتا رہا۔

"ندرت یہ تم نے میرے پاس بیٹھے ہوئے اپنے دفعہ میں

کیا لکھ دیا تھا کہ آج میں وہی جوڑا پہن کر آؤں جسے تم نے اس روز تیار کر کے بھیجا تھا"

نگار نے مسکرا کر ندرت سے کہا۔

"دیوانی ہو گئی ہو ۔ وہ جوڑا پہن کر آنے کو میں کیوں لکھتی۔ کسی شادی کی تقریب میں بلا رہی تھی تمہیں؟"

ندرت نے کہا۔

"اب لکھ کر مکر رہی ہو ۔ اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ ثبوت کی ضرورت پڑے گی تو وہ تمہارا رقعہ ساتھ لیتی آتی"

نگار نے کہا۔

"سچ سچ نگار میں نے اپنے رقعہ میں یہ ہرگز نہیں لکھا تھا کہ تم میرا تیار کیا ہوا وہ جوڑا پہن کر آنا"

ندرت نے وثوق سے کہا۔

"اب کل تم ہمارے ہاں آؤ گی تو اپنا رقعہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا ۔ میرا خیال ہے کہ وہ سطر لکھ کر تم بھول گئیں"

نگار نے کہا۔

"میں کیسے مان لوں ۔ کیا وہ رقعہ میں نے نیند میں لکھا تھا"

ندرت نے کہا ۔

"اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی جب تو یقین آجائے گا نا؟"

نگار نے کہا۔

مگر ندرت رقعہ کی عبارت پر غور کر رہی تھی اور اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے ہرگز ایسی سطر تحریر نہیں کی تھی ۔ آخر رمنی کی طرف مخاطب ہوئی۔

"رمنی وہ نگار کے نام کا میرا رقعہ تم نے کس کو دیا تھا؟"

"ان کے والد صاحب کو دیا تھا۔ کیوں وہ کیا ان پر خفا ہوئے تھے؟"

رمنی نے دریافت کیا۔

"وہ تو خفا نہیں ہوئے مگر یہ مجھ پر خفا ہو رہی ہیں کہ میں نے ان کو یہ بھی لکھا تھا کہ وہی جوڑا پہن کر آنا جس کو میں نے تمہارے ذریعہ ان کے مکان پر بھیجنا چاہا تھا اور تم اسے نہ پہنچا سکے تھے بلکہ بیماری کا حیلہ کر کے پڑ گئے تھے"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ ایک ہی رہی باجی ۔ آپ نے اور انھوں نے اس معاملہ کے متعلق میری چوٹی ہی بنا لی"

رمنی نے کہا۔

"ندرت ذرا ان سے دریافت کرنا کہ وہ سطر بڑھانے کی کارستانی خود ان ہی کی تو نہیں تھی"

نگار نے ندرت سے کہا۔

"سبحان اللہ ۔ بھلا مجھے اس جوڑے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی"

رمنی بولا۔

"ہاں ٹھیک تو ہے وہ تمہاری دلہن کا جوڑا تو تھا نہیں"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

اتنے میں رمنی کی والدہ ۔ شان اور تاجنا وغیرہ کمرے میں آگئیں

"اچھا ہوا آپ آگئیں ۔ میں آپ سے اجازت لینے آنے ہی والی تھی"

نگار نے رمنی کی والدہ سے کہا۔

"واہ اب کھانا کھا کر جانا"

رمنی کی والدہ نے کہا۔

"کیا ہم بھی اماں جان ؟"

ندرت نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم سب"

رضی کی والدہ نے جواب دیا۔

"لیکن امی میرے ساتھ یہ فرق ہے کہ اگر ڈرائیور ابا کو چھ بجے تک یہاں لے آیا جیسا کہ ان سے طے ہوا تھا تو میں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی اور اگر آج انھیں ماموں نے روک لیا تو بے شک دعوت اڑانے کے لئے میں رک جاؤں گی"

نگار نے کہا۔

"بس تو کھانے کے بعد آج رات کو آپ ہمارے ہاں ہی سوئیں گی۔"

شان نے کہا۔

"دیکھا جائے گا۔ اچھا شان کیا تم کل کسی وقت رفیق کے مکان پر جا سکتی ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ رفیق کے ذریعہ سیمیں کو بھی ہمارے آج کے پروگرام کی اطلاع ہو جائے اور وہ کالج میں اپنی ہم خیال لیکچرار اور لڑکیوں میں بھی مہم ان میں آنے کی روح پھونکنا شروع کر دے۔"

نگار نے شان سے کہا۔

"بہتر ہے کل چلی جاؤں گی رفیق کے ہاں۔"

شان نے آمد کی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"میری ایک رائے یہ ہے کہ رضی کے دوستوں میں سے دو چار آدمی اور ان کی ایک دو رشتہ دار لڑکیاں دو چار روز کے لئے مشرقی پاکستان کا بھی ایک چکر لگا آئیں۔ وہاں بھی لاکھوں

ایکڑ زمین بیکار پڑی ہے۔ اگر وہاں کے وطن دوست نوجوانوں میں بھی "زیادہ غلہ اگاؤ" کی تحریک کو پھیلایا جائے تو ادھر بھی غلہ کا قحط کچھ عرصہ بعد مٹ جائے گا۔"

ندرت نے کہا۔

"اس معاملہ کو اگلے اتوار کے بعد رکھو۔ پہلے ہم سب سرینا چل کر اپنی اسکیم کی ابتداء کریں گے جب ہمیں کچھ تقریر بھی کرنا ہے"

نگار نے کہا۔

"خیر یوں ہی۔ لیکن اس ہفتے کے اندر اندر رضی تم اپنے دوستوں میں سے چند کو سرینا بستی میں روانہ کر دینا تاکہ قبل از وقت وہاں جلسہ کا انتظام ہو جائے۔ ادھر میں اور نگار ضلع کے افسر کی اہلیہ کے پاس ایک درخواست روانہ کرتی ہیں کہ سرینا میں ہمارے جلسہ کی صدارت وہ آ کر کریں۔"

ندرت نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ اطمینان رکھیں باجی انشاءاللہ اگلے اتوار سے پہلے پہلے سرینا میں جلسہ کا تمام انتظام مکمل ہو جائے گا۔"

"اگر عرفان اپنی پارٹی کو لے آیا جس کی مجھے امید ہے تو وہ لوگ سب کچھ کر لیں گے۔"

رضی نے کہا۔

"اور آپ صرف تماشہ دیکھیں گے۔"

نگار نے مسکرا کر رضی سے کہا۔

"وہ خاموش ہو گیا۔

باب ۳۴

سب نے آج کھانا رضی کے مکان ہی پر کھایا کیونکہ نگار کے والد شام تک نہیں لوٹے تھے بلکہ انھوں نے ڈرائیور سے کہلا بھیجا تھا کہ انھیں ماموں نے روک لیا ہے۔

ڈرائیور نگار کے پاس ماموں کا بلاوا بھی لایا تھا مگر اسے اس کی سہیلیاں کیسے چھوڑ سکتی تھیں۔ ڈرائیور کو چلا جانا پڑا۔ یہ کہہ گیا کہ نگار کل صبح آٹھ بجے تیار رہے تاکہ مرشد کا لونی روانہ ہو سکے۔

آج رات کے کھانے میں عرفان بھی موجود تھا ورنہ وہ رات کو تاوقت مکان پر آتا اور جب اس کا جی چاہتا کھانا کھا لیتا تھا اور آج اپنے معمول سے ہٹ کر عرفان اچھے موڈ میں بھی نظر آ رہا تھا۔

"نگار باجی میں کیا کروں؟"

کھانے کے دوران میں نسرین نے نگار سے دریافت کیا۔

"کیا کروں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا یہ دریافت کرنا

چاہتی ہو کہ تعلیم کے بعد کیا کروں؟"

نگار نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

نسرین نے جواب دیا۔

"اس بچی کو صحیح اردو بولنا بھی نہیں آتی۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"جیسے آپا شان تو عالم فاضل ہیں۔"

عرفان نے کہا۔

"عرفان مجھ سے نہ الجھنا۔ ٹھیک کر دوں گی تمہیں۔"

شان نے کہا۔

"کیا اوپر تلے کے بھائی بہن کی طرح لڑنے بیٹھ گئے دونوں۔"

نگار نے مسکرا کر کہا۔

"ان دونوں میں ایک سال ہی کا تو فرق ہے۔ شان عرفان سے فقط ایک سال بڑی ہے۔ اسی لئے یہ دونوں لڑتے ہیں۔"

"میں شان آپا سے تو نہیں لڑتا۔ البتہ ناجنا کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا ہوں۔"

"میں آپ کی ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ کب کرتی ہوں۔"

ناجنا بولی۔

"اسی طرح میری اور رضی کی عمر میں صرف سال سوا سال کا فرق ہے۔ لیکن ہم دونوں کبھی نہیں لڑتے۔"

ندرت نے کہا۔

"لڑتی تو نہیں ہو مگر تم نے مجھ پر رعب ایسا گانٹھ رکھا ہے باجی

رضی نے کہا۔

ندرت و نگار ہنسنے لگیں۔

"شان کیا تم پر بھی ندرت نے رعب گانٹھ رکھا ہے؟"

نگار نے شان سے مسکرا کر دریافت کیا

"رعب تو نہیں البتہ میں ان سے محبت بہت کرتی ہوں۔"

شان نے جواب دیا۔

"ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ندرت کو قدرت کی جانب سے کچھ ایسی موہنی صورت ملی ہے کہ ہر ایک کا دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔"

نگار نے کہا۔

"اچھا مجھے بناؤ نہیں۔ اب چلو نہ ہمارے ہاں۔"

ندرت نے کہا۔

"ہاں چلو۔ اچھا امی اجازت دیجئے پھر آؤں گی۔"

نگار نے رضی کی والدہ سے طالب اجازت ہو کر کہا۔

"ضرور آنا بیٹی۔ اب تم نے مکان بھی دیکھ لیا ہے۔"

رضی کی والدہ نے کہا۔

نگار جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور رضی کی طرف دیکھا۔

"کیا رضی صاحب ہمیں پہنچانے نہیں چلیں گے۔"

نگار نے کہا۔

"ہم سب مل کر اسی وقت وقت کے ہاں کیوں نہ ہو آئیں۔"

شان نے تجویز پیش کی۔

"اسے کل پر رکھو اور تم ہی ہو آنا۔"

نگار نے کہا۔

رضی بیٹھا رہا۔

ایک دفعہ اس کا جی چاہا کہ نگار کی دعوت پر ان سب لڑکیوں کے ہمراہ ندرت کے مکان تک چلا جائے مگر پھر اسے اپنا فیصلہ یاد آ گیا وہ نگار کی معیت سے دور رہنا چاہتا تھا۔

صبح اٹھتے ہی رضی ناشتے کے بعد اقبال کے مکان پر پہنچا اور کل والے جلسہ کی تمام تجویز اسے سنا ڈالی۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ قوم کو ایسی ہی بیٹیوں کی ضرورت ہے جو ملک کی خدمت میں پیش پیش ہوں۔"

اقبال نے کہا۔

"اب تم آج ہی کل سہیل۔ نذیر۔ احمد۔ رفیع وغیرہ سے جا کر ملو تاکہ وہ سرینا گاؤں میں پہنچ کر جلسہ کا اہتمام شروع کر دیں۔ اور بستی والوں کو بھی اطلاع ہو جائے۔ ادھر عرفان بھی اپنی پارٹی کو لے کر جلسہ پہنچے گا۔ شہر کے اندر ہیں۔ محمود۔ عابد۔ منیر اور حامد۔ وغیرہ ممبر سازی میں لگ جائیں گے۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا لیکن رضی تمہیں اس تمام دوڑ دھوپ کے لئے کار کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں تین کاریں موجود ہیں۔ ایک کو میں لئے پھرتا ہوں دوسری اسٹیشن ویگن کاروبار کے سلسلہ میں والد کے پاس ہے اور تیسری جو دو ٹائر خراب ہونے کی وجہ سے یونہی پڑی ہے۔ وہ ہے تو پرانی گاڑی مگر اس کا انجن خاصہ ہے۔"

اقبال نے کہا۔

"لیکن مجھے کار چلانا نہیں آتا۔"

رضی نے کہا۔

"آج شام [illegible]

"اس کے بعد تم ہماری چھوٹی گاڑی پر مشق کرتے رہنا۔ تین چار روز کی مسلسل مشق میں شہر کے اندر کار چلانے لگو گے۔ بس پھر اس کار کو تم اپنے پاس ہی رہنے دینا۔"

اقبال نے کہا۔

"نہیں اقبال شکریہ میں تمہاری کار قبول نہیں کر سکتا۔"

رضی نے کہا۔

"عجیب آدمی ہو۔ میں تمہیں کار بخش نہیں رہا ہوں۔ بلکہ کام کے لئے دے رہا ہوں۔ اچھا آؤ آج تمہیں مشق کرا دوں۔ واپسی میں چھوٹی کار کے لئے ٹائر بھی خریدتے لائیں گے۔"

اقبال نے کہا۔

چنانچہ دونوں بیٹھ کر شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں پہنچے اور اقبال نے دو تین گھنٹے تک رضی کو کار چلانے کی اچھی طرح ٹریننگ دی۔

غرض رضی کو کار چلانا آ گیا۔

"لطف کو آتا ہے کار چلانے میں۔"

رضی نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ لطف صرف اس وقت تک ہے جب تک تمہیں نیا نیا شوق ہے۔ اس کے بعد کار چلانا تمہیں بڑی ذمہ داری کا کام محسوس ہونے لگے گا۔ کیونکہ اس میں اعصاب پر زور پڑتا ہے۔"

اقبال نے کہا۔

چھوٹی گاڑی میں ٹائر لگ جانے کے بعد رضی اسے دو تین روز تک خوب لئے لئے پھرا۔ اور ایک روز اپنی چاروں بہنوں کو اس

"رضی آہستہ چلاؤ ابھی تمہیں پوری مشق نہیں ہے۔"

ندرت نے کہا کیونکہ رضی کافی تیز چلا رہا تھا۔

"خیر ہم پانچوں ساتھ ہیں۔ اگر مرے تو ساتھ ہی مریں گے اور ایک دوسرے کا غم اٹھانے سے بچ جائیں گے۔"

ثنا نے ہنس کر کہا۔

وہ رضی کی برابر والی سیٹ پر تھی۔

"پچھلی سیٹ پر ندرت باجی۔ ثنا اور نسرین ٹھیک طور پر سما تو گئی نا؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"ہاں بس نسرین تھوڑی سی میری گود میں ہے باقی سیٹ پر۔"

ندرت نے کہا۔

"باجی ہم سرینا گاؤں اسی کار میں چلیں گے۔ اب یہ اپنی ہی ہے۔"

نسرین نے کہا۔

"اور کیا اونٹ گاڑی میں چلو گی۔"

ندرت نے کہا۔

"میں تم چاروں کو اب کالج بھی چھوڑ آیا کروں گا۔ اور لے بھی آیا کروں گا۔"

رضی نے کہا۔

"اور خود کار کی خوشی میں کالج سے غائب ہو کر کار اڑائے اڑائے پھرنا۔"

ندرت نے کہا۔

"مجھے بھی بھائی صاحب کار ہانکنا سکھا دیجئے گا۔"

باب ۳۵

مگر نگار مکان پر نہیں ہی نہیں گئی ہوئی تھی۔ اس کی رضی کو خوشی ہوئی۔ مگر اس خوشی میں افسوس کا جزو بھی شامل تھا۔

خوشی اس بات پر ہوئی کہ اچھا ہوا نہیں ملیں ورنہ ان کو دیکھ کر دل میں پھر ان کی تصویر اتر آتی اور افسوس اس کا تھا کہ برا ہوا نہیں ملیں۔ مل جاتیں تو زیارت ہی ہو جاتی۔

نگار کے والد نے ان سب کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر رضی بھی عذر کرتا رہا کہ مکان سے یہ کہہ کر نہیں چلا تھا کہ عرشی کالونی جا رہے ہیں۔ اس لئے امی وغیرہ کو تشویش رہے گی۔ حالانکہ لڑکیاں رضی کے اس اندیشے کی تردید کرتی رہیں۔ ان کا جی چاہ رہا تھا کہ رک کر نگار کا انتظار کریں۔

"باجی آپ میرے برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھیں۔ یہ شان تو مجھ سے حادثہ کرا دیں گی۔ اس وقت انہوں نے اسٹیرنگ موڑ دیا تھا۔"

واپسی میں رضی نے ندرت سے کہا۔

چنانچہ شان پیچھے چلی گئی۔ اور ندرت آگے آگئی اور اس بار نسرین کو آدھا گود میں لے کر شان بیٹھی۔

"نسرین تم جتنی بڑھتی جا رہی ہو اتنی ہی موٹی بھی ہوتی جا رہی ہو۔"

شان نے مسکرا کر نسرین سے کہا۔

"واہ آپا میں تو جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہوں ہاں تاجنا آپا نیچے سے پھیل گئی ہیں اور آپ بھی:"

تاجنا نے کہا۔

"گویا یہ گدھا گاڑی ہے کہ اسے تم ہانکو گی۔"

رضی نے کہا۔

"کار چلانا تو میں بھی سیکھوں گی۔ میرا خیال ہے کہ ہم میں سب سے جلد عرفان سیکھ سکتے ہیں:"

شان نے کہا۔

"میں کبھی ان کے ساتھ نہیں بیٹھوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ بے جگری سے کار چلائیں گے:"

تاجنا نے کہا۔

"کبھی تو توقع ہو تاجنا۔ وہ بڑا نڈر اور ہر کام میں اندھا دھند کود پڑنے کا عادی ہے:"

رضی نے کہا۔

"رضی ادھر ادھر پھرنے کے بجائے اس وقت ہمیں عرشی کالونی نگار کے پاس لے چلو:"

"اب یہ غلط بات ہے باجی:"

رضی نے کہا۔

وہ نگار کا نظارہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مبادا پھر اس کا نقشہ دل و دماغ میں ابھر آئے۔

"ہاں چلئے چلئے بھائی صاحب:"

سب لڑکیاں پیچھے پڑ گئیں۔ اور شان نے اسٹیرنگ وھیل بھی موڑ دیا جس کی وجہ سے قریب سے گذرتی ہوئی ایک گاڑی سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی۔ اس کار والے نے غضبناک نظروں سے رضی کی طرف دیکھا۔ مگر اس کی حسین سواریوں پر نظر پڑتے ہی پانی ہو گیا۔

نسرین نے کہا۔

آگے ندرت ہنسنے لگی۔

"اور ندرت باجی کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا نسرین۔؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"ندرت باجی تو ماشاء اللہ نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں"

نسرین نے جواب دیا۔

"باجی کی ڈر کی وجہ سے ان کی تعریف کر رہی ہو"

تاجنا نے کہا۔

پھر رضی سے بولی۔

"بھائی صاحب اسی کار میں سرینا گاؤں چلیں گے نہ ہ خوب دوڑتی ہے یہ تو۔"

"تمہارے اناڑی بھائی صاحب ہی دوڑا سکتے ہیں اس کو"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"اب یہ آپ کی زیادتی ہے باجی۔ کیا اناڑی پن دیکھا آپ نے میرا۔"

رضی نے کہا۔

"اگر بھائی صاحب اس کا پٹرول ایک دم ختم ہو جائے تو آپ کیا کریں گے؟" نسرین نے پوچھا

"تم بھی پگلی ہو نسرین۔ پٹرول ایک دم ختم کیسے ہو سکتا ہے"

تاجنا نے کہا۔

"نسرین نے خواب یاد دلایا۔ پٹرول قریب الختم ہے۔ مرش کالونی پر سوچا تھا کہ پٹرول لوں گا مگر بھول گیا"

رضی نے کہا۔

"یہی خیال تو تمہارے اناڑی پن کی دلیل ہے۔ اب کیا ہوگا رضی پٹرول اگر ختم ہو گیا تو کیا کرو گے۔؟"

ندرت نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تین چار میل تک کام چل جائے گا۔ آگے اسٹیشن کے قریب پٹرول پمپ ہے وہاں سے لے لیں گے"

رضی نے جواب دیا۔

"تم نے مرش کالونی سے لوٹنے میں اتنی جلدی مچائی کہ بیں نگار کے لئے رقعہ نہ چھوڑ سکی۔ معلوم نہیں اس نے صدارت کے لئے ڈسٹرکٹ آفیسر کی اہلیہ کو رقعہ لکھا یا نہیں"

"لکھ ہی دیا ہوگا۔ اچھا باجی عرفان اپنے پندرہ بیس دوستوں کی پارٹی کو لے کر جلسہ کے انتظام کے لئے کل سرینا روانہ ہو رہا ہے"

رضی نے کہا۔

"تین روز پہلے سے؟ پھر تیلا لڑکا ہے"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"اور پرسوں میرے دوست اقبال۔ سہیل۔ عظیم۔ وغیرہ سب سرینا انتظام کے سلسلہ میں پہنچ جائیں گے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ سمیں اور دوسری خواتین کو چلنے پر آمادہ کریں"

رضی نے کہا۔

"اطمینان رکھو سب پہنچ جائیں گی"

ندرت نے کہا

اتنے میں پٹرول پمپ آگیا اور بہت سے سوختہ سامان حسین ندرت کو اشتیاق سے دیکھنے لگے۔

باب ۳۶

گاؤں سرینا کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کی بستی میں جلسہ ہونے والا ہے اور شہر سے چند عورتیں انہیں اچھی اچھی باتیں بتانے کے لئے اتوار کو آرہی ہیں۔ تو انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ آس پاس کے بستی والوں کو بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ وہاں سے عورتیں اور مرد سرینا پہنچنے کی تیاری کرنے لگے۔

چونکہ کئی روز سے ابر چھایا ہوا تھا اس لئے گاؤں والوں نے سائبان کا تو انتظام نہیں کیا۔ مگر مٹی کا ایک بڑا سا چبوترا بنا دیا۔ جس سے پلیٹ فارم کا کام لینا تھا۔ اسی طرح پلیٹ فارم کے قریب عورتوں کی نشست کا انتظام کر دیا۔ اور پیچھے مردوں کا۔

اور اسی طرح آس پاس کے راستے بھی صاف کر دیئے کیوں کہ سرینا تک کوئی پکی سڑک نہیں آتی تھی۔ بلکہ اس سے ایک دو فرلانگ پرے سے گذر گئی تھی۔

سرینا قدرے نشیب میں واقع ہوا تھا۔ اور اکثر سیلاب اس کے دامن کو آچھوتا تھا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سیلاب کا پانی بستی میں آگیا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے مشرق میں ایک کافی بڑا اور لمبا نالہ تھا۔ جو بارش میں سمندر بن جاتا تھا۔ کیوں کہ سیلاب کا پانی اسی میں سے گذرتا تھا۔

اس نالے کے بائیں جانب افتادہ زمین تھی جس میں پہلے کبھی — کھیت ہوں گے مگر سیلاب کے خوف سے لوگ اب اس قطعے میں کھیتی باڑی نہیں کر رہے تھے، ادھر کی زمین یوں ہی پڑی ہوئی تھی۔

نالے کے داہنی طرف کافی اونچی زمین تھی۔ جس میں ذرا فاصلے پر کھیت تھے اور وہاں کی مٹی بھی اچھی تھی — یہ کھیت سرینا کی بستی سے کوئی دو فرلانگ اس طرف تھے،

سرینا کے قریب سے نہر کی ایک پتلی سی شاخ بھی گذرتی تھی جو فصل کے موقع پر آس پاس کے کھیتوں کو سیراب کرتی تھی۔ اسی شاخ سے کسانوں نے اپنے کھیتوں میں اور چھوٹی چھوٹی شاخیں چھوڑ رکھی تھیں۔

بس سرینا کا اسی قدر جغرافیہ تھا۔ اس کی آبادی بھی زیادہ نہیں تھی۔ پندرہ سو یا زیادہ سے زیادہ دو ہزار بستے ہوں گے اس میں بڑی وجہ تھی کہ یہاں زیادہ کھیت نہ تھے، بلکہ بیشتر افتادہ زمین پڑی ہوئی تھی جسے کسی نے جوتنے کا خیال نہیں کیا تھا۔

سرینا کے آس پاس چند بہت چھوٹی چھوٹی بستیاں اور بھی تھیں۔ جن کی تمام آبادی ملا کر ایک ہزار نفر سے زیادہ نہ ہوگی۔

سرینا اور اس کی نواحی بستیاں مدت سے زمینداروں کی چیرہ دستیوں اور جبر کا شکار بنی ہوتی تھیں جس طرح اور سینکڑوں دیہات اور وہاں کی زمین ان کی ناپاک تصرف میں چلی آرہی تھیں۔

مگر شکر ہے انقلابی حکومت نے زمینداری کے جابریت کو توڑ پھوڑ پھینکا تھا۔ اور کسان ان کے ظلم و استبداد سے آزاد ہو کر اب زمین کو اپنی دلہن سمجھنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت تھی اور دل کو قرار۔

لیکن زمینوں اور کسانوں کے باب میں ابھی حکومت کے آگے بڑے اہم کام تھے،

سب سے بڑی خرابی یہ تھی۔ کہ صدیوں کے زمینداری سسٹم

کے استبداد نے خود کسان کی اسپرٹ کو بالکل بجھا دیا تھا۔ چنانچہ یہ کام اب وطن پرست نوجوانوں کا رہ گیا تھا۔ کہ کسان کی مردہ رگوں میں تازہ خون دوڑائیں۔

یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ تربیت یافتہ اسٹاف کی مدد سے غیر کسان نوجوان خواہ تعلیم یافتہ ہوں خواہ ان پڑھ جوق در جوق زمینوں کو سنبھالنے کے لئے آگے بڑھیں۔

ہفتہ کو تمام وہ نوجوان جنہیں کاشت کاری سے دلچسپی تھی۔ سرینا کا ایک چکر لگا آئے۔ ان میں کچھ تو ایگریکلچر کالج کے طلباء تھے کچھ دوسرے طلبا بھی۔

مگر اتوار کے جلسہ میں یہ گروپ شریک نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ اسے دوسرے گاؤں کی زمینوں کو دیکھنے جانا تھا۔

غرض اتوار آ گیا۔

لیکن عرفان صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہی سے غائب ہو گیا کہیں ایک بجے اس کی صورت دکھائی دی۔

”عرفان چل رہے ہو نا ہمارے ساتھ سرینا؟“

رضی نے دریافت کیا۔

”آپ پیچھے سے آتے رہیئے بندہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ابھی جا رہا ہے۔“

عرفان نے کہا۔

”لیکن جلسہ تو تین یا ساڑھے تین بجے شروع ہو گا۔ خیر ہم لوگ بھی تین بجے تک آ پہنچیں گے۔“

رضی نے کہا۔

عرفان نے اطمینان سے لقمے دیئے اور چل دیا۔

باب ۳۷

دو بجے تک رضی اپنے ادھر ادھر کے کاموں سے فارغ ہو کر کار اڑاتا ہوا ندرت وغیرہ کے مکان پر جا پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے لڑکیوں کو اطمینان سے دوپہر کی نیند لیتے دیکھا تو وہ چیخ اٹھا۔

”سبحان اللہ۔ کیا جلسہ میں چلنے کی تیاری ہو رہی ہے اب تک سب پڑی سو رہی ہیں۔ آج کا دن کیا سونے کا ہے۔ اٹھو جلسہ میں چلنے کا وقت ہو گیا۔“

رضی نے شان اور ناجنا کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"ذرا دوڑنا نسرین۔ ندرت باجی بھی اپنے کمرے میں اینڈ رہی ہوں گی۔ ان کی خبر جا کر تم لو۔"

"نہیں بھائی صاحب آپ ہی جگائیے انہیں جا کر۔ مجھ پر خفا ہوں گی باجی۔"

نسرین نے کہا۔

چنانچہ رضی اوپر جانے لگا۔ لیکن ندرت خود نیچے آ رہی تھی۔

"یعنی آپ بھی اب تک یوں ہی ٹہلتی پھر رہی ہیں۔ کیا چلنا نہیں ہے۔" رضی اس کے پیچھے پڑ گیا۔

"بوکھلائے کیوں جا رہے ہو ابھی تو دو سوا دو بجے ہیں۔ چائے پیو گے؟"

ندرت نے کہا۔

"ضرور پیوں گا۔ لیکن آپ جلدی سے تیار ہو جائیے اور شان و تاجنا کو بھی تیاری کیجیے۔"

رضی نے کہا۔

"تیاری کیا کرنا ہے کوئی لباس فاخرہ تو زیب تن کرنا نہیں ہے۔"

ندرت نے کہا

رضی کمرے میں جا بیٹھا۔ شان اور تاجنا نے جلدی جلدی منہ دھویا کنگھی کی اور ساڑھیاں پہنیں۔ لیکن ندرت نے شلوار اور فراک پہنی۔ اس میں بھی وہ نور نظر آ رہی تھی۔

سرینا یہاں سے دس پندرہ میل سے زیادہ دور نہ تھا۔ چنانچہ پورے پونے تین بجے کے قریب سب تیار ہو کر کار میں لد گئے۔

رضی و ندرت اگلی سیٹ پر، پچھلی سیٹ پر شان اور تاجنا

اور پہلے کی طرح نسرین ان میں دونوں میں سے کسی کی آدھی گود میں۔

"شان آپا موٹی دراصل آپ ہیں۔ اس روز مجھے موٹی بتا رہی تھیں۔"

نسرین نے کہا۔

"پھر تم نے وہی موٹی پتلی کا قصہ چھیڑ دیا۔"

ندرت نے مسکراتے ہوئے مڑ کر کہا۔

ان لڑکیوں میں سے موٹی تو ایک بھی نہیں تھی۔ سب کے گداز جسم تھے۔ اور ندرت نے تو شکل کے ساتھ ساتھ جسم بھی اس قدر ہوشربا پایا تھا کہ الامان۔

رضی و ندرت میں باہمی قدرے مشابہت بھی تھی۔ اگر کوئی ان دونوں کو غور سے دیکھتا تو اندازہ لگا سکتا تھا کہ بھائی بہن ہیں۔ حالاں کہ دونوں میں سگا پن نہ تھا۔ مگر باپ کا خون مشترک تھا۔

غرض پونے تین بجے کار روانہ ہوئی۔ اور چند منٹ میں شہر کے باہر پہنچ گئی۔ اس کے بعد رضی نے سرینا کی طرف جانے والی سڑک پکڑ لی

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سرینا تک کوئی پختہ سڑک نہیں جاتی تھی۔ بلکہ اس سے ڈھائی فرلانگ دور سے ایک کچی اور چھوٹی سی سڑک نکل گئی تھی مگر یہ سڑک بھی جگہ جگہ سے اکھڑی ہوتی تھی۔

آخر تھوڑی دیر بعد سب سرینا کے نواح میں جا پہنچے اور جب سڑک۔ دوسری طرف مڑی تو وہاں سے سرینا کی چھوٹی سی بستی دھندلی

دھندلی نظر آنے لگی کیونکہ وہ نشیب میں تھی۔

سڑک سے ایک ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر بستی گاؤں سے علیحدہ چند کھیت تھے جن میں اناج کے پودے لہلہا رہے تھے۔ یہیں سے ایک ہموار سا کچا راستہ پھوٹ نکلا تھا۔ جو سیدھا سرینا چلا گیا تھا۔

"بھائی رضی دیکھئے بستی تو وہ نظر آ رہی ہے اسی کچے راستے پر کار کیوں نہیں لے چلتے۔ آپ کی سڑک کے مقابلہ میں تو یہ زیادہ ہموار ہے پھر ویسے بھی سڑک بہت چکر کھاتی ہوئی گئی ہے۔"

شان نے کہا۔

"ہاں یوں بھی تو گاؤں میں پہنچنے کے لئے کچا راستہ ہی طے کرنا پڑے گا۔ اس لئے یہیں سے کیوں نہ ہم سیدھے کچے راستے کو پکڑ لیں۔"

ندرت نے بھی تائید کی۔ چنانچہ رضی نے کچے راستے پر کار ڈال دی اور سڑک چھوڑ دی۔ واقعی یہ کچا راستہ سڑک کے مقابلہ میں زیادہ ہموار تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بستی والوں نے یہ راستہ آمدورفت کے لئے خود بنایا تھا۔

آگے جاکر ایک بہت وسیع کھیت نظر آیا۔ جس میں فصل کھڑی لہلہا رہی تھی۔ اسی کھیت کے ایک گوشے سے آگے مویشیوں کا احاطہ تھا۔ اور اس کے مقابل لوہے کے تاروں کا بنا ہوا ایک کافی بڑا مرغی خانہ بھی تھا۔

اس کھیت کے ایک کونے میں وسیع رقبہ کے اندر ترکاریاں لگی ہوئی تھیں۔ تمام قسم کی ترکاریاں۔ اور ترکاریوں کے حاشیوں پر موسمی پھول بہار دکھا رہے تھے۔

یہاں زمین کافی گیلی تھی۔ کیوں کہ نہر سے ایک نالی نکل کر اس کھیت میں آتی تھی۔ اس کی دیواریں شاید مویشیوں کے کھروں سے کہیں کہیں سے ٹوٹ گئی ہوں گی جس کی وجہ سے پانی بہہ نکلا ہوگا غرض یہ کھیت کیا تھا ایک چمن زار تھا۔

"دیکھنا رضی یہ کتنا دل فریب کھیت ہے، اور اس کے ہر طرف کیسی بہار نظر آ رہی ہے۔"

ندرت نے یہاں کی فضا سے سرشار ہوکر کہا۔

"ہاں واقعی جس کسان کا یہ کھیت ہے وہ بہت سمجھدار اور بے حد محنتی معلوم ہوتا ہے۔"

رضی نے بھی سامنے سے نگاہیں ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ کار کو ایک دھچکا لگا اور اس کے پچھلے پہیے کسی جگہ پھنس گئے۔

اس دھچکے سے پچھلی سیٹ پر شان، تاجنا اور نسرین اچھل پڑیں۔ اگلی سیٹ پر رضی و ندرت کو بھی ہچکولا سا لگا۔

"کیا ہوا رضی؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

رضی نے کھڑکی سے منہ نکال کر پیچھے دیکھا تو پچھلے پہیوں کو کیچڑ کی ایک نالی میں دھنسا ہوا پایا۔

"اوہو پچھلے پہیے کیچڑ میں دھنس گئے۔ ٹھہریئے۔"

رضی نے کہا۔ اور پہلے گیئر پر انجن کو لاکر گاڑی کو نکالنا چاہا۔ مگر انجن سرسٹ کرکے خاموش ہوگیا۔

"کیا نہیں نکلتے پہیے؟"

ندرت نے انجن کی ناکامی پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"چلو اپنی تو منزل آگئی۔"
شان نے ہنس کر کہا۔
ناجیا اور نسرین بھی ہنسنے لگیں۔
"ہنستی ہو۔"

رضی نے کھسیانے پن سے کہا۔ اور انجن اسٹارٹ کر کے پھر پہلے گیئر پر گاڑی کو چلانا چاہا۔ مگر اس نے کیچڑ میں سے نکلنے سے انکار کر دیا۔

تین چار دفعہ رضی نے پہلے اور دوسرے گیئر پر گاڑی کو نکالنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں کھسکی۔

وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایک کسان کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ یہ کسان نیلے چیک تہبند۔ دھوتی یا پاجامہ میں نہ تھا بلکہ اس نے ایک سفید بنیان پہن رکھا تھا۔ اور اس کی ٹانگوں میں سیاہ رنگ کا نیکر تھا۔

بنیان سے باہر نکلے ہوئے کسان کے قوی اور بھرے بھرے بازو سرخی مائل سیاہ نظر آرہے تھے، جیسے دھوپ سے جھلسے ہوئے ہوں۔ اسی طرح نیکر میں اس کی مضبوط اور ٹھوس ٹانگیں ستون کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔ اس کی ٹانگیں بھی دھوپ سے جھلس کر کالی نظر آرہی تھیں۔

قریب میں انجن کی ڈھب ڈھب کی آواز سن کر اس نے پانی پھاوڑا زمین پر ڈال دیا پھر کار کے نزدیک آیا۔

پاس آنے پر سب نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بھی دھوپ کی تپش میں کام کرتے رہنے کی وجہ سے تانبے کی طرح ہو گیا ہے مگر اس کی کشادہ پیشانی کا وہ حصہ جو بالوں سے ڈھکا ہوا تھا زردی مائل

سفید تھا۔

ندرت نے اس کسان کے چہرے پر بے حد بردباری و سنجیدگی پائی ایسی سنجیدگی جو کردار کا عکس لیے ہوئے وقت کے ساتھ بعض چہروں پر نظر آیا کرتی ہے۔

سنجیدگی کے علاوہ اس کسان کے چہرے پر سب سے زیادہ قابل ذکر اس کی آنکھیں تھیں۔ عمیق سیاہ اور کافی بڑی۔ ان آنکھوں کے اندر اگر کوئی جھانکتا تو ان کی تھاہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وہ اتنی بے پایاں اور گہری تھیں کہ ان کے روشن دانوں سے جو دماغ جھانک رہا تھا۔ وہ بھی زندگی کا گہرا سرچشمہ معلوم ہوتا تھا۔

"اب کوشش نہ کیجئے مہربان، مبادا گیئر کو صدمہ پہنچ جائے۔"
کسان نے رضی سے کہا۔

ندرت کو اس کی آواز میں بھی ایسا ہی عمق محسوس ہوا جیسے پچھلی صدیوں کی یہ کوئی پراسرار صدا ہو۔

اسکے بعد وہ ندرت سے مخاطب ہوا۔

"اگر آپ کو اور پیچھے والی خواتین کو تکلیف نہ ہو تو ذرا نیچے اتر آئیں۔"

ندرت نے نگاہ اٹھا کر قریب سے اسے دیکھا۔ اور اس کی آنکھوں کے طلسم میں گم ہو گئی۔

"بھئی کیا سوچ رہی ہیں آپ باجی۔ اتریے نا۔ شاید آپ سب کے اتر آنے سے وزن کم ہو جانے کے بعد گاڑی کیچڑ سے آزاد ہو جائے۔"

رضی نے بہبوت ندرت سے کہا۔

چنانچہ وہ اتر آئی اور اس کی تقلید میں پچھلی سیٹ سے تینوں

لڑکیاں بھی نکل آئیں۔

"دیکھئے ادھر نہ جایئے۔ وہ گھاس نہیں ہے۔ اس کے نیچے بھی پانی ہے۔"

کسان نے ندرت سے کہا۔ مگر اس کے منع کرتے کرتے ندرت کے ایک پیر کا پچھلا حصہ کسی قدر کیچڑ میں چلا گیا۔ اور ایڑی تک اس کے سینڈل میں کیچڑ لگ گئی۔

"اب آپ انجن اسٹارٹ کرکے پہیئے نکالنے کی کوشش کیجئے۔"

کسان نے رضی سے کہا۔

ادھر ایک پیر کیچڑ میں ایک خشک زمین پر اس حالت میں۔ ندرت کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ خوف تھا کہ پچھلے پیر پر زور دینے سے اگلا پیر بھی کیچڑ میں نہ چلا جائے۔

"آپ میرے ہاتھ پر زور دے کر ادھر نکل آیئے۔"

کسان نے اپنا قوی ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ مگر ندرت نیچی نگاہیں کئے مسکراتی ہوئی خود ہی نکل آئی۔ اس وقت ندرت خود کو کچھ عجیب سا محسوس کر رہی تھی۔

گاڑی اب بھی کیچڑ سے نہ نکل سکی تھی۔ چنانچہ ایک طرف تاجا اور دوسری طرف نسرین زور لگانے کو لگ گئیں۔ ان کی اس کوشش کو دیکھ کر پہلی بار کسان کے چہرے پر ایک ہلکا سا تبسم آیا۔

"نہیں میری ننھی بہنوں! یہ تمہارے بس کا کام نہیں۔ ہٹ جاؤ۔"

اس نے تاجا اور نسرین سے کہا۔ پھر رضی سے بولا۔

"اچھا اب آپ آگے نکالنے کی کوشش کرنے کے بجائے پیچھے کی طرف گاڑی چلائیں۔ میں آگے سے زور لگاتا ہوں۔"

"رضی بھائی اگر اس کوشش میں آپ کامیاب ہوگئے تو انعام

دوں گی آپ کو۔"

شان نے ہنس کر کہا۔

اس حادثہ سے کسی لڑکی کا بھی مزاج نہیں بگڑا تھا۔ ندرت بھی مسکرا رہی تھی۔ مگر کچھ ایسی دم بخود سی تھی جیسے کسان نے اس پر کوئی جادو کر دیا ہو۔

"رضی بھائی میں بھی آپ کو انعام دوں گی۔"

تاجا بھی بولی۔

"اچھا بھائی صاحب کہتے کہتے تم بھی مجھے رضی بھائی کہنے لگیں۔ انعام تو میں دوں گا تمہیں۔ ذرا گاڑی نکل جائے۔"

رضی نے کہا۔

چڑچڑا وہ بھی نہیں ہوا تھا۔

"ذرا ٹھہریے آپ کو اپنی بہنوں سے انعام ہی وصول کرنا ہے تو میں ایک ترکیب کرتا ہوں۔"

کسان نے کہا۔

اور کچھ چیزیں لینے آگے بڑھا۔

"لایئے ندرت باجی میں آپ کی جوتی صاف کر دوں۔"

نسرین نے کہا۔

"رہنے دو نسرین صرف ذرا ایڑی خراب ہوتی ہے شکر ہے کہ پوری بچ گئی۔"

ندرت نے جواب دیا۔

خوب نام ہے ان کا۔ واقعی وہ ہمہ ندرت ہیں۔ مجسم ندرت ہیں۔ کسان دل میں سوچ رہا تھا۔

اُردو مرکز (جامعہ)
مالویہ نگر، نئی دہلی

باب ۳۶

کسان ابھی پھاوڑے کو اٹھا لایا جس سے نالیوں کی مٹی ہٹا کر وہ ابھی کھیت میں پانی دے رہا تھا۔ پھاوڑا لاکر اس نے جلد جلد کار کے پچھلے پہیوں کے پاس سے مٹی کاٹی اور ایک دو فٹ تک اسے ہموار کر دیا۔ اس سے کار کا الٹا چل کر نکلنا آسان ہو گیا تھا۔

"لیجئے، رضی صاحب۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ کی کار الٹی چل کر کیچڑ سے نکل جائے گی۔ معاف کیجئے آپ کا نام مجھے ان خواتین کے ذریعہ معلوم ہوا ہے۔ یہ آپ کو رضی بھائی کہہ رہی تھیں۔"

کسان نے کہا۔

"جی ہاں میرا نام رضی ہے۔ یہ سب میری بہنیں ہیں۔ شکریہ آپ نے بڑی تکلیف کی۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا اب آپ گاڑی کو الٹا چلائیے میں اسے آگے سے دھکا دیتا ہوں۔"

کسان نے کہا اس کے بعد اس نے آگے آکر زور لگایا ادھر رضی نے تیزی سے کار پیچھے کی طرف چلائی۔ چنانچہ سرسراتی ہوئی کار گڑھے سے نکل گئی۔ لڑکیوں نے خوشی میں تالیاں بجائیں اور لپک کر کار میں جا بیٹھیں۔ اس کے بعد کسان آہستہ آہستہ کار کے قریب آیا۔

"ہم سب نے آپ کو بہت تکلیف دی۔ اور آپ کے کام کا اتنا حرج کیا۔"

معہ رضی کے سب لڑکیوں نے کہا۔

کسان کے چہرے پر اک سی خفیف مسکراہٹ بکھر آگئی۔ جیسے اس مسکراہٹ کو کوئی لمبا سفر طے کر کے آنا پڑتا ہو اس نے آہستہ سے

کار کا دروازہ کھولا اور ادب سے ندرت کے پیر سے سینڈل کھولا۔

"کس قدر خوبصورت پیر ہیں ان کے۔"

کسان نے ندرت کے پیر سے سینڈل اتارتے ہوئے دل میں کہا۔

جب وہ ندرت کے حسین پیر سے سینڈل اتار رہا تھا تو ندرت فی الفور اس کے اس فعل کا مطلب نہ سمجھ سکی تھی۔ اس نے ذرا گھبرا کر اس نے کسان کی طرف دیکھا تھا۔ بہت قریب سے اس کو دیکھنے کے بعد ندرت کو ایسا معلوم ہوا جیسے یہ اجنبی شخص ازل کے تاریک غاروں سے نکل کر اڑتا ہوا سیدھا اسی کے پاس آیا ہے اور پاس آتے ہی اس کی اجنبیت مٹ گئی ہے۔

چند سکنڈ میں اجنبی کسان ندرت کے سینڈل کی ایڑی بہتی نالی کے پانی سے دھو کر اس کے پاس سینڈل لے آیا پھر پتوں کے ذریعہ آہستہ سے اس کے پیر میں لگی ہوئی کیچڑ صاف کی۔

"بہت ۔ شکریہ ۔ بس اب میں پہن لوں گی۔"

ندرت کی زبان سے اس طرح آہستہ سے نکلا جیسے اس پر سپردگی طاری ہو گئی ہو۔

"اب آپ واپس اسی کچے راستے سے سڑک پر جائیں۔ اگر آپ سرینا جا رہے تھے تو یہ سڑک سرینا کے قریب سے گزرتی ہے گاؤں تک پہنچنے میں کچا راستہ آپ کو اس طرف سے بھی طے کرنا پڑے گا۔ مگر وہ راستہ نسبتاً بہتر ہے۔"

کسان نے رضی کی کھڑکی پر آکر کہا۔

"جی ہاں اب تو ادھر ہی سے جانا پڑے گا۔ ہم سرینا ہی جا رہے ہیں۔"

رضی نے کہا۔

”سرینا کی بستی میں آج ندرت باجی کی تقریر ہے کیا آپ نے نہیں سنا تھا یہ؟“

نسرین نے کہا۔

”اچھا اچھا۔ ہاں منشی بہن بستی میں آج یہ چرچا سنا تو تھا۔ میں بستی کے اندر دراصل بہت کم جاتا ہوں۔ خوب! آپ کی تقریر ہے آج۔“

کسان نے ندرت کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ ندرت نے اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا کر آنکھیں جھکا لیں۔

”آپ کا نام معلوم نہیں ہوا مہربان؟“

رضی نے مسکرا کر کہا۔

”مجھے عاقل کہتے ہیں۔ بس نام کا عاقل۔“

کسان نے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہ تھی۔ اور نہ کوئی شکن بلکہ تمام بشرہ ہی کسی تاثر سے خالی نظر آ رہا تھا۔ اب اس کی خبر نہیں کہ آیا چہرے کی جلد اور خون کے اندر بھی کوئی تاثرات نہیں تھے

”اگر یہ کھیت۔ اس کی آبیاری و روح پرور فضا آپ ہی کی محنت کی رہین منت ہے تو آپ کام کے بھی عاقل ہیں۔“

شان نے مسکرا کر کہا۔

اس کے الفاظ سے ندرت کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ ایک لجاتی ہوئی سی مسکراہٹ جس کے دل دوز اثر سے عاقل بھی شاید خود کو نہ بچا سکا تھا کیوں کہ ندرت کے اس تبسم نے عاقل کے نقاب پوش چہرے پر ایک فرحت کی سرخی دوڑا دی تھی۔

کیا یہ آپ ہی کا کھیت ہے۔ آپ ہی ہیں اس کے مالک؟

تاجنا نے دریافت کیا۔

”تمام زمین اللہ کی ہے۔ یہ کھیت بھی میرے پاس اسی کی امانت ہے۔“

عاقل نے جواب دیا۔

”آپ کب سے اس کھیت کو چلا رہے ہیں؟“

نسرین نے پوچھا۔

”چلو بس ہو چکی پولیس کانفرنس۔ جلسہ میں دیر ہو رہی ہے۔“

ندرت نے مسکرا کر نسرین سے کہا۔ پھر نگاہ اٹھا کر عاقل کی طرف دیکھا کہ کہیں اس نے اس کا برا تو نہیں مانا۔ مگر اس سے نگاہیں چار ہوتے ہی پھر ندرت سمٹ کر رہ گئی۔

”کیا آپ ہمارے جلسہ میں شریک نہیں ہوں گے؟“

رضی بولا۔

”ضرور شرکت کروں گا۔ کتنے بجے شروع ہو رہا ہے جلسہ؟“

عاقل نے پوچھا۔

”پونے چار بج رہے ہیں۔ ہم پندرہ منٹ لیٹ ہو چکے ہیں۔“

تاجنا نے جواب دیا۔ اور اپنی خوبصورت گھڑی اس طرح دیکھی کہ عاقل بھی اس کی گھڑی کو دیکھ لے۔

”اچھا تو خدا حافظ۔ دیر ہو رہی ہے آپ کو۔“

کسان نے کار کے پاس سے ہٹتے ہوئے کہا۔

”ابھی سے خدا حافظ۔ ابھی تو آپ سے تفصیلی ملاقات باقی ہے۔“

رضی نے مسکرا کر کہا۔ اور کار روانہ ہوئی۔ جاتے جاتے گوشۂ چشم سے ندرت نے عاقل کو دیکھا تو اس کی عمیق و پرکشش آنکھوں کو اپنی جانب نگراں پایا

باب ۳۹

"کون تھا رضی وہ؟"

سڑک پر پہنچ جانے کے بعد ندرت نے رضی سے پوچھا۔

"خدا جانے مگر جا بالکل مطلق نظر نہیں آتا تھا۔"

رضی نے جواب دیا۔

دفعتاً انجن کی دھڑکن کے ساتھ انہیں بستی کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز بھی سنائی دی۔

"اچھا تو جلسہ شروع ہو گیا ہے۔" سب نے یک بارگی کہا اور رضی نے کار کو تیز کر دیا۔

عرفان وغیرہ نے بیٹری کے لاؤڈ اسپیکر کا کیا انتظام کر دیا تھا۔ کیونکہ دیہات تو کجا ابھی ہمارے بعض قصبات تک میں بجلی نہیں ہے۔ بجلی بھی عجیب چیز ہے آسمان سے زمین کی طرف آئے تو مار ڈالے قید ہو جائے تو روشنی پھیلا دے اور حسینوں کے جسم میں پناہ لے تو دیکھنے والوں کو بسمل کر دے۔

رضی کو بستی تک پہنچنے میں چار میل کا چکر کاٹنا پڑا۔ بہر حال آگے جا کر انہیں سڑک کو چھوڑنا پڑا اور کچا راستہ طے کرتے ہوئے آخر سب جلسہ گاہ میں جا پہنچے۔

چونکہ آج کے جلسہ کی دلہن ندرت ہی تھی اس لئے اس کا بے چینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ رضی و ندرت وغیرہ کو آتے آدھ گھنٹے سے زیادہ کی دیر ہو گئی تھی۔ اور جلسہ ٹھیک تین بجے شروع کر دیا گیا تھا پہلے تلاوت قرآن پاک ہوئی۔ اس کے بعد شعرائے کرام نے اپنے کلام بلاغت نظام سے سامعین کی سمع خراشی شروع کی۔

ہمارے ہاں ہر دس آدمیوں میں ایک شاعر ضرور ہوگا۔ پھر اس اجتماع میں بھی شاعروں کی کیا کمی ہو سکتی تھی۔

بہر حال خاصہ مجمع ہو گیا تھا۔ ہزار بارہ سو تو اسی بستی کے مرد و عورت ہوں گے۔ آس پاس کی چھوٹی بستیوں سے بھی لوگ، چلے آئے تھے۔ چنانچہ دو ڈھائی ہزار کا اجتماع ہو گیا تھا۔

اس مجمع میں تین سو کے قریب عورتیں تھیں۔ ان سے کئی گنی تعداد بچوں کی ہوگی کیونکہ ہمارے ملک کی عورت جس کثرت سے بچے دیتی ہے اس کثرت سے شاید ہی دوسرے کسی ملک کی عورت دیتی ہوگی۔ باقی تعداد مردوں کی تھی۔

رضی کی کار کو دیکھ کر اس کے کئی احباب اور چند قومی کارکن دوڑے مگر کار میں لڑکیوں کو بیٹھا دیکھ کر دور کھڑے رہ گئے۔ صرف اقبال و ناظر آگے بڑھے۔

"بڑی دیر لگا دی تم نے۔"

اقبال نے رضی سے کہا۔

"اس کی ذمہ دار کچھ تو تمہاری کار ہے۔ کچھ میری بہن شان، جنہوں نے غلط رہبری کی۔"

رضی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"شان صاحبہ غلط رہبری کر ہی نہیں سکتیں۔ میں مان نہیں سکتا۔"

ناظر نے مسکرا کر کہا۔

شان اس کی طرف مسکرا کر رہ گئی۔

غرض سب ڈائس پر پہنچے۔ لیڈی صدر موجود تھیں۔ انہوں نے رضی کی بہنوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اور نگار نے جلدی سے

بڑھ کر ندرت کی گردن میں ہار ڈال دیئے۔ جنہیں اتار کر اس نے نسرین کو پہنا دیئے۔ اور نسرین نے اتار کر رضی کی گود میں ڈال دیئے۔

" کہاں اٹک گئی تھیں۔ یا تمہارے اناڑی بھیا نے کار کا کوئی حادثہ کر دیا تھا؟"

نگار نے مسکرا کر ندرت سے پوچھا۔

" ہاں ایک چھوٹا سا دلچسپ حادثہ ہی سمجھو۔ مگر اس کے ذمہ دار رضی نہ تھے۔"

ندرت نے مسکرا کر جواب دیا۔

آخر سب کرسیوں پر جا بیٹھے۔ آگے ندرت و نگار۔ اس سے ذرا پیچھے رضی کی کرسی۔ اس کے دائیں و بائیں شان و تاجنا۔ ان سے ملی ہوئی نسرین اور اس کے پاس ... ۔

لیکن رضی کو ایک جگہ قرار نہ تھا۔ وہ اور سیمیں کبھی لیڈی صدر کے پاس پہنچتیں کبھی ڈائس کے چکر لگاتیں۔ لوگ ان کی جوانی اور بچپن کو دیکھتے اور آہیں بھرتے۔

مگر اس وقت تمام نگاہوں کا مرکز ندرت بنی ہوئی تھی۔ کیوں کہ باوجود سادہ لباس کے وہ بجلیاں برسا رہی تھی۔ ہزاروں آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ بے شمار دل اس کو دیکھتے تھے اور تڑپتے تھے۔

اس جلسہ میں شہر سے بھی بیسیوں نوجوان آگئے تھے جنہیں نہ تو قومی کاموں سے کوئی سروکار تھا۔ اور نہ کھیتی باڑی سے کوئی رغبت بلکہ وہ صرف حسین صورتوں کو تکنے کے لئے شریک جلسہ ہو گئے تھے۔

ایسے ہی دل پھینک اور اوباش لوگ بہت چہک رہے تھے۔ آپس میں ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔ ڈائس پر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کی شکل و صورت۔ اور حسن و جمال پر رائے زنی ہو رہی تھی۔ اور ان کے باب میں عاشقانہ اشعار پڑھے جا رہے تھے۔

خواتین میں سب سے زیادہ توجہ کی مرکز ندرت تھی۔ اسی کی جانب ہوس پرست آنکھیں اور شوریدہ دل زیادہ متوجہ تھے اس کے حسن و جمال سادگی و دلربائی پر لوگ مرے جا رہے تھے۔

" یار صغیر۔ اس سامنے والی قتالۂ عالم نے تو مار ڈالا۔"

ایک خستہ جگر عاشق نے ندرت کے متعلق اپنے دوست سے کہا۔

" یہی شعلہ جو آج تو آج تقریر کرے گی۔"

دوست نے کہا۔

" اس ستمگر کو دیکھ کر واہ واکیا شعر یاد آیا ہے۔"

ایک دل پھینک بولا۔

" سنا ڈالو مگر ذرا اونچی آواز سے تاکہ اس نازنین کے کانوں تک بھی پہنچ جائے۔"

ایک شخص نے کہا۔ چنانچہ دل پھینک شاعر صاحب نے ترنم سے یہ شعر فرمایا۔

رخ صبیح پہ کاکل کے ریشمی لچھے
فضائے قدس پہ جبریل پر جھکائے ہوئے

شعر اچھا تھا اور اس کا پورا اطلاق ندرت کے رخ صبیح پر ہوتا تھا سب نے اس کی داد دی۔

ندرت بیٹھی ہوئی لوگوں پر شعریت طاری کر رہی تھی۔ چنانچہ ایک اور شاعر صاحب نے فانی کا یہ شعر داغ دیا۔

تری ترچھی نظر کا تیر ہے مشکل سے نکلے گا
دل اسکے ساتھ نکلے گا اگر یہ دل سے نکلے گا۔

* * * * *

باب ۱۴

غرض اسی طرح ناکارہ لوگ جن کا مقصد حیات جانور کی طرح صرف جنسی تلذذ ہی ہے۔ عاشقانہ اشعار پڑھتے رہے زیادہ دیوان ندرت پر صرف کر گئے تھے کیونکہ اسی نے سب سے زیادہ انہیں دیوانہ بنا دیا تھا۔ ندرت کے علاوہ نگار۔ شان۔ نسرین۔ سبھی ہوس کارانہ شاعری کی زد میں آگئی تھیں اور رفعت تک باوجود حسین نہ ہونے کے بھی نہیں بچ سکی تھی۔

اقبال۔ ناظر۔ سہیل۔ منظور۔ خالق۔ احمد وغیرہ چونکہ جلسہ کے انتظام کے سلسلہ میں ڈائس سے فاصلے پر تھے۔ اور یہ اشعار سن رہے تھے، لیکن کیا کر سکتے تھے۔ پھر کیا ان کے سینوں میں دل نہ تھے۔ جو اس گلدستہ حسن سے متاثر نہ ہوتے۔ متاثر وہ بھی تھے۔ مگر وہ مہذب نوجوان تھے اس کے علاوہ ان کے دلوں میں تنہا عورت اور اس کا تصور ہی نہیں سرتا رہتا۔ تھا بلکہ ان کی روحیں حب وطنی اور فلاح عامہ کی خوشبو سے مہک رہی تھیں۔

"رضی رضی"

ندرت نے قدرے مڑ کر رضی سے کہا۔

"جی کیا بات ہے۔؟"

رضی نے اپنی کرسی سے آگے جھک کر پوچھا۔

"دیکھو وہ شخص بھی آپہنچا۔ وہ رہا۔"

ندرت نے اشارہ ابرو سے بتایا۔ عاقل تھا

عاقل سوٹ بوٹ میں تھا۔ اس نے ایک اچھی سی ٹائی باندھ رکھی تھی۔ بال بھی تکلف سے آراستہ تھے۔ اور اس کا پندرہ بیس منٹ پہلے

کا دیکھا ہوا چہرہ بہت کافی بدلا ہوا تھا۔ اس وقت وہ جھلسا ہوا نظر نہیں آرہا تھا بلکہ اس پر چمک اور سرخی تھی۔

"ارے ہاں باجی۔ یہ تو وہی عاقل ہے۔ مگر کس قدر بدلا ہوا نظر آرہا ہے۔ نہ وہ میلا ان ڈسٹیگر بلکہ سوٹ بوٹ کا ٹھاٹ۔"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں یہ پاکستان کا آئندہ کا کسان ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے ملک میں ایسے ہی کسان ہوا کریں گے۔"

ندرت نے کہا

وہ اپنی مسرت و فخر نہ چھپا سکی۔

"بے شک یہ کسان انشاء اللہ مساوات کے ساتھ بڑے سے بڑے عہدیداروں کے برابر جا کر بیٹھا کریں گے۔ ایک کسان ہی نہیں بلکہ ہر کاریگر مزدور وغیرہ بھی اپنے دن بھر کے کاموں سے فارغ ہو کر اونچی سے اونچی سوسائٹی میں بڑے سے بڑے آدمی سے جا کر مل سکے گا۔ متمدن قوم کی یہی شہریت ہے اور اسلام کی بھی۔"

رضی نے کہا۔

"دونوں بھائی بہن کیا کانا پھوسی کر رہے ہو۔ کون سے کسان کا ذکر ہے؟"

نگار نے ندرت کے قریب منہ کر کے پوچھا۔

"وہ جو سامنے کھڑا ہے۔ دیکھو وہ ڈائس کے قریب آرہا ہے۔"

ندرت نے۔

"ہاں باجی یہ تو وہی کسان ہے جس نے اپنا نام عاقل بتایا تھا۔"

پیچھے سے نسرین صاحبہ نے بھی اپنی باتوں کی تائید میں کہا۔

"وہ جس کے گلے میں کھرپڑا ہے، لیکن تمہیں کیسے معلوم کہ وہ کسان ہے؟"

نگار نے ندرت سے دریافت کیا۔

"رضی سے پوچھ لو۔"

ندرت نے جواب دیا۔

"بھئی، رضی صاحب کوئی پرانے کسان ہیں اور اپنی تمام برادری والوں کو جانتے ہیں۔"

نگار نے رضی کو گوشۂ چشم سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ نگار کیوں خواہ مخواہ مجھے چھیڑتی ہے۔

رضی نے دل میں کہا۔

چونکہ شہر سے دو تین اور معزز خواتین ابھی ابھی آئی تھیں اس لئے مائکروفون برائے چندے روک دیا گیا تھا۔ اسی سے فائدہ اٹھا کر ندرت نگار اور رضی وغیرہ باتیں کرنے لگے تھے۔

اس کے بعد مائکروفون پر تقریروں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

"ارے بابا، یہ تمہاری نظمیں اور غزلیں تو بہت سن لیں۔ اب ان خوبصورت و حسین چنچلیوں کی بھی تو زبان کھلواؤ جنہیں تم نے پلیٹ فارم پر سجا رکھا ہے۔"

ایک شخص نے بآواز بلند کہا۔

اس پر اقبال و سہیل نے اسے ڈانٹا۔

وہ بے حیائی سے ہنسنے لگا۔

ہمیں کے سپرد سکریٹری کی خدمت تھی۔ چنانچہ صدر کے ایما پر اس نے جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا اعلان کیا اور ایک خاتون سے تقریر کرنے کی درخواست کی۔

"تم بھی تو جانی ہو۔"

ہمیں کے متعلق کسی شخص نے کہا۔ اسے ناظرین نے ڈانٹا۔ یہاں

عرفان موجود نہ تھا ورنہ وہ ایک دو کا سر پھوڑ دیتا۔

غرض خاتون ڈائس پر سامنے آئی اور ایک معمولی سی تقریر کر کے بیٹھ گئی۔

"اب میں مس ندرت سے درخواست کروں گی کہ وہ اپنے قیمتی خیالات سے مجمع کو مستفید کریں۔"

ہمیں نے کہا۔

"ہائے مس۔ ارے ظالم۔"

ندرت کے متعلق کسی شخص نے کہا۔

یہ سب شہر سے آئے ہوئے مہذب لفنگے تھے۔ اسے عاقل نے نہ صرف ڈانٹا ہی بلکہ اس کا گریبان پکڑ کر اٹھا لیا۔ اور جلسہ سے باہر نکال دیا۔

آخر ندرت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مائکروفون کے سامنے آئی۔

وہ پرسکون نظر آ رہی تھی۔

ندرت نے ایک جامع اور مختصر تقریر کی۔ چند منٹ تک تھڑدل پھینک قسم کے نوجوان اس کے جمال سے آہیں بھرتے رہے۔

اس کے بعد ان پر ندرت کی تقریر کا جادو چھا گیا۔ اور مجمع پر خاموشی طاری ہوگئی۔

ندرت نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ صرف اس قدر سمجھ لیجئے۔

"کتنی تقریریں اور کتنے نعرے ہم کئی سال سے سنتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کے نتیجوں میں جتنے کام ہوئے ان کا پوری مایوسی سے آپ کو احساس ہوگا۔ مگر اب بالکل اقتدار کے جھگڑے وطن فروشی کے سیاہ سیلاب اور ابلیسی مسموم فضا، شکر ہے ختم ہوئی۔ اس کی جگہ نسیم سحر چل رہی ہے۔ ہر طرف مہک ہی مہک ہے، اجالا ہی اجالا ہے۔ کیوں کہ اب نظام کو مل گیا ہے۔ کیونکہ اب

انقلابی حکومت نے خون فاسد کو قوم و ملک کی رگوں سے خارج کر دیا ہے۔

لیکن تنہا آفتاب بھی اپنی تابانی و حرارت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس کی گرمی و روشنی کو برقرار رکھنے کے لئے گیسوؤں کی ضرورت ہے۔

اسی طرح تنہا حکومت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرنے اور اسے تقویت پہنچانے کے لئے آپ کے مکمل تعاون کی ضرورت ہے۔

حکومت آپ کو بچوں کی طرح ہمیشہ انگلی پکڑ کر نہیں چلا سکتی آپ خود پیر پیدا کیجئے اور دوڑنا سیکھئے۔ لیکن کس طرح؟

آئیے میں آپ کو بتاؤں!

لیکن پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔ آپ کو شدید ترین کس چیز کی ضرورت ہے کیا کار۔ کوٹھی۔ عیش و نشاط۔ دولت و اقتدار کی۔ اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے بعد میں چاند تک اڑنے کی اور ستاروں تک جست لگانے کی؟ مگر میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نے اب تک زمین کا کونسا حق ادا کیا ہے کہ آسمان کی خبر لانے لگے۔

پہلے زمین کا حق تو ادا کیجئے۔ پہلے اژدہے کا سر تو کچلئے۔ وہ اژدہا کیا ہے؟ ملک میں اناج کا قحط۔ اور ملک میں اناج کا قحط کیوں ہے؟ کیوں کہ ہم زمینوں کا حق ادا کرنا بھولے ہوئے ہیں۔ خدا اور رسول کی محبت سب پر مقدم ہے۔ اسی طرح مادی چیزوں میں زمین کی محبت مقدم ہے۔ ملک کی زمین اور ملک کے کھیتوں کی زمین چنانچہ اٹھئے کھیت آپ کو آواز دے رہے ہیں۔ ملک نوجوانوں کو بلا رہے ہیں۔

اس کے بعد ندرت نے بڑے پرجوش انداز میں لوگوں کو اکسایا۔ کہ زمینوں کو سنبھال کر ملک میں غلہ کی قلت مٹائیں۔ اس کی شیریں مگر برباد دینے والی آواز۔ اس کے حسین تیور اور اس کا دل نشین انداز تخاطب لوگوں کے اندر جوش و خروش پیدا کر رہا تھا۔

اس موقع پر عاقل نے ذرا سامنے آکر تقریر کرتی ہوئی ندرت کا فوٹو لیا۔ اس کے بعد ڈائس پر بیٹھے ہوئے تمام افراد کی بھی تصویر لی اور آخر پوری جلسہ گاہ کا بھی ایک فوٹو لیا۔

ندرت نے اپنی تقریر کے اختتام پر پہنچتے ہوئے آخر میں کہنا شروع کیا۔

میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اب کسانوں کے بھوکے مرنے مقروض ہونے، تباہ و برباد ہونے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے، اب آپ اور آپ کے بیوی بچے ننگے۔ گندے اور بیمار نہ رہا کریں گے۔ حکومت آپ کی زندگی کو سنوارنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ شرط یہی ہے کہ آپ بھی کچھ اپنی مدد آپ کریں۔

پرانی حکومت کے دور استبداد اور زمینداری کے ظالم سسٹم میں اب تک یہی ہوتا رہا تھا۔ کہ کسان نے اجیر کی حیثیت سے کچھ فصل بوئی اور اسے تھوڑے سے اناج کے دانے مل گئے مگر اب یہ نہ ہوگا۔ بلکہ زمین اور اس کی پوری فصلیں اور پیداوار آپ ہی کی ہوگی۔ فقط اتنا ہی نہ ہوگا۔ بلکہ فصلوں سے فرصت پا کر اوقات فرصت میں آپ کی بیویاں چھوٹی صنعتوں کے ذریعہ سے خاطر خواہ کما سکیں گی۔

چھوٹی صنعتوں کے مرکز کچھ کھولے جا رہے ہیں کچھ کھولے جائیں گے جن میں کسان اور اس کے بیوی بچے کام سیکھ کر بہت کچھ کما سکیں گے۔ ان چھوٹی صنعتوں کے سلسلہ میں آپ کو بہت سے کام

سکھائے جائیں گے۔ مثلاً مرغیاں پالنا۔ بسکٹ بنانا۔ ترکاریاں بونا۔ کھاد تیار کرنا۔ کپڑے سینا۔ کاڑھنا۔ زردوزی کمبل اور برش تیار کرنا جیم بنانا۔ کینوس کے جوتے تیار کرنا۔ چمڑے کا کام لوہار کا کام، روشنائی بنانا بجری بنانا۔ اور گھڑی سازی وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صنعتیں آپ سیکھ سکیں گے۔ اور یہ تمام کام آپ لوگوں کو سکھانے کے لئے بہت سے بھائی بہن یہاں آیا کریں گے۔ اور ملک کے دوسرے دیہاتوں میں جایا کریں گے۔ میں بھی انشاءاللہ اپنے آخری امتحان سے فارغ ہو کر اپنے بھائی بہنوں کی خدمت کے لئے آپ کی بستی میں آتی رہوں گی۔ کیونکہ مجھے یہ بستی بہت پسند آئی ہے۔"

ندرت نے چند منٹ تک ایسی اور بہت سی کام کی باتیں کہیں اس کے بعد نعروں اور تالیوں کے شور میں اس کی تقریر ختم ہو گئی۔

"یہ بڑی خوشخبری سنائی آپ نے کہ آپ بھی یہاں آتی رہیں گی۔"

مجمع میں سے چند عورتوں نے کہا:

ندرت مسکرانے لگی:

"یہ عرفان کہاں غائب ہے۔ کہیں نظر ہی نہیں آتا۔"

ندرت نے مڑ کر رضی سے کہا:

"کون عرفان بھائی؟ آپ کی تقریر کے شروع میں تو وہاں جلسہ کی آخری صف کے پاس کسی سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ اس کے بعد اپنے چند دوستوں کو لے کر بستی کی طرف بھاگ گئے۔"

تاجنا نے جواب دیا۔

باب ۱۴

آخر میں صدارتی تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ لیڈی صدر نے بھی ندرت کی بہت تعریف کی۔ اور لوگوں کو یقین دلایا کہ انقلابی حکومت مزدور۔ کسان اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے بہت بڑا پروگرام لے کر اٹھی ہے۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد بہت سی عورتوں نے ندرت کو آ گھیرا ان میں ہر طبقہ کی عورتیں تھیں۔ وہ اس سے سوالات تو کیا کرتیں بس اسے دیکھے جا رہی تھیں۔ آخر نگار و یمین نے ندرت اور اس کی بہنوں کو اس نرغے سے نکالا۔

"میرے ساتھ چلو گی نا نگار؟"

ندرت نے نگار سے پوچھا:

"نہیں اب تو چھ بج رہے ہیں پرسوں آؤں گی اور اگر نہ آسکی تو تم ہی آجانا۔"

نگار نے جواب دیا:

"اچھا اب آپ لوگوں کے دلوں پر پیر رکھتی ہوئی جلدی سے اپنی کار میں جا گھسئے۔"

یمین نے مسکرا کر ندرت سے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ نے بہت سے دلوں کو پامال کیا ہے۔"

ندرت مسکرا کر بولی اور اپنی بہنوں کو لے کر کار کی طرف روانہ ہوئی۔ اس کے پیچھے پھر عورت و مرد ہو گئے۔

رضی اپنے دوستوں میں پھنس گیا تھا۔ مگر اسے اقبال و سہیل نظر نہیں آ رہے تھے۔ کیونکہ وہ مائیکرو فون وغیرہ اٹھانے میں لگے ہوئے تھے۔

"وہ لانبی لانبی پلکوں اور کھنچے ہوئے ابرو والی کون لڑکی ہے سہیل؟"

اقبال نے سب سے پیچھے جاتی ہوئی نسرین کے متعلق سہیل سے دریافت کیا۔

"وہ رضی کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ ہے۔"

سہیل نے جواب دیا۔

اس کے بعد اقبال نے کوئی سوال نہیں کیا۔

"رضی میں ایک دو روز میں شام کو تمہارے ہاں آنے والی ہوں کچھ مشرقی پاکستان کے لئے پروگرام طے کرنا ہے۔"

شان نے رضی سے کہا۔

یہ دونوں ساتھ ساتھ جا رہی تھیں۔ اور ان کے پیچھے شان کی وجہ سے ناظر مودبانہ چلا آ رہا تھا۔

"بھئی ماشاءاللہ رضی تمہاری ہمشیرہ صاحبہ نے بہت اچھی تقریر کی۔"

سہیل و اقبال نے بھی رضی کے دوسرے احباب کے درمیان آکر کہا۔

"ہمیں ایسی ہی دختران وطن کی ضرورت ہے۔"

ناظر نے کہا وہ بھی آ گیا تھا۔

کھڑے کھڑے آئندہ کے لئے خیالات تبدیل کر رہے تھے مگر ادھر ندرت کی کار کو چند اچھے اور زیادہ شوریدہ نوجوانوں نے جا کر گھیر لیا تھا۔ تاکہ چلتے چلتے دیدار ہو جائے۔

عاقل دور کھڑا تھا مگر ندرت کی کار کے پاس مجمع دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھا اور لوگوں کو خوش خلقی کے ساتھ ہٹانے لگا۔ آخر مجمع چھنٹ گیا۔

"سرینا کی بستی کے لئے آج کا دن بڑا مبارک تھا کہ آپ کے بابرکت قدم یہاں آئے۔"

عاقل نے ندرت کی کھڑکی کے قریب پہنچ کر کہا۔

اس نے مسکرا کر نگاہیں نیچی کر لیں۔

وزدیدہ نگندی بمن انداز نگہ ہے
قربان نگاہ ہے تو محروم بانداز نگہ ہے

"واپسی میں ہم عاقل صاحب آپ کے کھیت کی طرف سے نہیں گزریں گے۔ ورنہ ہماری موٹر پھر وہاں پھنس جائے گی۔"

تاجنا نے کہا۔

"واہ عاقل صاحب کا کھیت تو بہت اچھا ہے۔"

نسرین بولی۔

"ہم تو آپ کو کسان سمجھے تھے۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"میں کسان ہی ہوں یہ بھی یقین مانئے۔"

عاقل نے جواب دیا۔

اب بھی اس کا چہرہ یکسر تاثرات سے خالی تھا۔ صرف ندرت کی

طرف دیکھ کر یا اس کی آواز سن کر اس کے چہرے پر ایک رنگ مسرت سا دوڑ جاتا:

"آپ کب سے یہاں کھیتی باڑی کر رہے ہیں؟"

آخر ندرت نے اس سے پوچھا:

"تقریباً تین سال سے"

عاقل نے جواب دیا اور اس کی عمیق و صادق آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہو گئی:

"کیا آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ عاقل صاحب کہاں تک پڑھا ہے آپ نے؟"

تاجنا نے اپنی طبیعت کے مطابق بے تکا سا سوال کیا۔

اس کے جواب میں عاقل ذرا رکا پھر بولا۔

"ہم سب طالب علم ہیں آپ بھی تو طالب علم ہی ہوں گی؟"

"جی ہاں۔ میں میٹرک میں پڑھتی ہوں۔ تاجنا آپا گیارھویں میں، شان آپا تھرڈ ایئر میں ہیں اور باجی فائنل میں ہیں"

بھولی بھالی نسرین بول پڑی:

"تم سے سب کلاسیں بتانے کو کس نے کہا تھا نسرین؟"

ندرت نے اس کی طرف مڑ کر کہا:

"اس میں ننھی سی نسرین بہن کا قصور نہیں ہے، خطا میری ہے"

عاقل نے ندرت سے کہا۔

ندرت کی سمجھ میں نہیں آیا کہ عاقل کی بھی کیا خطا تھی۔

"یہ رضی کہاں پھنس کر رہ گئے"

ندرت نے کہا اور کھڑکی سے ذرا سر باہر نکال کر ادھر ادھر جھانکا عاقل کو معلوم ہوا کہ جیسے ندرت کی گردن کے گرد کوئی نور کا حالہ تھا حالانکہ مالا کے چند تار اس کی گردن میں پڑے رہ گئے تھے۔

"وہ دیکھئے ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے دوستوں سے اس طرح باتیں کر رہے ہیں گویا تقریر میں مصروف ہوں"

شان نے کہا۔

عاقل کار کے پاس سے ہٹنے لگا مگر اس کے قدم نہیں اٹھ رہے تھے۔

"کیا عاقل صاحب آپ براہ کرم رضی کو یہاں بھیجتے جائیں گے؟"

ندرت نے کہا۔

"بہت اچھا۔ میں ان سے یہ بھی درخواست کرتا جاؤں کہ چند منٹ کے لئے میری جھونپڑی میں چل کر چائے پیتے جائیں؟"

عاقل نے کہا۔

"نہیں دیر ہو جائے گی اس وقت تو معذرت خواہ ہیں"

ندرت نے کہا اور عاقل کی خاموش مگر ہزار زبان والی نگاہوں سے اس کی نگاہیں ٹکرا کر رہ گئیں۔

عاقل چپ سا ہو کر جانے لگا۔

"آپ کی خاموشی استواری کی دلیل ہے"

اسے ملول سا پاکر ندرت نے اخلاقاً کہا۔

آخر وہ سر جھکائے چل دیا۔

آپ مجھے خاموش ہی پائیں گی۔ میں ہمیشہ سے خاموش چلا آرہا ہوں۔ کیوں کہ میری کائنات خاموش ہے۔ آپ ہی اسے زبان گویائی بخش سکتی ہیں۔ عاقل دل میں کہتا چلا جا رہا تھا۔

خدا جانے کون شخص ہے یہ۔ کام کسان کا کرتا ہے مگر شکل کسانوں کی سی نہیں رکھتا۔

لیکن ہمارے ملک کا آئندہ کسان اسی قسم کا ہوگا۔ کھیت میں کسان۔ وہاں سے ہٹ کر دوسرے شہریوں کی طرح ایک معزز شہری۔ ندرت

دل میں سوچ رہی تھی۔

آخر چند منٹ بعد اپنے دوستوں میں ہنستا بولتا ہوا رضی بھی کار کے پاس آ پہنچا۔

"معاف کرنا باجی آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ یہ ناظر کہہ رہے تھے کہ بے شک ندرت صاحبہ کی تقریر بہت اچھی تھی۔ لیکن شان اگر چاہتیں تو آپ سے اچھی تقریر کر سکتی تھیں۔"

رضی نے کار کے پاس آکر کہا۔

ناظر بھی پاس کھڑا تھا۔ اقبال، سہیل، اور دوسرے دوست دور رہے۔

"یہ بکواس ہے مجھے تقریر کا کوئی ملکہ نہیں۔"

شان نے ناظر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"رفیق کہاں غائب ہو گئیں ناظر صاحب؟"

ندرت نے ناظر سے دریافت کیا۔

"وہ نگار اور ہمیں کے پاس کھڑی ہوئی مشرقی پاکستان جانے کا پروگرام بنا رہی ہیں۔ تاکہ وہاں بھی عورتوں اور مردوں میں زراعتی اور چھوٹی گھریلو صنعتوں کی تحریک پیدا کریں۔ مجھے اور سہیل کو بھی گھسیٹنا چاہتی ہیں۔ اگر رضی اور شان صاحبہ بھی ہمارے ساتھ ہو جائیں تو ہم اور بھی زیادہ وہاں کام کر سکیں گے۔"

ناظر نے کہا۔

"بھئی میرے تو امتحان سر پر آ چلے ہیں پہلے ان کی تیاری کرنا ہے اسی طرح شان و ندرت باجی کے امتحانات بھی قریب آ گئے ہیں۔"

رضی نے کہا۔

* * * * * *

باب ۴۲

آخر رضی اپنی بہنوں کو لے کر روانہ ہو گیا۔

راہ میں سب ہی آج کے جلسے۔ حاضرین کے ذوق و شوق اور جلسہ کی تقاریر پر رائے زنی کرتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن ندرت کو نا معلوم کیوں چپ لگ گئی تھی حالانکہ امید تھی کہ وہی زیادہ چہکے گی کیونکہ اس نے ایک اچھی تقریر کی تھی۔

جب کار سڑک کا چکر کاٹ کر اسی موڑ کی طرف سے گذری جہاں سے آتے وقت رضی نے کچے راستے پر کار ڈال دی تھی۔ اور آگے جا کر وہ عاقل کے کھیت کے پاس جا کر پھنس گئی تھی تو ندرت نے استغراق سے سر اٹھایا۔

"دیکھو رضی اس شخص کا کھیت یہاں سے نظر آ رہا ہے کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

ندرت نے کہا۔

"ہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑے سلیقہ سے اس کی پلاننگ کی ہے۔"

رضی نے کہا۔

"کھیت ہونے بھی ایسے ہی چاہئیں۔ انہیں سلیقہ و ترتیب سے بنانا چاہیئے۔"

ندرت نے کہا۔

"آئندہ کبھی باجی تمہاری تقریر ہو تو کھیتوں ہی کو موضوع بنانا۔"

شان نے کہا۔

"ندرت باجی نے بڑی اچھی تقریر کی تھی بس ایک جگہ وہ ذرا گڑبڑا گئی تھیں۔"

نسرین بھی بولی۔

"کس جگہ بھلا بتاؤ تو۔"

ندرت نے مسکرا کر نسرین سے پوچھا۔

"آپ یہ کہہ گئیں تھیں کہ جس شخص کے دل میں سوز و گداز نہیں۔ وہ شخص نہیں۔ کہنا آپ کو یہ چاہیے تھا کہ وہ انسان نہیں"

نسرین نے کہا۔

"بھئی معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میری تقریر بڑے غور سے سنی تھی اور اگر میں نے واقعی اس جملہ میں دونوں جگہ لفظ شخص ہی کہا تھا تو تمہاری اصلاح بالکل درست ہے"

ندرت نے نسرین کو مسکرا کر داد دیتے ہوئے کہا۔

"سوز و گداز کے معنی بھی جانتی ہو نسرین؟"

تاجنا بولی۔

"ایں ہاں۔ نہیں صحیح معنی معلوم نہیں مجھے اس کے"

نسرین نے کہا۔

"سوز و گداز کہتے ہیں جلن کو"

تاجنا نے سوز و گداز کے معنی بتاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا سر"

شان نے جھنجھلا کر کہا۔

"رضی ہم سب کو اپنے اپنے امتحانات تک صرف ان کی تیاری سے سروکار رکھنا چاہیے۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد عملی طور پر جوش و خروش سے اپنی تحریک میں حصہ لیں گے"

ندرت نے کہا۔

"ہاں باجی۔ میرا بھی یہی خیال ہے"

رضی نے کہا۔

"لیکن رفو۔ نگار اور سیمیں کو کوئی امتحان نہیں دینا ہے کیونکہ وہ اپنے امتحانات سے گذر چکی ہیں۔ اسی طرح۔ ناظر، سہیل۔ اقبال وغیرہ بھی اس سے دور ہیں۔ چنانچہ انہیں تو لازم ہے کہ بڑے شد و مد کے ساتھ ہماری اس قومی تحریک کو مل کر پھیلائیں۔

شان نے کہا۔

"وہ سب کے سب تیزی سے کام جاری رکھیں گے"

رضی نے کہا۔

"رضی آخر عرفان کو بھی تو امتحان دینا ہے۔ لیکن میں نے اسے کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور نہ مکان پر زیادہ نظر آتا ہے۔ آخر وہ کس طرح قابو میں آئے گا۔

ندرت نے کہا۔

"اسے تو تم ہی قابو میں لاؤ گی باجی۔ عجیب لڑکا ہے۔ خدا جانے کب چپکے سے کار لے گیا تھا اور کب اسے چلانا اس نے سیکھ لیا۔ اس قدر اندھا دھند کار چلاتا ہے کہ ایک دن تین جگہ سے مڈگارڈ پچکا لایا تھا۔ اور میرے خوف سے چپکے سے انہیں ٹھیک کرا لایا"

رضی نے کہا۔

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا۔؟"

شان نے ہنس کر پوچھا۔

"ایک روز اسے شامت کا مارا ناظر کہیں مل گیا تھا۔ اسے بٹھا کر لے گیا۔ ناظر سے مجھے معلوم ہوا کہ تین چار دفعہ تو دوسروں کی گاڑیوں سے ٹکرایا اور ہر بار لڑنے کو کار سے نکل پڑتا تھا۔ پھر چلاتا اس قدر تیزی سے ہے کہ خدا کی پناہ"

رضی نے کہا۔

"تم اسے کار کے ہاتھ نہ لگانے دو۔ کسی روز خدا نخواستہ کوئی شدید

حادثہ نہ کر بیٹھے۔"

ندرت نے کہا۔

"بی ایس سی کرنے کے بعد باجی آپ تو چھوٹی صنعتوں کی ٹریننگ لینے کے لئے فوراً جاپان یا جرمنی کا رخ کرنا یہاں کام کرنے کو رفیق، شان، بیبیں نگار اور ان کی سہیلیاں کافی ہیں اگر آپ یہاں ایک دفعہ پھنس گئیں تو پھر تو آپ کا باہر جانا مشکل ہو جائے گا۔"

رضی نے کہا

"ہاں رضی میں بھی یہی سوچتی ہوں مگر۔"

ندرت نے کہا اور چپ ہو گئی۔

"اب اگر مگر کیا کرنے لگیں۔ میں نے تو آپ سے بہت عرصہ پہلے سے کہہ رکھا ہے کہ باہر کے اخراجات سے پریشان نہ ہونا۔ میرے حصے کا پلاٹ اور پیسہ موجود ہے۔ آپ میری فکر نہ کریں میں انشاء اللہ اگلے سال تک انجینئرنگ کر کے کمانا شروع کر دوں گا۔"

رضی نے کہا۔

"ہاں پیارے بھائی میرے بچّے تمہیں باہر جا کر کوئی ڈگری لانا چاہیئے۔"

ندرت نے کہا۔

"ہمارے وطن میں ملک کی ضروریات کے مطابق تربیت یافتہ عورتوں کی بہت کمی ہے۔ اس لئے آپ کا جانا ضروری ہے، تاکہ ملک کی خدمت کر سکیں۔"

رضی نے کہا۔

"ہمارے نے دیکھو خدا کیا کرتا ہے؟"

ندرت نے کہا اور ایک بار پیچھے مڑ کر یوں ہی دیکھ لیا۔ اب وہ عاقل کے کھیتوں سے میلوں دور نکل آئی تھی۔

باب ۴۳

دوسرے روز کے اخبارات میں سرینا کے جلسہ کی کارروائی اور وہاں کی تقاریر کے خلاصے نمایاں سرخیوں سے آ گئے۔ اخبار والوں نے بھی ندرت کی تقریر کو بہت سراہا تھا۔ اس پبلسٹی سے ندرت کو تکلیف ہوئی کیونکہ وہ زبانوں کا چرچا نہیں بننا چاہتی تھی۔

ندرت کو اپنے اخبار کے تذکرے سے مطلق خوشی نہ ہوئی۔ اسے تو کئی روز تک عاقل کے کھیت کا دھیان آتا رہا۔ اس کے نزدیک اگر کوئی قابل ذکر تھا تو وہ عاقل تھا۔ جو دن بھر ہل چلاتا تھا۔ کھیتوں میں مشقت کرتا تھا اور اوقات فرصت میں باغبانی۔ گلہ بانی۔ اور پولٹری فارم وغیرہ کو فروغ دینے میں کوشاں رہتا تھا۔

کاش اس شخص کے متعلق زیادہ حالات معلوم ہو سکتے کہ اس نے کس طرح کھیتی باڑی کی ابتداء کی۔ یہ ضروری تحریک اس کے دل میں کس طرح پیدا ہوئی۔ اور تین سال اس نے محنت اور پسینے کی زندگی میں کیسے گزارے۔

رضی کو اپنی جانب سے نیم نابینا دیکھ کر نگار نے ندرت کی تلاش کو سامنے رکھ کر دو تین بار رضی کے مکان کو رونق بخشی تھی۔ مگر ہر بار اس بدنصیب کو مکان سے غائب پایا تھا۔

رضی نے صرف یہ سوچ کر نگار کے تصور و یاد سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی کہ اس تک اس کے (رضی کے) ہاتھ پہنچنے دشوار ہیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ اسے اپنا مستقبل بنانے کے سلسلہ میں سب سے پہلے امتحان پاس کرنا تھا۔ پھر تیسری چیز یہ تھی کہ اس

بالغ النظر نوجوان کے نزدیک قوم و ملک کی خدمت مقدم تھی۔ عورت کا کیا وہ تو ہر اسٹیج پر مل سکتی ہے،

مگر پسندیدہ عورت ہر اسٹیج پر نہیں ملا کرتی۔ اس کا فرض صرف ایک ہی اسٹیج ہوتا ہے، جو ایک دفعہ گذر جانے کے بعد دوبارہ قائم نہیں ہوتا۔ لیکن پسند ہی پسند کا دیوانہ ہو کر انسان کو زندگی کے دوسرے حقائق کی طرف سے منہ موڑ لینا سخت نادانی ہے۔ اس ایٹم کے زمانہ میں عورت کا طلسم کافی ٹوٹ چکا ہے،

"عرفان تم کہاں غائب رہتے ہو۔ میں تم سے سخت ناخوش ہوں۔"

کئی روز کے بعد عرفان کی شکل نظر آئی تھی۔ تو ندرت نے اس سے خفگی سے کہا۔

"میں تو آپ کو بلانے آیا تھا۔ اور آپ نے آتے ہی میری ٹانگ لینی شروع کر دی۔"

عرفان نے عادتاً جواب دیا۔

"اگر مجھ سے اس طرح بات کی تو اتنا ماروں گی تمہیں عرفان کہ تمہاری عقل ٹھکانے آ جائے گی۔"

"آپ تو مفت میں خفا ہونے لگیں باجی میں نے آپ سے کہا کیا ہے؟"

عرفان نے خواہ مخواہ ہنستے ہوئے کہا۔

"ہنستے کیوں ہو۔ اگر تم نے کچھ نہیں کہا ہے مجھ سے تو اب کہہ لو۔ میں اسی لئے ہوں۔"

ندرت نے خفگی سے کہا۔

"اچھا لیجئے معافی مانگتا ہوں۔ بس اب تو خوش۔"

عرفان نے آخر کہا۔ وہ بھی صرف ندرت ہی کا کسی قدر رعب مانتا تھا۔

"میں اتنی آسانی سے لوگوں کو معاف نہیں کر دیا کرتی۔"

ندرت نے کہا اور اس کا دل ملائم ہو گیا۔

"اچھا تو پیٹ لیجئے مجھے آپ کا دل خوش ہو جائے گا۔"

عرفان نے کہا۔

"تم ضرور کسی روز میرے ہاتھ سے پٹو گے۔ بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنا ہیں۔" ندرت نے کہا۔

"اپنے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ جلدی سے مجھے ٹھوک پیٹ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیجئے۔ اور میرے ساتھ چلئے۔"

عرفان نے کہا۔

اس کی باتوں پر ندرت ہنسی نہ روک سکی۔

"کہاں چلوں تمہارے ساتھ؟"

ندرت نے پوچھا۔

"ہمارے ہاں آپ کو نگار نے بلایا ہے۔"

عرفان نے جواب دیا۔

"نگار تم سے چھوٹی ہے یا بڑی ہے؟"

ندرت نے کہا۔

"اچھا بابا نگار باجی سہی۔ اب چلئے گا یا نہیں؟"

عرفان نے کہا۔

"نگار یہاں کیوں نہیں آ گئیں۔؟"

ندرت نے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ ہمارے ہاں بیٹھی ہوئی ہیں اور رفیق سے باتیں کر رہی

ہیں۔ اب آپ پوچھیں گی کہ نگار بیگم اور رفیق کو لے کر آپ کے پاس کیوں نہ آگئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نگار کے والد بھی ساتھ ہیں۔ پھر آپ کہیں گی کہ نگار اپنے والد سمیت اور رفیق کو لے کر کیوں نہ چلی آئیں تو نگار کے والد کے ساتھ ایک صاحب اور بھی آئے ہیں۔"

عرفان بکواس کئے گیا اور ندرت ہنستی رہی۔

"نگار کے والد کس کو ساتھ لائے ہیں؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

"کوئی صاحب ہیں جنہیں نگار کے والد اپنے ساتھ اس لئے ہمارے ہاں لائے ہیں کہ کسی بہانے سے آپ کو ان کے ملاحظے سے گذار دیا جائے۔"

عرفان نے شرارت سے کہا۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"

ندرت نے کہا۔

"اب باجی آپ بن رہی ہیں۔ نگار کے ابا ان صاحب سے آپ کی بات لگانا چاہتے ہیں۔"

عرفان نے مٹکتے ہوئے کہا۔

"چل یہاں سے الگ ہٹا کہیں کا۔"

ندرت نے خفا ہو کر کہا۔

"بیرسٹر ہے باجی وہ بیرسٹر۔ مگر اس کی ایک آنکھ میں بل ہے۔"

عرفان نے ہنس کر کہا اور اپنی ایک آنکھ بھینگی کر لی۔

"دفع ہو یہاں سے۔ بیہودہ۔"

ندرت نے کہا۔ مگر عرفان کی بھینگی آنکھ بنانے پر اسے ایک دم ہنسی آ گئی۔

"چلئے۔ چلئے۔ بیچارے بیرسٹر صاحب بہت دیر سے آپ کے اشتیاق میں ہمارے ہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

عرفان نے پھر اپنی آنکھ بھینگی بنا کر کہا۔

"عرفان کے بچے تو پٹ کر جائے گا یہاں میرے ہاتھ سے۔"

ندرت نے عرفان کو ڈانٹ کر کہا۔

اتنے میں تاجنا کمرے میں داخل ہوئی۔

"اوہو آج تو باجی عرفان بھائی کو ڈانٹ رہی ہیں۔ پہلے تو سر چڑھا لیا تھا۔"

تاجنا نے عرفان پر ڈانٹ پڑتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"بھاگ جاؤ تاجنا۔ اس وقت باجی سے میں نہایت ضروری باتیں کر رہا ہوں۔"

عرفان نے تاجنا کی طرف بھی بھینگے پن سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ اپنا بھینگا پن باجی کو دکھاؤ۔ وہی خوش ہوتی ہیں تمہاری حرکتوں سے۔"

تاجنا نے چڑ کر کہا اور چلی گئی۔

اس کے بعد تو عرفان نے ندرت کی طرف بھینگے پن سے دیکھنے کی چڑ باندھ لی۔ جب بھی اس سے بات کرتا، بھینگا بن جاتا۔ وہ اسے مارنے کو دوڑتی اور وہ بھاگا بھاگا پھرتا۔

"ذرا چلی چلئے باجی۔ میں نسرین سے شرط بد کر چلا تھا۔ نسرین کہہ رہی تھیں کہ باجی اس وقت نہیں آ سکتیں یہ ان کے پڑھنے کا وقت ہے۔ میں دعوی کر کے چلا تھا کہ ابھی جا کر انہیں لاتا ہوں۔"

اب آپ چلی چلیں گی تو میری بھی بات رہ جائے گی اور بیرسٹر صاحب کی بھی۔"

عرفان نے کہا۔ اور پھر بھینگا بن گیا۔ آخر ندرت کھسیانی ہو کر اسے مارنے کو دوڑی۔ مگر وہ لپک کر ندرت کی والدہ کے کمرے میں جا گھسا۔

ندرت اس کے پیچھے پیچھے۔

"بچائیے امی جان!"

عرفان نے ندرت کی والدہ سے مدد مانگی۔ مگر ندرت نے پہنچ کر اسے دو ہتڑ تو رسید کر ہی دیئے۔

"کیا کر رہی ہو ندرت کیوں مار رہی ہو اسے؟"

ندرت کی ماں نے اسے منع کرتے ہوئے کہا۔

"اب تو بن امی کے سامنے بھینگا!"

ندرت نے عرفان کا کان پکڑ کر کہا۔

"ابھی جا کر بیرسٹر صاحب سے آپ کی شکایت کرتا ہوں!"

عرفان نے کہا اور وہاں سے نکل کر بھاگا۔ مگر بھاگتے بھاگتے ندرت کو بھینگے پن سے دیکھتا گیا۔

"اللہ کرے تیری آنکھیں ایسی ہی ہو جائیں۔"

ندرت نے کھسیانگی سے کہا۔

عرفان ابھی اپنے مکان پر پہنچا ہی ہو گا کہ نگار خود اس کے پاس چلی آئی۔

اب ندرت سنبھل گئی۔

"اتنے مزاج ہو گئے ہیں تمہارے کہ عرفان بلانے آیا پھر بھی نہیں آئیں!"

"آؤ وہاں میرے کمرے میں آؤ!"

ندرت نے کہا اور نگار کو اپنے کمرے میں لے آئی۔

"میں بہیں اور رفیق وغیرہ رضی کے مکان پر تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ جب تم نہیں پہنچیں تو آخر مجھے آنا پڑا!"

نگار نے کہا۔

"تم سیدھی میرے پاس کیوں نہ آئیں۔ بہیں اور رفیق کو بھی لیتی آتیں!"

ندرت نے کہا۔

"وہ دونوں تو چلی گئیں۔ میں دراصل آپا کے ہمراہ آئی ہوں اور ان کے ساتھ ایک صاحب اور ہیں۔ ہمارے عزیز ہوتے ہیں!"

نگار نے کہا۔

"اچھا تو عرفان ٹھیک کہہ رہا تھا میں اس شیطان کی باتوں کو مذاق سمجھ رہی تھی!"

ندرت نے کہا۔

نگار مسکرانے لگی۔

"مگر تم خود کو ان صاحب کے ملاحظہ سے گذارنے کے باوجود مجھے ان کے ملاحظہ سے گذارنے کی کوئی ضرورت کیوں محسوس کی؟"

ندرت نے پوچھا۔

"یہ ضرورت میں نے محسوس نہیں کی تھی۔ بلکہ اس کی حاجت خود ان ہی صاحب کو ہوئی۔ وہ اپنے الفاظ میں اب تک تو میرے ہی حلقہ بگوش، مگر اس روز کے جلسہ میں وہ بھی شریک تھے۔

چنانچہ تمہارے حسن صورت اور سحر تقریر سے کچھ ایسے مسحور ہوئے کہ بس تمہارا ہی کلمہ پڑھنے لگے۔ اب اسے انہوں نے میری وساطت

سے تمہاری بار دیگر زیارت کی درخواست کی ہو گی۔ چنانچہ آنا پڑا اور اس کے لئے انھیں رضی ہی کا مکان زیادہ موزوں نظر آیا۔"

نگار نے مسکرا کر کہا:

"اور اپنے دل پر جبر کرکے تمہیں دلال کا یہ کام انجام دینا پڑا!"

ندرت نے چتوں بدل کر پوچھا:

نگار خوب ہنسی

"نہیں میرا دل میرے ہی پاس ہے۔"

نگار نے کہا۔

"کیا اس شخص کے آنے کی خانت سے رضی کی والدہ۔ بہیں اور رقیہ بھی باخبر ہیں۔؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

"نہیں میں صرف چپکے سے نسرین سے کہہ دیا تھا۔ کہ تمہارے لئے ایک دو لہا بھائی پکڑ کر لاتی ہوں۔ خبردار ابھی کسی سے نہ کہنا۔"

نگار نے مسکرا کر جواب دیا۔

اور نسرین نے سب سے پہلے یہ بات عرفان جیسے شریر کو بتادی جس نے یہاں آکر چھیڑتے چھیڑتے میرے ناک میں دم کر دیا۔ کیا نگار وہ شخص بھینگا ہے۔؟"

"ہاں۔"

نگار نے ہنستے ہوئے جواب دیا پھر بولی۔

"کیا اس کے اس عیب سے تمہیں رنج ہوا؟"

"رنج تو تمہیں ہونا چاہیے کہ تم اسے اپنا کوئی رشتہ دار بھی بتاتی

ندرت نے کہا۔

"میرے اور اپنے حلقہ بگوشوں پر نہ جاؤ، وہ تمہیں قدم قدم پر ملیں گے۔"

نگار نے ہنس کر کہا۔

ندرت چپ ہو گئی۔

اس کے کتنے حلقہ بگوش تھے۔ کون کون تھے اسے خبر نہیں کالج کے باہر اور بازار میں وہ اکثر ہزاروں نگاہوں کو اپنا متعاقب پاتی تھی۔ مگر وہ نگاہیں حلقہ بگوش لوگوں کی نہ تھیں بلکہ گندے بھیڑیوں کی تھیں۔

پھر اسے حال ہی ... کی ایک نگاہ کا خیال آیا۔ وہ دلکش کھیت۔ اس کے پاس کیچڑ میں کار کے پہیے پھنسنا۔ انہیں زور لگا کر ایک ایسے شخص کا نکالنا جو کبھی دھندلا تھا کبھی نمایاں۔ پھر یہ گاہ دھندلا گاہ نمایاں جھولا جلنے گاہ میں پہنچا۔ اب اس کی دھندلاہٹ مٹ چکی تھی۔ اور وہ خوب نمایاں ہو گیا تھا۔ مگر صرف نمایاں ہی ہو کر رہ گیا تھا تاکہ جس طرح دفعتہً عدم کے پردے سے نکل کر سامنے آگیا تھا۔ اسی طرح متعاہد کی تاریکی میں گم بھی ہو جائے۔

"کیا سوچنے لگیں چلو نہ رضی کے ہاں۔"

نگار نے اسے خاموش پا کر کہا۔

"میں اس وقت نہیں جاتی۔ میری پڑھائی کا حرج ہو گا۔ کیا رضی مکان پر تھے۔؟"

ندرت نے پوچھا۔

"نہیں دونوں بار میں نے انہیں مکان سے غائب پایا۔"

نگار نے اس طرح جواب دیا گویا شکوہ کر رہی ہو۔"

باب ۳۴

حقیقت یہ ہے کہ جو بینگے بیرسٹر صاحب اس روز ندرت کے رخ انور کی جھلک دیکھنے آئے تھے وہ پہلے نگار کے تیر مژگاں کے شکار رہ چکے تھے، اور چاہتے تھے کہ نگار ان کی ہو جائے مگر اب تک نگار کے والد سے اس مسئلہ میں رجوع کرنے سے جھجک رہے تھے۔

ممکن تھا خود نگار کے والد بھی چاہتے ہوں کہ ان کی لڑکی آسودہ حال بیرسٹر کے گھر چلی جائے مگر چونکہ اب تک بیرسٹر نے اس باب میں کسی خاص رجحان کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لئے وہ بھی خاموش ہو گئے تھے۔

اسی دوران میں بیرسٹر صاحب کو سرینا میں اتفاق سے ندرت کی صورت دیکھنے اور تقریر سننے کا موقعہ حاصل ہوا تو وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے ندرت پر مر مٹے۔ اور نگار کے والد کی وساطت سے خود ندرت کے روبرو پیش کرنے کا موقعہ نکالنا چاہا۔ ندرت کو تو وہ دیکھ ہی چکے تھے اب چاہتے تھے کہ ندرت بھی انہیں دیکھ لے اس کے بعد جلد معاملے ہو جائے:

مگر اس میں سے کچھ نہ ہوا۔ ندرت نگار کے مذاق کے باوجود اس روز رضی کے مکان پر نہیں گئی۔ آخر بیرسٹر صاحب نے صبر کر کے چلا جانا چاہا۔ مگر رضی کی والدہ کے ذریعے انہوں نے سعی کرنا چاہی کہ وہ درمیان میں پڑیں۔ لیکن نگار کی والدہ نے اس معاملہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کی۔

آخر چند روز کے بعد انہوں نے بار دیگر اپنی پہلے والی دلبر نگار سے رجوع کرنا چاہا کیونکہ انہیں اپنی شادی خانہ آبادی کی بڑی عجلت تھی لیکن اس بار نگار نے انہیں مسترد کر دیا۔ پہلے بھی وہ نگار کی نظروں میں مسترد ہو چکے تھے۔

غرض یہ قصہ یوں ختم ہو گیا۔ ندرت شادی کے جنجال سے بال بال بچی۔ اور آزادی سے اپنے امتحانات کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ اگرچہ سرینا کا وہ دل فریب کمیت کبھی اس کے دل میں سے محو نہ ہوا۔ ادھر نگار بھی اس بار بیاہ کے جھنجھٹ سے محفوظ رہ کر اپنی پریکٹس میں لگی رہی:

لیکن جس طرح امتحان کی تیاری کے دوران میں اور بعد کو بھی ندرت کے حافظے سے سرینا کا وہ سرسبز و شاداب لہلہاتا کھیت اور اس کی فضا وغیرہ حافظہ سے نہیں نکلی تھی اسی طرح نگار کے خیال میں بھی رضی نامی ایک نوجوان چکر لگاتا رہتا تھا۔

لیکن یہ رضی نامی نوجوان خود کو نگار کے لئے گم کر دینے کی کوشش میں تھا، اب ایسی کوششوں میں کتنی کامیابی ہوا کرتی ہے اس کی خبر رضی نامی نوجوان ہی کو ہو گی:

آخر ایک دو روز بعد محب وطن اور "زیادہ غلہ پیدا کرو" کی تحریک کے بانی نوجوانوں نے زراعتی ہفتہ منایا۔ پہلے سے بذریعہ

Rekhta

تحریر پولیس کو اپنے تمام پروگرام سے انھوں نے باخبر کر دیا۔

یہ کوئی سازشی یا تخریبی تحریک نہ تھی جیسی کہ پرانی حکومت کے دور میں دشمنان وطن خفیہ طور پر چلاتے رہتے تھے۔ بلکہ یہ ملک کی موت و زندگی کا سوال تھا۔ کروڑوں اہل وطن کے پیٹ بھرنے کا معاملہ تھا اس لئے اس مبارک مہم کی جستہ جستہ تشہیر اخبارات میں ہوتی رہتی تھی۔

آخر ایک دو روز بعد کئی کالجوں کے بہت سے طلبا اور اور شہر کے وطن دوست نوجوان نے شہر میں ایک بہت بڑا جلوس نہایت نظم و ضبط سے نکالا۔ جس میں مقابلۂ حسن میں آنے کے شائق اور حسینۂ عالم کے انتخاب کی دیوانی لڑکیوں کو چھوڑ کر کئی سادہ پوش و نیک خواتین اور لڑکیوں نے بھی حصہ لیا۔

یہ جلوس بڑے کر و فر سے نکالا گیا۔ اس میں رجز یہ انداز میں چھیلے نوجوان یہ بول ادا کر رہے تھے۔

کھیتوں میں آؤ۔ کھیتوں میں آؤ۔
دھرتی دیتی ہے آواز
چل کر ہل چلاؤ بیج اگاؤ۔ قحط مٹاؤ
دھرتی دیتی ہے آواز
بجلی چمکی بادل آیا ساتھ میں وہ سیلاب کو لایا
پھیریں گے سیلاب کا منہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ
کھیتوں میں آؤ کھیتوں میں آؤ۔
دھرتی دیتی ہے آواز

ان نوجوانوں کے پیچھے کئی لڑکے مل کر یہ گاتے چلے آ رہے تھے۔

خون پسینہ بہائیں گے
خوب اناج اگائیں گے

وسط میں لڑکیوں کے ہاتھوں میں بانسوں پر لگے ہوئے بہت سے اشتہارات تھے جن میں سے کسی پر لکھا تھا

"کھیتوں کو چلو"
کسی پر لکھا ہوا تھا۔
"ہل کو لے کر ہل"
کسی پر تحریر تھا۔
"مرد ہو تو اناج کے قحط کا سر کچل دو"
کسی کی عبارت تھی۔
"اناج اگاؤ ملکی دولت بچاؤ"
کسی پر لکھا ہوا تھا۔
"کھیت میں ہل بیل لے کر چلو"

غرض اسی قسم کے ترغیبی اور زراعت کے لئے اکسانے والے کئی بورڈ لڑکیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ اور اپنی نوعیت کے اس جلوس کو بازاروں میں دیکھ کر لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔

"اماں یہ لمڈے کیا چیخ رہے ہیں؟"
ایک بڑے میاں نے کسی سے دریافت کیا۔
"میں تو ان لونڈیوں کو دیکھ رہا ہوں چچا"
کسی شہدے نے جواب دیا۔
"عبارتیں خوب بنائی ہیں مگر ان لوگوں نے"
دوسرے شخص نے کہا۔
"خاک بنائی ہیں مجھ سے کہتے تو میں انہیں ڈھنگ کے اشعار لکھکر

دیتا ان کے شعروں کی تو کوئی بحر ہی نہیں ہے:
ایک شاعر صاحب بولے۔
"آپ تو بحر ہی میں ڈوبے رہیئے۔ ان بے چاروں کو اپنا کام کرنے دیجئے:"
کسی ہمدرد انسان نے کہا۔
"برخوردار تم نہیں سمجھتے۔ یہ تحریک وحریک کچھ نہیں ہے بلکہ سستی شہرت کی طلب ہے تاکہ حکومت کی آنکھوں کے تارے بن جائیں:"
کسی سیاسی مردود نے کہا۔
"وطن کے لئے کام کرنے سے آدمی لوگوں کی آنکھوں کا تارا ہی تو بنتا ہے کانٹا تھوڑا ہی بنتا ہے:"
دوسرے کسی نیک نوجوان نے کہا۔
غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ چونکہ نو دس سال کی سیاسی بدنظمی کی بنا پر لوگوں کی ذہنیتیں مسموم ہو چکی ہیں اس لئے ان میں یہ تمک سوچنے کی صلاحیت نہ رہی کہ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔
آج ایک شخص تنہا یا چند لوگ مل کر کوئی نیکی۔ مذہبی یا سماجی خدمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو لوگوں کو ان کی خلوص نیت کا یقین ہی نہیں آتا کیونکہ وہ ہر بات ہر چیز اور ہر کام کو کھوٹ سے بھرے ہوئے اپنے دماغ سے سوچتے ہیں۔ انہیں خیال ہوتا ہے کہ جب کہ ہم اور لاکھوں، کروڑوں لوگ ذاتی منفعت کو مقدم سمجھتے ہیں تو ایسے افراد کا کوئی وجود ممکن ہی نہیں جو بے غرضانہ کام کرتے ہوں۔

غرض یہ جلوس۔ تنظیم وتحریک بالکل ہی بیکار نہیں گئی بلکہ اس سے لوگوں کے سامنے سوچنے کو یہ مواد ہاتھ آگیا کہ واقعی ملک میں غلہ کا قحط قابل غور مسئلہ ہے اور اس کا واحد حل یہی ہے کہ زمینوں کو زیادہ سے زیادہ ہل کے نیچے لایا جائے۔
مگر ہر شخص کے لئے اپنی کوتاہ قدمی کی بنا پر یہ دشوار سوال تھا کہ کھیتوں کی طرف دوڑ پڑے۔ حالانکہ اس میں تذبذب کی نقطہ اتنی ہی سی بات تھی کہ کھیت پسینہ اور محنت شاقہ کے طلب گار ہیں اور ہم اپنی سہل انگاری کی وجہ سے نہ تو محنت ومشقت کے عادی رہے، ہیں اور نہ جوان مردی دکھانے کے خوگر۔
حکومت نے زمین فراہم کرنے کی انتہائی سہولتیں دے رکھی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت ہے، مگر اس کا کیا کہا جائے کہ نوجوان کا مشغلۂ حیات صرف سینما۔ بہیں تین لڑکیاں اور سیر سپاٹا رہ گیا ہے:
"بھئی ماشاء اللہ آج کا جلوس بڑا کامیاب رہا۔ تمہارے بھائی عرفان کا کہنا ہے کہ جلوس کے ساتھ ہیں کم از کم دس ہزار آدمی ہوں گے:"
شام کو نگار نے ندرت کے مکان پر پہنچ کر اسے رپورٹ سنائی۔
"اچھا بہت خوب۔ کیا تم بھی جلوس میں شریک تھیں؟"
ندرت نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا۔
"میں افسوس دوری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکی۔ لیکن تم نے شرکت کیوں نہیں کی؟"
نگار نے پوچھا۔
"ایک تو امی کی طبیعت ذرا خراب ہے دوسرے امتحانات اگلے

ہفتے سے شروع ہونے والے ہیں۔ البتہ میری تمنوں بہنیں شریک ہو گئی تھیں۔"

ندرت نے کہا۔

"اچھا تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ زرعی پیداوار بڑھانے کے مشتاق نوجوانوں سے ارتباط قائم کرنے کے لئے سہیل کے مکان پر باقاعدہ دفتر قائم کر دیا گیا ہے اور کاشت کاری کے ابتدائی کام سکھانے کے لئے ماہرین زراعت نے بلا معاوضہ اپنی خدمات بھی پیش کی ہیں۔"

نگار نے کہا۔

"اب انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔ ایک کام اور کرنا ہے اب وہ یہ کہ زمینوں کے لئے حکومت سے جلد رجوع کیا جائے۔"

ندرت نے کہا۔

"اس کے لئے کوشش شروع کر دی گئی ہے۔ اس میں تمہارے بھائی رضی بھی وفد کے ساتھ گئے تھے۔ حالانکہ مجھے ان سے توقع نہ تھی۔"

نگار نے کہا۔

"کیوں؟ واہ رضی تو اس تحریک کا روح رواں ہے۔"

ندرت نے کہا۔

"ہوں گے۔ ہمیں تو وہ ایسے نظر نہیں آتے۔ بیشتر تو مکان سے غائب رہتے ہیں۔"

نگار نے کہا۔

"اچھا چلو آج رضی کے ہاں ہو آئیں میں تو کئی روز سے نہیں جا سکی۔"

ندرت نے کہا۔

— — — — —

باب ۴۵

چنانچہ تھوڑی دیر بعد دونوں نے رضی کے مکان کا رخ کیا۔ مطالعہ کرتے کرتے ندرت بھی تھک گئی تھی اس نے سوچا کہ تھوڑی دیر کے لئے دماغ کو آسودہ کر لیں۔

مگر ندرت کو یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں عرفان بھی مکان پر موجود نہ ہو۔ وہ ندرت کو دیکھتے ہی اسے چھیڑنے کی غرض سے پھر اپنی آنکھ بھینگی بنانے لگا اور اسے چھیڑے گا۔

امتحانات کی تیاریوں کے دوران میں تھک کر جب بستر پر دراز ہوتی تو اس کے تخیل میں وہ ہرا بھرا لہلہاتا کھیت اور اس کی معطر فضا یاد آئے بغیر نہ رہتی۔ حالانکہ وہاں اس روز اس کی تمام جنس گئی تھی مگر اس کھیت کے تخیل اور اس کو پر بہار بنانے والے کا دھیان اسے آ ہی جاتا تھا۔

وہی ہوا۔ سب سے پہلے ندرت نے رضی کے مکان میں قدم رکھا تو باہر ہی اسکی عرفان سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ مکان سے نکل کر کہیں جانے والا تھا۔

"آداب باجی۔"

عرفان نے بھینگا بن کر ندرت کو آداب کیا۔ وہ اسے مارنے کو دوڑی۔

"آداب نگار باجی۔"

عرفان نے نگار کے پیچھے پناہ لیتے ہوئے اسے بھی آداب کیا اور اپنی آنکھیں نیچرل بنا لیں۔

"رضی صاحب ہیں مکان میں عرفان میاں؟"

نگار نے اس سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ جی نہیں۔"

عرفان نے جواب دیا۔

"یہ ہاں اور نہیں کیا بات ہوئی عرفان میاں؟"

نگار نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم اس سے کیوں باتیں کئے جا رہی ہو۔ دفع ہونے دو اسے"

ندرت نے کہا۔

"میں نے بھائی صاحب کے بارے ہاں، اس وجہ سے کہا تھا کہ وہ مکان میں موجود ہیں۔ اور نہیں اس سبب سے کہ کمرے میں بند ہو کر اسٹڈی فرما رہے ہیں۔"

عرفان نے کہا۔ اور بیٹھک ہی سے ندرت کی طرف ایک بار دیکھ کر باہر بھاگ گیا۔ ندرت کھولتی ہوئی رہ گئی۔

آخر ندرت و نگار اندر پہنچیں۔ رضی کی والدہ کو سلام کیا۔۔۔۔۔۔

انہیں دیکھ کر نسرین بھی پڑھتی پڑھتی بھاگ آئی۔

سامنے والے کمرے میں رضی پڑھ رہا تھا۔ ندرت نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ نگار اس کے پیچھے کھڑی تھی۔

کھٹکھٹاہٹ سن کر رضی نے دروازہ کھولا تو ندرت و نگار نظر آئیں۔

اس نے صرف ندرت کو سلام کیا۔

"کیا ہو رہا ہے رضی۔ اتنا مغز نہ مارا کرو۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"آخر انجینئرنگ کا امتحان ہے۔ یہ بی اے کا سائنس نہیں ہے باجی۔"

رضی اندر ہی سے بولا۔ باہر نہیں نکلا۔

"ڈاکٹری کی پانچ سال تک پڑھائی پڑھتے تو تم دونوں کا نا معلوم کیا حال ہوتا۔"

نگار نے کہا۔

رضی اسے جواب دیئے بغیر اپنی میز کی طرف چلا گیا۔ اس کی اس حرکت پر نگار کو بھی تیش آگیا چنانچہ رضی کے کمرے کے پاس سے ہٹ آئی۔ اور نسرین سے باتیں کرنے لگی۔

چند منٹ بعد ندرت بھی ان کے پاس نشست میں آگئی۔

"چائے بناؤ گی نسرین۔ تمہاری پڑھائی کا حرج تو نہ ہوگا۔؟"

ندرت نے کہا۔

"جی نہیں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔"

نسرین نے کہا اور چلی گئی۔

"اس روز تم میرے دکھاوے کے لئے اس بھینگے بیرسٹر کو لیے آئی تھیں کہ عرفان کے بچے نے اس کی بھینگی آنکھوں کو میرے لئے ایک چڑ بنا لیا۔ جب کبھی مجھے وہ شیطان دیکھتا یا بات کرتا ہے تو اپنی آنکھیں بھینگی بنا لیتا ہے۔"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

نگار ہنسی۔

"اور کیا تم اس کی چھیڑ سے واقعی چڑنے لگیں۔؟"

نگار نے ہنس کر پوچھا۔

"چڑنے کی بات ہی ہے۔ میں نے تو تمہارے اس بھینگے بیرسٹر کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔"

ندرت نے کہا۔

"میرا کیوں ہونے لگا وہ۔"

نگار نے کہا۔

اب ندرت مسکرائی۔

نگار نے مسکرا کر دریافت کیا۔ اس کے جواب میں ندرت کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آئی۔ بلکہ وہ خاموش ہو گئی۔ اور اس کی آنکھوں کے آگے وہ پر فضا کھیت اور اس کا مالک آ گیا۔ دونوں کا خیال اسے اس طرح آتا تھا جیسے اس کھیت کی روح اس کا مالک تھا اور مالک کی روح اس کا کھیت۔ کیونکہ دونوں ہی لطیف و پر بہار تھے:

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گی:"

آخر ندرت نے جواب دیا۔

"آؤ ندرت اس کا عہد کریں کہ جب تک ہماری زراعتی تحریک بار آور نہیں ہو گی۔ ہم دونوں شادی نہیں کریں گی:"

نگار نے کہا۔ ندرت ہنسی۔

اس میں عہد و پیمان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ شادیاں صاحب فضل ہی سے ہونا چاہئیں:

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں:"

نگار نے کہا۔

"اچھا تو تم اگلے ہفتے ڈھاکہ جا رہی ہو۔ پھر واپسی کب ہو گی تمہاری۔؟"

"ندرت نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے دریافت کیا۔

"جلد ہی آنے کی کوشش کروں گی ورنہ میرے مطلب کا حرج ہو گا۔"

نگار نے جواب دیا۔ اتنے میں رضی چائے اور پھل وغیرہ لے کر داخل ہوا اور میز پر رکھ کر جانے لگا۔

"رضی تمہیں سن کر خوشی ہو گی کہ نگار، اپنی شادی کرنے ڈھاکہ

"پھر کون ہے تمہارا۔؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

"کوئی بھی نہیں:"

نگار نے جواب دیا پھر چپ ہو گئی۔ آخر ذرا وقفہ کے بعد بولی۔

"کیا ندرت تمہارے پیغام نہیں آتے۔؟"

"آتے ہی رہتے ہیں۔ مگر میں انہیں خاطر میں نہیں لاتی:"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

"یہی کیفیت میری ہے مگر اب کی دفعہ ابا مجھے اپنے ہمراہ ڈھاکہ لے جا رہے ہیں۔ وہاں کوئی سیاہ بخل آفیسر ہے جو باہر کی تعلیم حاصل کیا ہوا ہے، اور دولت مند ہے میرے ڈھاکہ والے چچا کا اصرار ہے کہ ابا کو یہ رشتہ قبول کر لینا چاہیے۔"

نگار نے کہا۔

"اچھا تو یہ سب باتیں تمہارے علم میں ہیں لیکن تم شادی کی ابھی خواہاں نہیں ہو تو انکار کر سکتی ہو۔"

ندرت مسکرا کر بولی۔

"آخر میں مجھے کرنا ہی پڑے گا۔ اچھا تم کیا کرو گی؟"

نگار نے دریافت کیا۔

"مجھے سب سے پہلے تو اپنا امتحان پاس کر کے چھوٹی گھریلو صنعتوں کی تعلیم کے لئے باہر جانا ہے جیسا کہ رضی کا اصرار ہے اس کے بعد اس مسئلہ پر غور کروں گی اگر وقت ملا تو:"

ندرت نے جواب دیا۔

"اور اگر وقت ملنے سے قبل ہی کسی نے تمہیں آ پکڑا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی تمہارے خیال پر چھا گیا؟"

جا رہی ہیں۔"

ندرت نے مسکرا کر رضی سے کہا۔

"کیوں بک رہی ہو ندرت ؟"

نگار نے قدرے شرم اور قدرے کھسیانے پن سے کہا۔

رضی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ایک دفعہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا اور اس میں جسمانی بلند قد کسی قدر جھک گیا۔ اس کے بعد اس نے سنبھلنے کی کوشش کی اس میں جسمانی طور پر تو وہ کامیاب ہو گیا۔ مگر اس کی روح جھکی کی جھکی رہ گئی۔

-۔-۔-۔-۔-

باب ۴۶

دوسرے ہفتے آخر نگار ڈھاکہ روانہ ہو گئی اور اس کے ایک دو روز بعد ندرت و رضی کے امتحانات شروع ہو گئے۔ عرفان تاجنا اور نسرین اپنے امتحانوں سے فارغ ہو چکے تھے اس لئے آزادی و فرصت کے دن گذار رہے تھے۔

مگر کاشت کاری کی تحریک اٹھانے کے بعد سے عرفان اپنے سیر سپاٹے بھول گیا تھا۔ اس کے برعکس اپنی پارٹی کو لے کر سرینا پہنچتا اور وہ سب مل کر سرینا کے ان پڑھ لوگوں کو پڑھانے میں مصروف ہو جاتے ساتھ ہی افتادہ زمینوں کو کاشت کے لئے تیار کرنے کی فکر میں

بھی لگے رہتے۔

عرفان اور اس کی پارٹی سے سرینا کی بستی والوں نے درخواست کی کہ ان کی بیٹیوں اور بیویوں کی پڑھائی کا بھی کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا۔

عرفان اور اس کی جماعت باری باری سے زمینوں کا انتخاب کرنے اور سرینا کی بستی والوں کو پڑھانے جاتی تھی۔ اس طرح ہفتہ میں دو بار عرفان کی باری سرینا پہنچنے کی آجاتی تھی۔

ایک روز دوپہر کے وقت اپنی باری کے دن عرفان سرینا پہنچ کر چوپال میں بیٹھا ہوا دس بارہ سال کے چند لڑکوں کو پڑھا رہا تھا زیادہ عمر والے لڑکے محنت مزدوری کے لئے جا چکے تھے۔ اور شام کو آنے والے تھے جن کو پڑھانے اور کام سکھانے کے لئے سہیل، اقبال اور ناظم وغیرہ کی باری تھی۔

عرفان لڑکوں اور چھوٹی لڑکیوں کو پڑھانے میں مصروف تھا کہ اس نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی۔

، کیوں جی، تم ہمیں کیوں نہیں پڑھاتے۔؟

آواز باریک اور دل کش تھی۔ عرفان نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو سے ایک چودہ پندرہ سال کی لڑکی کھڑی نظر آئی۔ جس کا رنگ دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید تھا۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں اور اس کے سیاہ باریک ابرو ان آنکھوں پر بہت خوبصورتی سے کھنچے ہوئے تھے۔

یہ وہی لڑکی تھی جو ایک دو ماہ پہلے اقبال و رضی کو ورکش کالونی سے لوٹتے وقت نظر آئی تھی۔ سرینا کے قریب سڑک پر مویشیوں کی وجہ سے اقبال کو کار بڑا کے چند سے روکنا پڑی تھی اور یہ لڑکی بیلے پر ڈول چڑھ

سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی پانی کی بڑی سی بالٹی لئے کار کے آگے سے گذری تھی اس پر اقبال نے اسے بہن بنا کر اس کی مدد کرنا چاہی تھی۔

لیکن عرفان نے آج تک اس کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے عرفان اس کی شکل و صورت کی دلکشی میں گم سا ہو گیا۔

، تم نے شاید اتنا نہیں پڑھا ہے کہ مجھے پڑھا سکو؛

اسے گم سم پا کر اس لڑکی نے سادگی سے کہا۔ اب عرفان کو بھی ہوش آگیا۔ چنانچہ مسکرا کر بولا۔

، مجھے تمہیں پڑھانے میں بڑی مسرت ہوگی۔ مگر شاید تمہارے ماں باپ پسند نہ کریں کہ تم مجھ سے پڑھو؛

، کیوں پسند نہیں کریں گے۔ کیا تم میرے ماں باپ سے مل چکے ہو۔۔؟

لڑکی نے پوچھا۔

، نہیں، لیکن اب ضرور ملوں گا۔ اور اطمینان رکھو، تمہیں پڑھانے کے لئے میری دوسری بہنیں چند روز بعد آنا شروع کر دیں گی؛

عرفان نے کہا۔

، پر میں تو چاہتی تھی کہ تم ہی پڑھاتے مجھے؛

لڑکی نے کہا۔

، کیوں آخر۔؟

عرفان نے دریافت کیا۔

، اسے باتوں میں مشغول پا کر اس کے شاگردوں کو ذرا فرصت مل گئی اور وہ آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے۔

، کیوں کہ اس روز جو یہاں جلسہ ہوا تھا نا، تو تمہیں یاد ہوگا کہ

کہ تم نے ایک بدصورت آدمی کو پیٹا تھا۔ کیوں کہ وہ جلسہ میں آنے والی عورتوں کے لئے برے بول کہہ رہا تھا۔ وہ بہت برا آدمی ہے مجھے بھی اکثر چھیڑتا رہتا ہے، تم نے اچھا کیا کہ اسے پیٹا۔ بس اسی دن سے تم مجھے اچھے معلوم ہونے لگے۔"

لڑکی نے کہا۔

عرفان کا دل مسرت سے دھڑکنے لگا۔ اسے یاد آیا کہ ایک گنوار لڑکے کو اس نے جلسہ کے دن ٹھوکا تھا۔ کیونکہ وہ ندرت، نگارے شان اور یہیں وغیرہ کے لئے فحش الکلمات بک رہا تھا۔

لیکن عرفان کو آج سب سے بڑی خوشی اس لڑکی کے الفاظ سن کر ہوئی تھی۔ کیونکہ اس لڑکی کی نگاہ میں اس نے ایک مقام پیدا کر لیا تھا۔ کیا ہوا وہ تعلیم یافتہ نہیں تھی۔ مگر بہت خوبصورت تھی اور ایسی ہی عفیف بھی

"کیا اب بھی وہ شخص تمہیں چھیڑتا ہے۔؟"

عرفان نے دریافت کیا۔"

"نہیں پچھلے مہینے وہ کھانے کمانے کراچی چلا گیا۔"

لڑکی نے جواب دیا۔

"تمہارا نام معلوم نہیں ہوا کیا نام ہے تمہارا۔؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"ثریا" لڑکی نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"خوب نام ہے تمہارا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ماں باپ لکھے پڑھے لوگ ہیں۔"

عرفان نے پوچھا۔

"بس ابا جی کو تھوڑی سی اردو آتی ہے۔" مگر یہ نام اچھا کیسے معلوم

ہوا تمہیں۔ ثریا کسے کہتے ہیں؟"

ثریا نے اپنے نام کے معنی دریافت کرتے ہوئے سوال کیا۔ میاں عرفان کو بھی ثریا کے معنی اچھی طرح معلوم نہ تھے مگر حافظہ پر زور دینے سے کہیں سنے ہوئے معنی یاد آگئے چنانچہ بولے۔

"ثریا ایک بہت خوبصورت ستارے کا نام ہے۔ جو آسمان پر دور جگمگاتا رہتا ہے۔"

"اچھا ثریا آسمان کے تارے کا نام ہے۔ پر میں تو زمین پر مٹی کھودتی ہوں کیونکہ زمیندار نے میرے ابا سے زمین چھین لی تھی۔"

ثریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ یہ حکومت تمہاری زمین تمہیں جلد دلا دے گی پھر تم آسمان کے علاوہ زمین پر بھی جگمگانے لگو گی۔"

عرفان نے کہا۔"

لڑکی مسرت سے مسکرانے لگی۔ اور تبسم نے اس کے چہرے کی دل کشی اور بھی بڑھا دی۔

"اس کے علاوہ بہت جلد ہم لوگ بھی تمہاری بستی کے پاس پڑی ہوئی زمین کو جگانے کے لئے آنے والے ہیں۔ یہاں ہم بھی چند ہی روز میں زمین کو دے کر ہل چلانے لگیں گے۔"

عرفان نے کہا۔

"تم چلاؤ گے ہل! اتنے اچھے آدمی ہو کر ہل چلاؤ گے۔ اس کا مقصد شاید مٹی میں تاپ سے ہو گا، تمہارا رنگ اور کپڑے خراب نہیں ہو جائیں گے۔"

ثریا نے کہا۔

جب مٹی کھودنے سے تمہارا خوبصورت چہرہ اور رنگ میلا نہ پڑا

تو ہمارا رنگ بھی ہل چلانے سے خراب نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اس بات کو خوب سمجھ لو ثریا کہ اب اچھے ہی لوگ ہل چلایا کریں گے۔ اور برے لوگ ہل سے بھاگیں گے۔"

عرفان نے کہا۔

"تم شاید ٹھیک کہتے ہو۔ اسی لئے وہ انور وہ دیہاتی آوارہ نوجوان جو ثریا کو چھیڑا کرتا تھا، کھیت سے بھاگ گیا۔ اور شہر جا پہنچا۔"

ثریا نے کہا۔

"ہاں اب تمہاری آس پاس کی زمینوں میں ہل چلانے کے لئے بہت سے لکھے پڑھے نوجوان آنے والے ہیں۔ پورے ملک میں ایسا ہی ہوگا۔ تم جانتی ہو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اپنے دیس میں خوب اناج پیدا ہونے لگے گا۔ اسی طرح لکھی پڑھی اور ہنرمند لڑکیاں اور عورتیں بھی تمہاری بستی میں آکر تمہیں بہت سے گھریلو کام مفت سکھائیں گی۔ اس سے تم خوب کمانے لگوگی۔"

عرفان نے کہا۔

"کتنے اچھے ہو تم سب لوگ۔ اس دن جلسے میں بھی بہت اچھی اچھی لڑکیاں آئی تھیں اور جس لڑکی نے تقریر کی تھی وہ تو بہت ہی خوبصورت تھی۔"

ثریا نے کہا۔

"وہ میری بڑی بہن ہیں۔ آج کل اپنے امتحان میں لگی ہوئی ہیں۔ اس سے نبٹنے کے بعد وہ بھی میری دوسری بہنوں کو لے کر تمہیں پڑھانے اور ہنر سکھانے آیا کریں گی۔"

عرفان نے کہا۔

"یہ تو بڑی ہی اچھی بات ہے۔ پر یہ بات تو بتاؤ کہ ایک دم تم

کہ ہم گاؤں والوں پر اتنی مہربانی کیسے ہونے لگی۔ اب تک کسی کو اس کا خیال کیوں نہیں آیا تھا؟"

ثریا نے ایک معقول سوال کیا۔

"کیونکہ اب تک اپنے ملک کی حکومت برے لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ اب اچھے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ تم دیکھو گی کہ ایک دو سال بعد ہی تمہارے جن کھیتوں میں خاک اڑتی ہے وہ ہی کھیت اناج اگلنے لگیں گے اور گاؤں کے تمام مرد عورت ہنر اور دستکاری سیکھ کر خوب کمانے لگیں گے۔ اس طرح پڑھ لکھ بھی جائیں گے۔"

عرفان نے کہا۔ اس وقت وہ اپنی دیرینہ طبیعت کے خلاف صرف ایک محب وطن نوجوان بن گیا تھا۔ انسان ماحول سے بدلتا ہے، اگر عرفان پرانے ماحول۔ لوٹ کھسوٹ کرنے والے پہلے کی خود غرض حکومت اور اپنے پرانے غنڈے قسم کے دوستوں میں ہوتا ہے تو وہ بھی انہیں کا ایک جزو بنا رہتا۔ مگر اب تو نہ صرف اس کی تمام بہنیں اور بھائی بلکہ نئے دوست بھی نئے ماحول میں ڈھل کر وقت کے چیلنج کے مطابق خود کو بنا رہے تھے۔ اس کا اثر لامحالہ عرفان پر بھی ہونا چاہئے تھا۔

مگر یہ سب کچھ تھا تاجا سے اس کی اب بھی نہیں بنتی تھی۔ تاجا نے بے شک اپنی پہلے کی عادتیں ترک کر دی تھیں مگر اس کی روح کو اب تک استقراری حاصل نہیں ہوئی تھی۔

"یہ سب کچھ سن کر مجھے بڑی ہی خوشی ہوتی۔ اب تو میں چاہتی ہوں کہ تم ہمارے ہی گاؤں میں رہا کرو۔"

ثریا نے کہا۔

اس آفت رسیدہ نوعمر لڑکی کو عرفان کا بتایا ہوا مستقبل قریب

کو یہ تمام سہانا پروگرام ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے خواب کی باتیں۔ کیونکہ ایک صرف اس کی ہی بالی عمر نے نہیں بلکہ اس کی لاتعداد اسی جیسی ماں بہنوں کی بوڑھی عمر نے بھی سنہرے مستقبل کی توقعے کی توقع میں گوشۂ لحد جا بسایا تھا۔ وہ سب یہ حسرت لے کر ہی پیوند خاک ہو گئیں تھیں کہ انہیں کبھی افلاس اور درماندگی کی زندگی سے نجات ملے گی۔ کبھی انہیں بھی پیٹ بھر کر کھانا اور تن ڈھانکنے کو کپڑا میسر آئے گا۔

"میں اور میرے ساتھی چند ہی روز بعد تمہارے آس پاس کے مردہ کھیتوں میں اناج اٹھانے کے لئے آنے والے ہیں۔ اطمینان رکھو۔"

عرفان نے کہا اور بچوں کو چھٹی دے دی۔ کیونکہ وہ شرارت کرنے لگے تھے۔ اسکے بعد عرفان بھی شہر روانہ ہونے کو اٹھ کھڑا ہوا۔

"جا رہے ہو تم؟"

ثریا نے اسے جانے کے لئے تیار پا کر کہا۔

"ہاں ثریا میں گھر پہنچ کر اپنی بہنوں سے کہوں گا وہ تمہیں اور دوسری عورتوں کو جلد پڑھانے یہاں آنے لگیں۔"

عرفان نے کہا۔

"تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں، میرا نام تو پوچھ لیا۔"

ثریا نے کہا۔

"میرا نام عرفان ہے جس کے معنی میں خود بھی نہیں جانتا۔ بس تم عرفان یاد رکھنا۔ یاد رکھو گی نا؟"

عرفان نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا۔

"یہ تو اچھا سا نام ہے۔ یاد رہ جائے گا۔ مجھے اور تم بھی۔"

ثریا نے کہا اور عرفان کو جاتا دیکھتی رہی۔

باب ۴۷

اس روز کے بعد سے یہ دیہاتی دوشیزہ عرفان کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ اس کی طبیعت جو پہلے عورتوں کے معاملہ میں ڈانواڈول رہا کرتی تھی بہت کافی بدل گئی تھی گویا ثریا نے رونما ہو کر عرفان بخش دیا تھا۔

عرفان دراصل ایک عجیب ہی ٹائپ کا لڑکا تھا۔ بے حد جری اور بڑا نڈر۔ اس کی جرأت اور نڈرپن کا یہ عالم تھا کہ آنکھ بند کرکے آگ تک میں کود پڑنے کو تیار رہتا تھا۔ اگر اس کی حوصلہ مندی و جرأت کو کسی قسم کے نظم و ضبط سے تربیت دیا جاتا تو وہ اعلیٰ درجہ کا سپاہی با آسانی بن سکتا تھا۔

چونکہ زرعی پیداوار بڑھانے اور زمین جوتنے میں حکومت ہر طرح امداد کر رہی تھی۔ اس لئے یہ تحریک بہت جلد زور پکڑ گئی اور اس میں ملک کے بہت سے بیکار نوجوان بھی کھپ گئے جنہیں کاشتکاری سیکھنے تک جیب خرچ کے طور پر کچھ وظیفے بھی ملنے شروع ہو گئے تھے۔

غرض زیادہ غلہ پیدا کرنے کی مہم کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور ملک کی افتادہ زمینوں کو قطعات میں تقسیم کرنے کا کام بھی تمام ملک میں شروع ہو گیا تھا۔

امتحان ختم ہونے کے دو تین ماہ بعد ندرت و رضی کا نتیجہ نکل آیا تھا اور دونوں پاس ہو گئے تھے۔ ندرت نے سائنس میں بی اے کیا تھا اور پہلا ڈویژن لائی تھی۔ اس طرح رضی بھی اپنے انجینئرنگ کے امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوا تھا۔ شان و نسرین بھی پاس ہو گئی تھیں مگر تاجا رہ گئی تھی جس کا اسے مطلق غم نہ تھا البتہ اس کی چھوٹی بہن تاجا آپا کے فیل ہونے کا رنج کر رہی تھی۔

"بس اب آپ چل دیجئے باجی آپ جرمنی"

رضی نے ایک دن ندرت سے کہا۔

"ہاں رضی یہی سوچ رہی ہوں"

ندرت نے کہا۔

"سوچنے اور غور کرنے کی کونسی بات ہے۔ یہ تو میں آپ سے پہلے ہی طے کر چکا ہوں۔ بس اب تو بسم اللہ کیجئے"

رضی نے کہا۔

"لیکن رضی چند باتیں غور طلب ہیں۔ ایک تو گھر میں کوئی مرد نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھ پر روپیہ صرف کرنے کی بجائے۔ اب یہاں تمہیں اپنے لئے روپے کی ضرورت پڑے گی"

ندرت نے کہا۔

"یہ آپ کی دونوں وجوہات درست نہیں۔ میں یہاں آپ کے مکان میں آکر رہنے لگوں گا۔ ہمارے مکان کی حفاظت عرفان کرے گا۔ رہا روپیہ تو ابھی مجھے اس کی زیادہ ضرورت نہیں وہ آپ کی مزید تعلیم کے کام آنا چاہیے۔ مجھے تو یہاں انجینئر کی کوئی اچھی آسامی جلد ہی مل جائے گی۔"

رضی نے کہا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو اچھا تم بسم اللہ کرکے میرے پاس پورٹ اور باہر کی روانگی کے ضروری امور طے کرنے میں لگ جاؤ"

ندرت نے کہا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔ وہ یہ کہ شان اور ناظر کی میری روانگی سے پہلے شادی کر دی جائے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ناظر کی بہن رفعت میرے ساتھ ملنے کچھ دن ہوئے

یہاں آئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اس کا ذکر شان سے کیا تو وہ مسکرا کر چپ ہو گئی۔ اگر ان دونوں کی شادی ہو جائے تو میرے چلے جانے کے بعد ناظر ہمارے ہاں آکر رہنے لگے گا۔ اور اس مکان کو ایک محافظ مل جائے گا"

"تجویز تو ٹھیک ہے باجی اور ناظر ہے بھی بہت اچھا آدمی شریف نیک سیرت اور محب وطن اس کا اور شان کا بہت اچھا سنگھ رہے گا"

رضی نے کہا۔

"بس تو تم ناظر سے بات پختہ کرو ادھر میں آج ہی امی کو ہموار کرتی ہوں۔ اچھا ہے یہ کار خیر میرے جانے سے قبل تکمیل کو پہنچ جائے"

ندرت نے کہا۔

"دیکھئے آپ کا کار خیر کب پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ شان سے پہلے اس کار خیر سے دراصل آپ کو نبٹنا لازم ہے"

رضی نے کہا۔

"بکواس نہ کرو۔ اب اگر تم مجھے باہر بھیجنا چاہتے ہو تو یہ تمام کام تمہیں جلد انجام دینے ہیں"

ندرت نے کہا۔

"بس آئندہ ہفتہ تک تمام کام مکمل سمجھئے"

رضی نے کہا۔ اور ذرا وقفے کے بعد بولا۔

"نگار بہت عرصے سے آپ کے پاس نہیں آئی ہیں۔ کیا ہو گیا ان کو؟"

"وہ یہاں ہے کہاں پچھلے مہینے دو چار روز کے لئے کراچی آئی تھی تو مجھ سے بھی ملی تھی۔ اب وہ شاید مستقل ڈھاکہ ہی میں رہ

وہ رابطہ کرے گی وہاں اس کی شادی کی بات چیت بھی چل رہی ہے۔

ندرت نے کہا۔

یہ سن کر رضی کے تو جی دل کو ایک دھچکا سا لگا۔ چلی گئیں۔ یہاں سے۔ اور ڈھاکہ جا کر اب چپ چاپ اپنی شادی بھی رچا رہی ہیں انہیں یہ لازم نہ تھا۔ رضی دل میں سوچ رہا تھا۔ مگر ندرت سے اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ حوصلہ و ضبط سے کام لیکر چپ ہو گیا۔

سامنے بڑا قومی کام پڑا ہے۔ مقدم وطن کی خدمت ہے۔ نگار نگار ہی نظروں میں ان کا کیا بھروسہ تھا لیکن انہیں یہ لازم نہ تھا کہ اپنی یاد کے پتھر میرے دل کی طرف پھینک کر بھاگ گئیں رضی دل میں کہہ رہا تھا:

"رضی میرے باہر چلے جانے کے بعد اگر تم تاجنا کا رجحان بھی پاؤ تو اس کی بھی کہیں شادی کر دینا۔ میں دیکھتی ہوں کہ اب اس کی طبیعت پڑھنے میں کم لگتی ہے:"

ندرت کو اس وقت صرف اپنے گھر کی فکر لگی ہوئی تھی چنانچہ اسی موضوع پر گفتگو کرتی رہی۔ اس نے نگار کے متعلق رضی کے سوال کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی:

رضی کے علم میں عرفان کے ذریعے تاجنا کی ایک دو قابل افسوس باتیں آچکی تھیں۔ اسی لئے اس نے چاہا تھا کہ ندرت و شان سے بھی پہلے تاجنا کی شادی ہو جائے۔ "تو اچھا ہے:" اب ندرت کو بھی اس نے اپنے خیال کا موئد پایا تو اس کو اطمینان ہوا۔

"بہتر ہے موقعہ آنے دیجئے:"

رضی نے کہا۔

دوسرے روز رضی نے ندرت کے پاسپورٹ وغیرہ کی بھی سے پہلے ندرت کے حکم کی تعمیل میں شان و ناظر کے معاملہ میں سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ ناظر کو تو اس خوشخبری سے گویا جنت مل گئی۔ اس کے والدین اور بہن وغیرہ بھی فوراً آمادہ ہو گئی۔ ادھر ندرت نے اپنی والدہ کو ہموار کیا مگر وہ یہی کہتی رہیں کہ بیٹی مجھے پہلے تیری فکر ہے۔ کیونکہ تو بڑی ہے:

"میری ایسی کوئی فکر نہ کیجئے امی ابھی، پہلے مجھے ڈیڑھ دو سال کے لئے باہر جا کر تعلیم حاصل کرنے دیجئے:"

ندرت نے کہا اور اپنی ماں کی خوشامد کر کے انہیں شان و ناظر کے رشتے کے لئے آمادہ کر لیا:

غرض چند ہی روز میں شان اور ناظر ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو گئے اور ندرت کی والدہ کو اپنے مکان اور اپنی لڑکیوں کی حفاظت کے لئے ایک اپنا نیک و خوشحال داماد مل گیا۔

اس تقریب میں عرفان نے ایسے ایسے سوانگ بھرے اور شان کو اتنا چھیڑا کہ وہ رو رو دی۔ آخر ندرت کو اسے ٹھیک کرنے کے لئے ڈنڈا سنبھالنا پڑا۔ مگر وہ اس کی طرف بھینگی آنکھیں بنا کر باہر بھاگ گیا۔

اس شادی خانہ آبادی کے بعد شان و ناظر یکسوئی سے قومی کاموں میں لگ گئے۔ لیکن شان نے اپنی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رکھا:

"مٹھائی کھلائیے باجی آپ کا پاسپورٹ تیار ہو گیا۔"

کئی روز کے بعد آ کر رضی نے ندرت کو خوشخبری سنائی۔ وہ

بھی بہت خوش ہوئی۔

"ڈیڑھ دو سال کے لئے آپ ہم سے جدا ہو رہی ہیں باجی"

ناظر نے کہا۔

"اچھا میں آپ کی بھی باجی ہو گئی۔ آپ تو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں"

ندرت مسکرا کر بہنوئی سے بولی۔

"آپ تو جگت باجی ہیں۔ اور تو اور سرینا کے قریب ایک تعلیم یافتہ کسان ہے۔ جس کا نام عاقل ہے۔ وہ بھی چند روز ہوئے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اس روز جلسہ میں تقریر کرنے کے بعد سے آپ لوگوں کی ندرت باجی نے پھر یہاں کا رخ ہی نہیں کیا"

ناظر نے مسکرا کر کہا۔

عاقل کا نام سن کر ندرت کے حسین چہرے پر ایک رنگ دوڑ گیا اور وہ چپ ہو گئی۔ شاید عاقل بھی اپنے شاداب کھیتوں کا ایک شاداب و تنومند پودا تھا جسے اپنی جڑیں مضبوط کرنا خوب آتا ہے۔ ندرت سوچ رہی تھی۔

آخر ندرت کی روانگی کا دن آ گیا۔ سب سے پہلے وہ رضی کی والدہ سے ملنے گئی انہوں نے اسے بہت سی دعائیں دیں۔ پھر اپنی ماں کے گلے لگی۔ ماں کے بے قرار دل اور اشک ریز آنکھوں نے ندرت سے کچھ نہیں کہا۔ بس اسے پیار کرتی رہی۔

ہوائی اڈے پر رضی۔ شان اس کا میاں ناظر۔ اس کی بہن رفیق عرفان۔ تاجنا۔ نسرین غرض سب ہی ندرت کے ساتھ گئے۔ ندرت اپنی بہنوں سے گلے ملی۔ نسرین تو پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگی جس پر ندرت کا جی بھر آیا مگر عرفان نے یہاں بھی پھبتی کس کر ندرت کو ہنسا دیا۔

آخر جب اس پری کو دیو زاد ہوائی جہاز چند منٹ بعد لے کر اڑا اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

باب ۴۸

چونکہ یہ نوجوان اپنے ارادوں میں مخلص تھے اور ان کے اندر کارکردگی کا صحیح جذبہ موجود تھا چنانچہ "ہل چلاؤ زیادہ اناج اگاؤ" کی مہم روز بروز مقبول ہوتی جا رہی تھی۔ ان نوجوان کے سوا جن کا شیوہ عیاشی و کاہل انگاری تھا یا وہ طبقہ جسے صرف اپنی ذات کے مفاد غرض ہی سے واسطہ تھا۔ تقریباً ہر مکتب خیال کے نوجوان زرعی مہم میں حصہ لینے کو نکل پڑے تھے۔

ملک کے دونوں حصوں میں سوتی ہوئی زمین کی قسمت جگانے

کو اس کے سپوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حکومت مالی امداد، تربیت یافتہ عملہ اور مشینیں فراہم کرنے میں ان نوجوانوں کی مدد کرنے کو تیار تھی اب زمین میں جان کھپانا اور پسینہ بہانا نوجوانوں کا کام تھا۔ اور اب تک اسی صادق جذبہ کی کمی تھی جو شکر ہے بیدار ہو گیا تھا۔

غرض تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک کے اندر زمینوں پر محنت کرنے کے لئے ایک تیز اسپرٹ پیدا ہو گئی اور نوجوان کھیتوں میں جا پہنچے۔ اسی طرح اس مہم میں جان ڈالنے کے لئے خواتین نے بھی نمایاں حصہ لیا۔

رضی نے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے سردست انجنیئر کی ایک عارضی آسامی قبول کر لی تھی۔ اس سے بچا ہوا تمام وقت وہ اپنے دوستوں کی معیت میں زرعی مہم پر صرف کر رہا تھا۔ اس نے اور اس کے احباب نے سرینا سے دس بارہ میل دور افتادہ زمینوں کو جا سنبھالا۔

مگر عرفان معہ اپنی انتھک پارٹی کے سرینا کی غربی زمینوں کی طرف لپکا تھا۔ حالاں کہ وہاں کی زمین گیلی بھی تھی اور ناکارہ بھی۔ سرینا کی بستی والوں نے اس پارٹی کو سمجھایا بھی کہ ایک تو یہ زمین زرخیز نہیں دوسرے نشیبی بھی اور تیسرے اس کے وسط سے ایک کشادہ نالہ گذرتا تھا جو بارش کے زمانے میں دریا سے بھی زیادہ تیز ہو جاتا تھا۔ اور اگر سیلاب آ جاتا تھا تو یہ نالہ سمندر بن جاتا تھا۔ اور سرینا کی بستی تک کو جا چڑھتا تھا۔

— ہمیں ان تمام خطرات کی پرواہ نہیں۔ ہم ایسی ہی زمینوں کو تو کارآمد بنانے کو نکلے ہیں:

بستی والوں کی نصائح کے جواب میں عرفان اور اس کی پارٹی نے کہا:

عاقل کے کھیت اس نالے سے کافی فاصلہ پر تھے اور اس طرف کی زمین بھی اونچی اور زرخیز تھی۔ اس کے کھیتوں کو نہ تو زیادہ بارش سے گزند پہنچنے کا ڈر تھا اور نہ سیلاب سے۔

اس روز جلسے کے بعد سے عاقل کو ندرت کی بار دیگر صورت زیبا نظر نہیں آئی تو اس نے احتیاط کے ساتھ زرعی مہم کے ایک دو آدمیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا کہ اس روز والی خاتون کہاں غائب ہو گئیں۔ مگر کوئی اسے جواب نہ دے سکا تھا۔

عاقل کو کیا معلوم تھا کہ جس کو اس کی آنکھیں کئی ماہ سے تلاش کر رہی ہیں وہ وطن سے باہر تعلیم کے لئے چلی گئی ہے۔ اور پہلے نظارے کے بعد ہی غم فراق پیچھے چھوڑ گئی ہے۔

ضابطہ و سنجیدہ عاقل کے دل کے حالات تک کسی کی رسائی ممکن نہ تھی۔ اول تو اس کے دوست و احباب یا سوسائٹی ہی نہ تھی۔ یوں سرینا کی بستی کے تقریباً تمام افراد اس کا احترام کرتے تھے کیوں کہ وہ ہمیشہ ان کے دکھ درد میں شریک رہتا تھا۔ مگر پھر بھی کسی کی اس تک رسائی نہ تھی۔

ترکاریوں اور اپنے باغیچہ کے پھولوں کے سلسلہ میں دیکھ بھال میں وہ اکثر گم ہو جاتا اور اسے ایسا محسوس ہونے لگتا گویا ان تمام پھولوں کی رنگت اور لطافت کا نام ہی ندرت تھا اس وقت وہ یہ شعر گنگنانے لگتا۔

کس قدر با وضع ہے تیرا خیال
بیکسی میں بھی آئے جاتا ہے

اور جب اپنے گلدان کی زینت کیلئے پھول چنتا تو زیر لب یہ

گنگنانے لگتا۔

غنچہ غنچہ میں ڈھونڈتا ہوں میں
تیرے ہی حسن کی بو باس

بس عاشق کی یہ شکوہ بھی اسی تک محدود تھی۔ اس نے نام لے کر کسی سے ندرت کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔ کسی سے یہ دریافت کرنے کی جرأت نہیں کی تھی کہ وہ حسین لڑکی کہاں غائب ہو گئی۔

غرض چند روز بعد تعطیلات ہو گئیں تو عرفان مع اپنے دوستوں کے سرینا آگیا اور ان لوگوں نے نالے کے اس طرف والی زمین کی صفائی شروع کر دی اس میں گاؤں والوں نے بھی انکا ہاتھ بٹایا۔

گاؤں والوں کی مدد سے تین چار روز میں عرفان کے احباب نے کچھ گھاس پھوس اور کچھ بلیوں کی مدد سے اپنے منتخب کھیتوں کے پاس ایک مکان کھڑا کر لیا جس میں دو حصے تھے۔ باورچی خانہ اور جائے ضرورت بھی بنائی اور زمین پر گھاس پھوس بچھا کر اس پر دریاں ڈال دیں۔ لیکن گاؤں والوں نے ان کے لئے چارپائیوں کا انتظام کر دیا کیونکہ یہ جگہ سانپوں سے محفوظ نہ تھی۔

ایک دو روز بعد ضلع افسر کے ایک ذمہ دار آدمی نے آکر ان نوجوانوں کو سمجھایا کہ انہوں نے غلط زمین کا انتخاب کیا۔

"آپ اس کی فکر نہ کیجئے۔ اس غلط زمین کو جوت جوت کر ہم صحیح کر دیں گے۔"

عرفان نے جواب دیا اور اس کے دوست اس ذمہ دار آدمی کا مذاق اڑانے لگے۔

ان سب نے تقسیم عمل کر لیا تھا۔ کچھ زمین صاف کرتے کچھ لکڑیاں لاتے اور کچھ بستی والوں کو پڑھانے آجاتے۔ اس سے بستی والے بہت خوش تھے اور ثریا کے چچا نے ان کے کاموں کے لئے اپنا ٹرک بھی ایک دو بار ان لوگوں کو دے دیا تھا۔

عرفان کے احباب جس زمین پر آ پڑے تھے ابھی اس کی صرف صفائی ہو رہی تھی اسے زمین کو کھیتوں کی شکل نہیں دی گئی تھی اور نہ اس کی پیمائش ہوئی تھی۔ چنانچہ عرفان بھی فرصت نکال کر بستی میں پڑھانے کے لئے آجاتا تھا۔

"دیکھو عرفان میں تمہارا نام اب تک نہیں بھولی ہوں اور تم ہو کر اتنے دنوں میں آئے ہو۔"

ثریا نے پھر ایک روز چوپال میں نمودار ہو کر کہا جہاں عرفان بچوں کو پڑھا رہا تھا۔

آج ثریا نے ایک کالے رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا جس سے اس کا سفید رنگ اور بھی نمایاں ہو گیا تھا۔ عرفان نے اسے بہ نظر شوق دیکھا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"میں بھی ثریا تمہیں نہیں بھولا ہوں اسی لئے تو گاؤں کے قریب ڈیرہ ڈال کر آ پڑا ہوں۔"

"میرے لئے آئے ہو یہاں؟"

ثریا نے دریافت کیا۔

"ہاں جن کاموں کے سلسلہ میں آیا ہوں ان میں تم بھی شامل ہو۔"

عرفان نے مسکرا کر جواب دیا۔

"جھوٹ کہتے ہو۔ اچھا چلو میں تمہیں اپنے ابا اماں سے ملاؤں آج وہیں روٹی کھانا۔"

ثریا نے کہا۔

"ضرور ملوں گا تمہارے ابا اماں سے۔ آج تو پڑھانے میں مصروف ہوں۔ رہی روٹی تو تمہیں دیکھ لینے کے بعد میری بھوک بھاگ گئی ہے۔"

عرفان نے ہنس کر کہا۔ ثریا بھی مسکرانے لگی۔

عرفان اس کی مسکراہٹ سے بےبس ہو گیا۔

"ثریا تم بہت خوبصورت لڑکی ہو۔"

عرفان نے اس سے چپکے سے کہا تاکہ بچے نہ سن لیں۔

"پھر اس سے تمہیں کیا؟"

ثریا اسی طرح مسکراتی ہوئی بولی۔

"اس سے مجھے بہت کچھ ہے۔ تمہیں پھر سمجھاؤں گا۔"

عرفان نے کہا۔

"ابھی سمجھا دو۔"

ثریا نے اصرار کیا۔

"بس صرف تم سے اس وقت اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم میری دلہن بنو گی نا؟"

عرفان نے مسکرا کر آہستہ سے سوال کیا۔ اس کے جواب میں ثریا ایک حیاآگیں مسکراہٹ سے بھاگنے لگی۔

"تم سے اپنے سوال کا جواب لے کر رہوں گا بھاگ جاؤ چاہے۔"

عرفان نے ہنس کر کہا مگر ثریا غائب ہو گئی۔

"اس کی سادی (شادی) ہوتے ہوتے رہ گئی تھی ماسٹر جی۔"

ایک گیارہ سال کا لڑکا بولا۔

"سادی نہیں۔ شادی کہو۔ اچھا پڑھتے جاؤ۔"

عرفان نے کہا اور پھر پڑھانے میں منہمک ہو گیا۔

باب ۹۳

ان نوجوانوں نے سرینا کے باہر اپنے مجوزہ کھیتوں میں جا کر ڈیرہ ڈال دیا تھا۔ جس میں رات کے وقت وہ تین ہری کین جلتے تھے اور یہ سب مل کر شب کے وقت یا تو ناچتے گاتے رہتے تھے یا ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے۔

شب کو یہاں کل سات آٹھ لڑکے رہ جاتے تھے باقی شام ہونے تک واپس کراچی آ جاتے تھے۔ مگر صبح نو دس بجے تک واپس اپنے دوستوں سے سرینا آ کر مل جاتے تھے۔

عرفان سرینا کے اپنے نئے کھیت میں ایک ہفتے کے اندر تین شب ہیں گذارتا تھا۔ اور چار راتیں اپنے کراچی والے مکان میں رہتی تھی۔ چونکہ ابھی نئی ملازمت تھی اس لئے وہ سردست سرینا آنے سے معذور تھا ہاں البتہ اس کے احباب خلش، اقبال، سہیل، عظیم اور ناظر بھی باوجود سائنس ڈگری حاصل کر لینے کے آس پاس کے دوسرے گاؤں میں جا کر دوسرے نوجوانوں کو کھیتی باڑی کا کام سکھانے چلے جاتے تھے اور خود بھی ہل چلانے لگتے تھے۔

ایک شب کو جب کہ عرفان کی باری سرینا کے باہر والے اپنے ہی کھیت میں رہنے کی تھی۔ تو وہ اپنے دوست و احباب کے ساتھ گانے ناچنے میں مصروف تھا۔ ان کے پھوس کے مکان میں لالٹینیں روشن تھیں اور وہ سب اندر خوب دھما چوکڑی مچا رہے تھے۔

ان سب میں زیادہ شور عرفان ہی مچا رہا تھا۔ وہ ناچتا جاتا تھا اور گاتا جاتا تھا۔ اس کے دوست بیٹھے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ جوان عمریں۔ جوان فضا اور جوان دل۔ ان نوجوانوں کی زندگی سے بھرے ہوئے ناچ گانوں سے معلوم ہوتا تھا گویا صدیوں سے سست و تاریک چلی آتی رہنے والی یہاں کی راتیں بھی دفعتاً جوان ہو گئی ہیں بلکہ سارے نواح پہ جوانی امنڈ آئی ہے۔

اب لوگوں نے کورس میں کوئی چیز گانا شروع کی جس کے ابتدائی یہ بول عرفان نے آواز بلند کر کے ادا کئے۔

فصل گھر کی ہے شان سے

کہہ دو بھائی جان سے

اس کے بعد سب نے مل کر اسے کورس میں گانا شروع کیا۔

اسے گا گا کر ان لوگوں نے ایسا شور مچایا کہ توبہ ہی بھلی۔ رفیق مٹکا بجا رہا تھا۔ واحد چمٹے کو ٹھوک رہا تھا۔ قاسم ناک سے سارنگی بجا رہا تھا اور باقی لڑکے عرفان کے ساتھ ہی شعر الاپ رہے تھے۔

اب کی دفعہ عرفان نے اقبال کی کسی چیز کا انتخاب چھیڑا اور اس کے بعد۔

شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

ناچ ناچ کر الاپنے لگا۔

عین اس وقت اس پھوس کے مکان میں جس کے اندر یہ شور قیامت تھا۔ عاقل داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا۔ چونکہ رات کا وقت تھا اور یہ علاقہ سانپوں سے محفوظ نہ تھا۔

عاقل نے اس طوفان بدتمیزی کو مسکرا کر دیکھا اور عرفان سے بولا۔

"شمشیر و سناں اوّل کے بجائے آپ تو طاؤس و رباب اوّل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

عرفان نے روبرو ہو کر آج تک عاقل کو نہیں دیکھا تھا۔ صرف ایک دو بار جب کہ عرفان اس کے کھیتوں کے قریب سے گزرا تھا۔ تو اس نے عاقل کو دیکھا ہوگا۔ بہر حال عاقل کی مداخلت اسے ناگوار گزری۔

"بغیر اجازت تم اندر کیسے چلے آئے؟"

عرفان نے غصے سے کہا اور اس کی طرف بڑھا۔

"ویسے ہی آپ لوگوں کا شور و غل سن کر آگیا۔"

عاقل نے کہا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔"

عرفان نے کہا اور اسے دھکا دینے کے لئے اس کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر اسے دھکا بھی دے دیا مگر عاقل پر اس کے دھکے کا زیادہ اثر نہ ہوا۔ اس پر عرفان جھلا کر پھر اس پر لپکا۔

"میں آپ لوگوں سے لڑنے نہیں آیا ہوں۔ خیر اگر آپ آمادۂ جنگ ہیں تو دیکھئے میں بھی اپنا ڈنڈا نیچے ڈالے دیتا ہوں۔"

عاقل نے کہا اور ڈنڈا ڈال دیا۔

عرفان نے عاقل پر ہاتھ تو نہیں اٹھایا مگر اسے پھر دھکا دیا۔ اس دفعہ بھی اس کے دھکے کا عاقل پر کوئی اثر زیادہ نہ ہوا وہ صرف پیچھے دو تین قدم ہٹ سکا۔

"دیکھئے دھکا اس کو کہتے ہیں۔"

عاقل نے کہا اور پہلی بار عرفان کو اس نے دھکا دیا جس سے عرفان دور جا کر گرا۔ اگر عاقل چاہتا تو عرفان کو وہاں دبوچ سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

مگر عرفان کی بجائے اس کی حمایت میں واحد نے بڑی احمقانہ حرکت کی وہی ڈنڈا اٹھا کر پیچھے سے زور سے عاقل کے سر پر مارا جس سے ایک دفعہ تو وہ بھی تیورا گیا۔ عاقل مڑ کر واحد کے ہاتھ سے اپنا ڈنڈا چھیننا چاہتا تھا کہ واحد نے پھر پیچھے سے آکر تیزی سے ڈنڈا عاقل کے سر پر عین پہلی چوٹ پر رسید کیا۔ اس ڈنڈے کی ضرب سے عاقل کا سر پھٹ گیا اور تازہ تازہ خون ابل کر بہنے لگا تو اس کے چہرے پر گرا اور اس کے بعد بہل بہل اس کی سفید قمیض کو رنگ گیا۔ مگر عاقل اب بھی زمین پر نہیں گرا تھا بلکہ

بلی کا سہارا لے کر کھڑا رہا۔

اس کے خون بہتا دیکھ کر تمام لڑکے بھاگ چلے۔ عرفان بھی بھاگنے لگا۔ لیکن تیزی سے عاقل کے پاس آیا۔

"مجھے بہت افسوس ہے۔ مگر گھبرایئے نہیں میں کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ آپ یہیں رہیئے۔"

یہ کہہ کر عرفان تیزی سے باہر نکلا اور بھاگا بھاگا بستی میں پہنچا اور سیدھا ثریا کے چچا کے ہاں گیا۔

"چچا جلدی کرو۔ اپنا ٹرک نکالو۔ ایک آدمی کے سر میں سخت چوٹ لگ گئی ہے اسے اسی وقت کراچی کے شفا خانہ میں لے جاؤ۔"

عرفان نے ثریا کے چچا سے کہا۔

"تم لوگ یہاں کھیتی باڑی کرنے آئے ہو یا آپس میں سر پھٹول کرنے۔ ارے بابا میں ابھی ابھی تو کراچی سے آیا ہوں۔"

ثریا کے چچا نے کہا۔

"کچھ بھی ہو تمہیں اسے اسی وقت شفا خانہ پہنچانا ہے ورنہ اگر وہ مر گیا۔ تو اس کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔"

عرفان نے کہا۔

"واہ بیٹا۔ میری گردن پر کیوں ہوگا۔ اچھا خیر ٹھہرو۔ میں ٹرک کو احاطہ سے نکال کر لاتا ہوں۔"

ثریا کے چچا نے کہا اور ٹرک نکالنے چلا گیا۔

ثریا بھی اپنے چچا کے ہاں آئی ہوئی تھی۔ باتوں کی آواز سن کر باہر نکل آئی اور باہر چاندنی میں اس نے عرفان کو اپنی ستارے جیسی روشن آنکھوں سے دیکھا۔

"کون عرفان؟"

"ہاں میری جان"

عرفان نے محبت سے قافیہ ملاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"ارے اس وقت کیسے آگئے۔ کیا میری تلاش میں؟"

ثریا نے مسرت سے دریافت کیا۔

"ہاں ثریا۔ اچھا اب تم اندر بھاگ جاؤ۔ تمہارے چچا ٹرک لا رہے ہیں۔"

عرفان نے کہا۔

ثریا مڑ کر اس کی طرف دیکھتی ہوئی اندر چلی گئی۔

عرفان جلدی سے ٹرک کو اپنے پھوس کے بنگلے پر لے گیا۔ عاقل کے سر سے برابر خون بہہ رہا تھا اور اس کے تمام کپڑے رنگے گئے تھے۔ مگر وہ اب تک بلی کا سہارا لئے کھڑا تھا۔ زمین سے ٹکا تک نہ تھا۔

"ارے یہ تو عاقل میاں ہیں۔"

ثریا کے چچا نے عاقل کو پہچان کر کہا پھر عاقل سے بولا۔

"یہ کیا ہوا میاں۔ کس نے آپ کا سر پھاڑا ہے مجھے ذرا اس کا نام بتا دو پھر میں سمجھ لوں گا۔"

"کسی نے میرا سر نہیں پھاڑا۔ ویسے ہی اتفاق سے چوٹ لگ گئی ہے۔"

عاقل نے استوار لہجہ میں جواب دیا اور اپنی آنکھوں پر سے خون صاف کرنے لگا۔ عرفان نے اسے اپنا رومال دے دیا۔

غرض کہ اسی وقت عاقل کو ثریا کا چچا ٹرک میں بٹھا کر کراچی روانہ ہوا اور عرفان سوچ میں کھڑا ہوا دیکھتا رہا۔

چند منٹ پیشتر یہ پھوس کا مکان گانوں اور قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ مگر اسمیں ایک انسان کا خون گرتے ہی سوگ طاری ہو گیا۔ پہلا ایٹم بم گرانے والے کی بھی شاید یہی حالت ہوگی۔ اسے بھی دنیا ماتم میں بیٹھی ہوئی نظر آئے گی۔"

باب ۵۰

نگار تو ایسی غائب ہوئی کہ جیسے پھول سے خوشبو۔ ندرت کی روانگی سے ذرا پہلے تک رضی کی آس نہیں ٹوٹی تھی۔ وہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ نگار ڈھاکہ سے ایک دو ماہ بعد آجائے گی۔ آخر یہاں اس کے مطب کا بھی تو حرج ہو رہا تھا۔ جب تک ندرت روانہ نہیں ہوئی تھی، رضی اس سے نگار کے متعلق مذاق ہی مذاق میں دریافت کر لیا کرتا تھا۔ مگر اپنی منہ بولی بہن کے چلے جانے کے بعد وہ کس سے ایسا بے تکلفانہ سوال کرتا کہ نگار کب واپس آئیں گی۔

تو ندرت کی روانگی کے چند روز بعد رضی سے نہ رہا گیا اور وہ

rekhta

خیریت دریافت کرنے کے بہانے عرش کالونی پہنچا مگر وہاں پہنچ کر اسے حیرت ہوئی کہ اپنے مکان کو کرایہ پر اٹھا کر نگار کے والدین بھی چلے گئے تھے:

اس کے بعد سے رضی کے دل پر شوق پر، رفتہ رفتہ اوس پڑنے لگی۔ اور اسے یقین ہونے لگا کہ نگار نہ صرف مستقلاً ڈھاکہ میں جم گئی ہے بلکہ اس کی وہاں شادی بھی ہو چکی ہے۔

اسے یاد آیا کہ ڈھاکہ روانہ ہونے سے قبل نگار نے ندرت سے اٹھتے اڑتے کہا تھا کہ ڈھاکہ میں اس کی (نگار) کی شادی کسی میڈیکل آفیسر سے ہو جانے کا امکان ہے کیونکہ اس معاملہ میں نگار کے چچا کافی متفکر تھے۔

ان مایوس کن خیالات کے بعد رضی کے قوی دل اور مضبوط جسم پر اضمحلال سا طاری ہونے لگا۔ اور اسے اب اندازہ ہوا کہ نگار کو پسند کر لینے کے بعد اسے ہاتھ سے ضائع کر دینے کا ذمہ دار وہ خود ہی ہے اور یہ کہ اگر نگار واقعی ہاتھ سے نکل چکی ہے تو اس کی (رضی کی) عملی زندگی میں خلا واقع ہو جانے کا اندیشہ ہے:

رضی نے محض رومان پسند یا شوریدہ سر نوجوان نہ تھا اس نے ایک مخلص دل پایا تھا جو شب و روز وطن اور خدمت وطن کے لیے بے چین رہتا تھا۔ چنانچہ چند ماہ نگار کی گمشدگی کا ماتم کر لینے کے بعد بظاہر دیا نظر آنے لگا جیسے اسے صبر آگیا ہے:

بہر حال وہ اپنی انجینئرنگ کی ڈیوٹی کو دل لگا کر انجام دیتا رہا اور تمام فرصت کا وقت قومی کاموں پر بھی صرف کرتا رہا۔

تاجنا کی پچھلی عادتیں تو ترک ہو گئی تھیں مگر اس کے سیر سپاٹے اب بھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ اس پر ایک روز عرفان نے اسے سختی سے ٹوکا اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں خوب لڑائی ہوئی جس کی

مگر ان دونوں کی ماؤں کو تو نہیں ہوئی۔ مگر شان و رضی کو ہو گئی تھی اس لڑائی ہی کے بعد سے تاجنا اور عرفان کی بات چیت بند ہو گئی تھی مگر اس پر بھی عرفان نے تاجنا کی نگرانی ترک نہیں کی۔

ایک وقت یہ بھی تھا کہ عرفان کو اپنی پارٹی کے ہمراہ اب کئی کئی روز تک اپنے سرپنا والے کھیتوں میں رہنا پڑتا تھا۔ حالانکہ ان کھیتوں میں ابھی ہل چلنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ بلکہ صرف پیمائش دھقانی ہو کر رہ گئی تھی۔

پیمائش کے بعد بھی حکومت کے کارندوں نے ہمدردانہ۔ عرفان اور اس کی جماعت کو سمجھایا تھا کہ بارش کا موسم سر پر کھڑا ہے اور اس زمانے میں یہ علاقہ نالے کی وجہ سے کافی خطرناک ہو جاتا ہے مگر عرفان وغیرہ نے اس کی ایک نہ سنی اپنے کام سے لگے رہے۔

"دیکھو اگر کسی روز زیادہ مینہ برسنے لگے تو تم اپنے کھیت کو چھوڑ کر ہمارے ہاں چلے آنا۔ وہ نالہ سمندر بن جاتا ہے"

ایک روز ثریا نے عرفان کو آنے والی برسات کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں ثریا میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور ہوں"

عرفان نے مسکرا کر کہا۔

"میں تو یہی کہوں گی کہ رات کو اپنے کھیت والے پھوس کے بنگلے میں سونے کے بجائے میرے چچا کے گھر میں آ کر سو جایا کرو"

ثریا بولی۔

"اب تو جب میری شادی تمہارے ساتھ ہو جائے گی اسی وقت تمہارے ہاں آ کر رہوں گا"

عرفان نے مسکرا کر کہا۔

M-2495

ثریا شرما گئی مگر آج بھاگی نہیں۔

"اچھا اب میں جا رہا ہوں پھر ملوں گا"

عرفان نے چند منٹ بعد کہا۔

"تم نے پڑھنا تو نہیں چھوڑ دیا ہے عرفان؟"

"نہیں ثریا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو تو پڑھاؤں اور خود پڑھنا چھوڑ دوں"

عرفان نے کہا اور مسکراتے ہوئے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا پھر روانہ ہوا۔

اسی شب کو زور سے بارش ہوئی مگر چونکہ زمین پیاسی تھی اسلئے کچھ تو پانی بہہ گیا کچھ جذب ہو گیا۔

"یار یہ اپنا بنگلہ تو پہلی ہی بارش میں ٹپک پڑا اسے ٹھیک کرنا چاہیئے"

صبح رفیق نے کہا۔

رفیق بھی عرفان کی طرح بہت تیز طرار لڑکا تھا مگر بہادر و محنتی نہ تھا۔ اس کے برعکس پڑھائی میں بھی بھی تھا اور کام چور بھی واقع ہوا تھا۔ یوں بڑا باتونی اور جھگڑالو تھا بس اس کی اور عرفان کی طبیعت میں یہی بیّن فرق تھا۔

"آؤ رفیق ہم تم مل کر بنگلے کے چھپر کو اچھی طرح درست کر لیں"

واحد نے کہا۔

واحد وہی لڑکا تھا جس نے اُس شب کو عاقل کے سر پر ڈنڈا مار کر اس کا سر پھوڑ دیا تھا۔ اس بات کو دو ماہ ہو چکے تھے

عاقل ہفتہ عشرہ بعد شفاخانہ سے آ گیا تھا اس نے واحد کی اس ذلیل حرکت کی نہ تو پولیس میں رپورٹ کی نہ ہی اس نے بستی والوں کو بتایا تھا۔

آخر دوسرے ہفتے سے باقاعدہ بارش شروع ہو گئی اور ایک روز تو تین بجے دن کے ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ پانچ بجے تک جل تھل ہو گیا۔ جس سے وہ کم ظرف نالہ دریا بن گیا۔ جس کا پہلا حملہ عرفان اور اس کی پارٹی کے کھیت ہی پر ہوا تھا۔

آدھے گھنٹے میں عرفان کے نشیبی کھیتوں میں کمر کمر پانی تھا۔ اس کے بعد نالے کے سیلاب نے ان کے پھوس کے بنگلے کا رخ کیا۔ خطرہ دیکھ کر عرفان کے تمام دوست ٹیلوں پر کودتے پھاندتے گاؤں کی طرف بھاگے عرفان رفیق اور واحد بنگلے میں اپنا ضروری سامان سمیٹنے میں مصروف ہو گئے:

"ارے جلد نکلو یہاں سے تم لوگوں کے بنگلے سے جو صرف پانی آ چکا ہے یہ ابھی بہنے والا ہے"

عاقل نے دفعتاً نمودار ہو کر ان لوگوں کو شدید خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کی تنبیہ کو سن کر عرفان، رفیق اور واحد گھبرا کر باہر نکلے واقعی چوطرف پانی ہی پانی تھا۔ اور خود عاقل گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑا تھا۔

عرفان نے اپنے اوسان بجا رکھے اور وہ جلدی سے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ مگر واحد اور رفیق بڑے بدحواس ہو کر بھاگے اونچائی کا رخ کرنے کی بجائے وہ دونوں بدحواسی میں نشیب کی طرف بھاگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہاؤ نے انہیں پکڑ لیا۔

پہلے واحد کے پیر اکھڑے۔ اس نے خوف کی چیخ ماری اور بہہ گیا۔ رفیق اس کی مدد کو دوڑا، مگر پانی نے اسے بھی اٹھا کر پچھاڑ دیا اور وہ بھی بہہ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر عاقل ایک دم پانی میں کود پڑا اور اس نے رفیق کا ہاتھ جا پکڑا۔ رفیق نے واحد کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ چنانچہ عاقل نے لپک کر دونوں کو تھام لیا۔

لیکن رفیق نے غلطی یہ کی کہ واحد سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ دونوں سخت بدحواس ہو رہے تھے۔ اور انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ واحد سے ہاتھ چھڑاتے ہی رفیق پھر ایک لمحے کے لئے بھی نہ ٹک سکا۔ اور تیز موج نے اسے تنکے کی طرح اٹھایا اور پھر ایسا ڈبویا کہ وہ تمام عمر کیلئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اب عاقل کو تیز پانی سے بڑی سخت کشمکش کرنا پڑی کیونکہ واحد اس سے چمٹا ہوا تھا۔ آخر بدقت تمام قوی عاقل ہاتھ پیر مارتا ہوا ڈوبتے ہوئے واحد کو بچا لایا۔ اور اسے ٹیلے پر لے جا کر ڈال دیا۔

یہ وہی واحد تھا جس نے عاقل کا سر پھاڑا تھا۔ اگر عاقل چاہتا تو اپنا انتقام لینے کی غرض سے واحد کو دریا بہاؤ کا لقمہ بننے کو چھوڑ کر چلا آتا مگر اس کی جواں مردی نے یہ گوارہ نہ کیا۔

رفیق کی موت کا عرفان کو بھی بہت صدمہ ہوا اور عاقل کو بھی۔ بہرحال عرفان نے عاقل کا شکریہ ادا کیا۔ مگر کپکپاتے ہوئے واحد کی زبان خوف و ہراس سے بند ہو گئی تھی۔ اس نے صرف عاقل کے شانے پر سر رکھ کر سپاس گزاری بھی کی اور اپنی اگلی حماقت کی معافی بھی چاہی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

باب ۵۱

عاقل کے کھیت اور اس کا مکان ایک مرتفع پلیٹو پر واقع ہونے سے سیلاب سے محفوظ رہے وہ نالہ بھی اس کے کھیتوں سے کافی فاصلہ پر تھا۔

بارش کی ان اندھیاری فسوں گر جیتی راتوں میں عاقل ہر طرف سے بے فکر تھا بس مینہ کی رم جھم میں اسے گم شدہ ندرت کا تصور ستائے جا رہا تھا۔

اسے کوئی امید نہ تھی اس کے پاس یہ یقین کر لینے کو کوئی وجہ نہ تھی کہ اگر ندرت سے کبھی ملاقات ہو بھی گئی تو وہ اس کے دل کی آشفتگی پر غور کر سکے گی۔ اور غور کرنے کے بعد اس کا مداوا بھی بخش سکے گی۔

مگر توقعات بیشتر یاس ہی کے رد عمل کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں یہ کچھ نفسیاتی نظام ہے۔ ورنہ انسانیت یا انسان کثرت یاس سے زندہ نہیں رہ سکتا۔

عاقل بھی بس توقع کے سہارے ندرت کی آئندہ کسی ملاقات کی آس لگائے بیٹھا تھا اور وقت گذرنے کے ساتھ اس کی آس ٹوٹتی جا رہی تھی۔

اس سیلاب نے سرینا اور کراچی کا رابطہ کاٹ دیا تھا اس لئے عرفان واحد، اور ان کے دوسرے دوستوں کو ایک دو روز کے لئے سرینا ہی میں پناہ لینی پڑی تھی۔ عرفان ثریا کے چچا کے اصرار پر اس کے مکان پر جا کر مقیم ہو گیا تھا۔

راستے مسدود ہو جانے کے باوجود بھی کسی ذریعہ سے سیلاب میں رفیق کے بہہ جانے کی خبر کسی طرح کراچی پہنچ گئی مگر خبر رساں کو بہہ جانے والے کا نام یاد نہیں رہا۔ بس اخبار والوں کو وہ سیلاب کی تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ اتنا سنا سکا کہ بہہ جانے والا نوجوان زرعی مہم

کا بہت سرگرم رکن تھا اور بڑا جاں باز بھی۔

چنانچہ دوسرے روز کے اخبارات میں ان ہی الفاظ پر مشتمل خبر شائع ہو گئی جس پر سب سے پہلے تاجنا کی نظر پڑی تھی۔ اور اس خبر کو پڑھنے کے بعد اس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔

"شان آپا آپ نے یہ خبر بھی پڑھی۔ اس نے کہا اس کو پڑھ کر میرا تو دل نہ معلوم کیوں خود بخود بیٹھنے لگا۔"

تاجنا نے اخبار شان کو دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں تاجنا۔ افسوس اس کا نام اب تک معلوم نہ ہو سکا۔"

شان نے تاسف سے کہا۔

"نام معلوم نہ ہوا لیکن پھر بھی کیا آپ بہنے والے کے متعلق جو لکھا گیا ہے کہ وہ سرگرم رکن اور جاں باز تھا اس سے اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ وہ خدانخواستہ کون ہو سکتا ہے؟"

تاجنا نے کہا اور وہ بہت غمگین دکھائی دینے لگی۔

"یا خدا! کیا تاجنا یہ سچ ہے۔ کیا وہ عرفان ہی تھا؟"

شان کے منہ سے گھبراہٹ سے نکلا۔

"ہاں آپا۔ اسی لئے کل رات نہ معلوم کیوں میری نیند اچاٹ رہی ہے۔ ہے عرفان بھائی!"

تاجنا نے کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

تاجنا وہی تو تھی جو عرفان سے جلتی تھی اس سے نفرت کرتی تھی۔ کیونکہ وہ اسے ٹوکتا رہتا تھا۔ لیکن کیا وہ اس سے دل سے نفرت کرتی تھی؟ ناممکن تھا۔ ہم بارہا اپنے اس قیاس میں دھوکا کھا جاتے ہیں کہ فلاں شخص ہمیں پسند نہیں مگر اس کی غیبت میں کسی غیر معمولی واقعہ کے ظہور سے ہمیں اپنی رائے کی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔

سے رینا خود وہ پہنچ کر اصل واقعہ معلوم کرے۔ پر وہ نہیں اگر رستے بند تھے۔

عین اسی وقت شان داخل ہوئی اور شکر ہے سب سے پہلے اس کی مڈبھیڑ رضی ہی سے ہوئی۔ دونوں سخت رنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ اس لئے دونوں سمجھ گئے کہ یہ خبر بد دونوں کے علم میں آ چکی ہے۔

"ہاں شان میں بھی سخت پریشان ہوں اور خبردار امی یا نسرین کے کانوں تک یہ خبر نہ پہنچے"

رضی نے شان کے کسی سوال کے جواب میں کہا۔

اتنے میں نسرین اسکول جانے کے لئے نکلی لیکن شان کو دیکھ کر مسکراتی اس کے پاس آ گئی۔

"آداب آپا۔ آج اکیلی کیسے آئیں ناظر بھائی کہاں رہ گئے؟"

نسرین نے مسکرا کر پوچھا۔

اس سے اس کے سب بھائی بہن ہنس ہنس کر بات کرتے تھے مگر آج شان و رضی کے لئے ہنسنا محال تھا۔

"وہ باہر گئے ہیں نسرین۔ جاؤ تمہیں اسکول میں دیر ہو جائے گی"

شان نے کہا۔

"آج آپ کی صورت اتری اتری کیوں نظر آ رہی ہے آپا؟"

نسرین نے کہا۔

"جاؤ کسی کی شکل و صورت کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے"

شان نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔

آخر وہ چلی گئی۔

٭٭٭٭٭

افسوس مکان پر ناظر بھی موجود نہیں تھا ایک دو روز کے لئے وہ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اس لئے اس خبر کو لے کر شان و تاجنا کے علاوہ رضی کے مکان پر جانے والا کوئی نہ تھا۔ اول تو شاید خود رضی نے بھی اخبار میں پڑھ لیا ہو گا۔ عرفان کے متعلق اس قیاس آرائی سے شان و تاجنا کی والدہ کو بھی اخبار دیکھ کر اس کے سچ ہونے کا یقین آ گیا اس کے بعد انہیں بھی بہت رنج ہوا۔

"تاجنا تم دوڑ جاؤ نا رضی بھائی کے پاس مکان پر"

آخر شان نے کہا۔

"نہیں آپا اب میرا دل ٹھکانے نہیں رہا آپ ہی چلی جائیے"

تاجنا نے جواب دیا۔

"خیر میں ہی ہو آتی ہوں خدا کرے رضی بھائی کے پاس صحیح اطلاع آ چکی ہو"

شان نے کہا اور رضی کے ہاں پہنچی۔

یہ خبر رضی پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ اور پڑھ کر وہ بھی شدید شک و یقین میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ہر چند وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس خبر کو عرفان کے متعلق نہ سمجھے مگر رضی اچھی طرح عرفان کی عادتوں سے واقف تھا کہ وہ کس طرح آنکھ بند کر کے خطرات میں کود پڑنے کا عادی تھا۔

اسی بنا پر شک کے مقابلہ میں اس کی بھی یقین غالب آتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا قوی دل بیٹھتا جا رہا تھا آخر حقیقی اور جوان بھائی کا سوال تھا۔ کس طرح اس صدمۂ جاں کاہ کو ضبط کر سکتا تھا۔

تاہم اس نے بڑے حوصلہ و ضبط سے کام لیا۔ اپنی والدہ اور نسرین کو خبر بتانا تو کجا اخبار چھونے بھی نہ دیا۔ ارادہ کر ہی رہا تھا کہ

باب ۵۲

آخر رضی اسی روز جس طرح بھی ممکن ہوا کیچڑ پانی طے کرتا ہوا سرپٹا پہنچا۔ دس بارہ میل کا تو فاصلہ ہی تھا۔ جس مقام تک سڑک ٹھیک تھی اس نے وہاں تک سواری میں سفر کیا۔ آگے پیدل راستہ طے کر کے منزل مقصود تک جا پہنچا
دن کے دو بجے ہوں گے چو طرف گھرا اندھیرا اور ابر چھایا ہوا تھا اور پھر کچھ بارش کا اندیشہ تھا۔ بستی میں رضی نے معلوم کیا کہ کالج کے جو لڑکے یہاں آئے ہوئے تھے وہ کہاں ہیں۔

"ہاں جی۔ نہیں۔ بستی میں وہیں پر بڑا دکھ ہے کہ ان میں سے ایک کل پانی میں بہہ گیا"

گاؤں کے ایک شخص نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں بہنے والے کا نام معلوم ہے؟"

رضی نے کلیجہ تھام کر سوال کیا۔

"نہیں جی مجھے اس کا نام تو معلوم نہیں۔ نصیر کو معلوم ہو گا۔ کیوں کہ اس کے ہاں ایک لڑکا ٹھیرا ہوا ہے"

اس شخص نے کہا۔

"مہربانی کر کے مجھے ذرا نصیر کا مکان بتا دو"

رضی نے اس سے درخواست کی اور بھاری قدموں سے اس کی رہبری پر خریا کے چچا کے مکان کا رخ کیا

تمام راہ رضی گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا کہ عرفان زندہ سلامت مل جائے۔ بستی میں آ پہنچنے کے بعد سے رضی کو اصل صدمے نے آ دبایا تھا۔ اگر بہہ جانے والا اسی کا چھوٹا بھائی ہوا تو اس جوان موت پر اسے کیسے صبر آئے گا۔

"[illegible] کون بھائی صاحب؟"

ایک دروازہ کے پاس سے آواز آئی اور اس میں سے عرفان لپک کر باہر نکلا۔

"عرفان! اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے"

رضی نے کہا اور اپنے چھوٹے بھائی کو زندہ سلامت پا کر اس کی آنکھوں میں روشنی سی آ گئی ورنہ اسے یہ بھی احساس نہ رہا تھا کہ یہ دن تھا یا رات

"کیسے آ گئے؟ میری تلاش میں؟"

عرفان نے ہنس کر پوچھا۔

"ہاں عرفان آج کے اخبار میں کراچی سے یہاں آئے ہوئے لڑکوں میں سے سیلاب میں کسی لڑکے کے بہہ جانے کی خبر شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعد سے ہم سب ——"

"آپ سمجھے کہ وہ کہیں میں ہی نہ ہوں"

عرفان نے اس کی بات کاٹ کر عادتاً ہنستے ہوئے کہا۔

"میں ہی کیا ہم سب اسی وحشتناک مغالطہ میں مبتلا تھے۔ شکر ہے میں نے امی اور نسرین سے تو خبر کا ذکر نہیں کیا تھا مگر شان کے ہاں سب کو معلوم ہو گیا اور وہاں جب سے کہرام مچا ہوا ہے"

رضی نے کہا۔

"سچ؟ تب تو بڑا لطف رہے گا"

عرفان نے سب کے غم کو اپنے لطف میں ڈبو کر کہا۔

"مگر تاجانے تو گھی کے چراغ جلائے ہوں گے۔"

عرفان نے کہا۔

"یہ تمہاری بدگمانی ہے ورنہ بقول شان جب سے تاجانے یہ خبر پڑھی ہے برابر روئے جا رہی ہے، یہاں تک کہ اس کی ـــ

آنکھیں متورم ہوگئیں۔

رضی نے کہا۔ تعجب ہے۔"

عرفان بولا۔

اتنے میں ثریا باہر نکل کر آئی اور رضی کو دیکھ کر تعجب سے اس پر اوپر سے نیچے تک نظر دوڑانے لگی۔ اس کے معصوم خوبصورت چہرے پر تحیر نے اور دلکشی پیدا کر دی تھی۔

"یہ کون ہیں عرفان؟"

آخر ثریا نے عرفان سے دریافت کیا۔

"اور تم کون ہو؟"

رضی نے مسکرا کر ثریا سے دریافت کیا۔ صبح کے بعد سے اس وقت رضی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"یہ میری میزبان نصیر کی بھتیجی ہے بھائی صاحب اور ثریا یہ بڑے بھائی ہیں۔"

عرفان نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ تمہارے بڑے بھائی ہیں اتنے لمبے چوڑے!"

ثریا نے حیرت سے کہا۔

رضی و عرفان ہنسنے لگے۔

ثریا اصرار کر کے رضی کو اپنے چچا کے پاس لے گئی۔ یہاں سب کھانا کھا چکے تھے کیونکہ ڈھائی بج رہے تھے مگر رضی بھوکا تھا۔ لیکن وہ عرفان کو اسی وقت اپنے ہمراہ کراچی لیجانا چاہتا تھا۔

ثریا کے چچا نے جو کچھ حاضر تھا اصرار کر کے رضی کو کھلایا۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں نے نصیر کا شکریہ ادا کر کے کراچی کا رخ کیا۔ راہ میں عرفان نے رضی کو بتایا کہ کل جو لڑکا بہہ گیا ہے وہ اس کا

ہم جماعت تھا اور اس کا نام رفیق تھا۔

رضی و عرفان سب سے پہلے اپنی سوتیلی والدہ کے مکان ہی پر پہنچے کیونکہ کہرام وہیں مچا ہوا ہے۔ رضی کے گھر والوں کو معلوم بھی نہ تھی کہ عرفان کے متعلق کس قدر تشویشناک مغالطہ انگیز خبر آج شائع ہوئی تھی۔

عرفان کو دیکھ کر تاجنا خوشی سے اچھل پڑی۔ واقعی رونے سے اس کی آنکھیں متورم ہو رہی تھیں یہ چیز عرفان نے بھی نوٹ کی۔

"عرفان بھائی ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ ہم کو اس قدر بھی پریشان کر سکتے ہیں!"

تاجنا نے شکایتاً عرفان سے کہا۔

"میں مر کر بھی تمہیں پریشان کرتا رہوں گا تاجنا!"

عرفان نے کہا پھر ہنس کر بولا۔

"لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر میرا سوگ مناؤ گی۔ اچھا آج سے ہماری تمہاری صلح ہے؟"

"چلو اب مرنے جینے کا قصہ ختم کرو۔ آج ہم تمہارا صدقہ اتاریں گے:"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"شان کیا تم عرفان کی دلہن کو دیکھنا پسند کرو گی؟"

رضی نے مسکرا کر پوچھا۔

"عرفان کی دلہن؟"

شان و تاجنا کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

"مجھے یہ مذاق پسند نہیں ہے بھائی صاحب"

عرفان نے کہا:

"اچھا اچھا جانے دو"

رضی نے ہنس کر کہا۔

"آپ کو قسم ہے رضی بھائی۔ بتائیے کیا بات ہے کیا عرفان بھائی نے انہیں چپکے سے اپنی شادی کر لی؟"

تاجنا نے دریافت کیا۔

"عرفان ایسا تو نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین نہیں آتا؟"

شان نے کہا۔

"نہیں بات صرف اتنی ہے کہ سیلاب کے بعد جس مکان میں عرفان نے پناہ لی تھی اس کے مالک نے آج کھانے کے دوران میں مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنی بھتیجی عرفان کو دینا چاہتا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ وہ لڑکی بے شک تعلیم یافتہ نہیں ہے مگر اس کا چچا کہہ رہا تھا کہ اگر ہم بات پختہ کر کے ایک سال انتظار کریں تو وہ اپنی بھتیجی پر کوئی اچھی استانی مقرر کر کے اردو انگریزی سے واقف کرا دے گا۔"

رضی نے کہا۔

"خوب۔ اچھا تو عرفان بھائی زمین جوتنے کے بہانے سرینا جا کر یہ گل کھلاتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتائیے، رضی بھائی کہ وہ لڑکی ہے۔ کیسی ہے؟"

تاجنا نے کہا۔

"ماشاءاللہ بڑے کام کی خوبصورت ہے۔"

رضی نے مسکرا کر جواب دیا۔

عرفان اٹھ کر چل دیا۔

باب ۵۳

مفارقت نے رضی کے دل میں نگار کی یاد کو تیز سے تیز تر کر دیا تھا جتنا وہ اس سے مایوس ہوتا جا رہا تھا اتنا ہی اس کے سینے میں نگار کا خیال تند ہوتا جا رہا تھا۔

نگار کے ڈھاکہ جا کر جم جانے سے رضی اس قیاس میں حق بجانب تھا کہ اس کی شادی ہو چکی ہوگی۔ یہ حقیقت تو خود رضی کے علم میں آ چکی تھی کہ ڈھاکہ میں کسی سیٹلمنٹ افسر کے لئے اس کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اب نگار کو ڈھاکہ آباد کئے ایک سال کے قریب ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کی شادی ہو چکی ہوگی۔

رضی سوچتا۔

ندرت کو بھی باہر گئے ہوئے ایک سال ہو گیا تھا۔ اس کے خطوط آتے رہتے۔ رضی سے بھی اس کی خط و کتابت جاری تھی اور مالی امداد کا سلسلہ بھی۔ مگر ایک سال کے بعد توجہ دلانے پر حکومت نے رضی کا ہاتھ بٹا لیا اور ندرت کی تعلیم کے لئے سرکاری وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔

لیکن نگار کے متعلق اپنے دل کی بے چینی سے رضی ندرت کو آگاہ نہیں کر سکتا تھا۔ ندرت بہت دور بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں بیٹھے بیٹھے وہ اس باب میں اپنے بھائی کی کیا مدد کر سکتی تھی۔ دوسری بات ابھی یہ محل نظر تھی کہ آیا نگار اب تک آزاد بھی ہے؟

حالیہ بارش و سیلاب نے سرینا کے نشیبی کھیتوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا اور اس سے عرفان اور اس کی جماعت کی تمام اولوالعزمانہ اسکیم فیل ہو گئی تھی۔ عناصر فطرت کے ہاتھوں یہ انسان کی بڑی افسوس ناک شکست تھی مگر پھر بھی سیلاب اپنے ساتھ انسانی عزائم

کو بہلنے جانے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ عرفان اور اس کی جماعت نے پھر زمین حاصل کی اور اس بار بہتر علاقہ کی طرف۔

اس کے بعد ان تمام نوجوانوں نے مل کر زرعی مہم کو اور تیز کر دیا۔ سب شہد کی مکھیوں کی طرح کاموں میں جٹ گئے اور ملک گیر پیمانہ پر اس مہم کو کامیابی سے چلانے لگے۔

ملک کے ہر صوبے سے پرجوش نوجوان ہل چلانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ انہیں وطن میں غلے کے قحط کا سر کچلنا تھا۔

رضی کے احباب بھی آس پاس کی زمینوں کو سنبھالنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں تعلیم یافتہ اور ان پڑھ کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ بس کھیتی باڑی سے واقفیت کی ضرورت تھی اس کی تربیت دینے کو مددگار حکومت کے ماہر موجود تھے۔

رضی باوجود غم جاناں اور باوصف ملازمت کے دل و جان سے اس مہم میں لگا رہا فرصت کا تمام وقت ان ہی خدمات میں صرف ہو رہا تھا۔

ادھر اس دفعہ عرفان سرینا کی بالائی زمین پر معہ اپنے رفقا کے چھا کر محنت صرف کر رہا تھا۔

"میں نے سنا ہے رضی کہ مشرقی پاکستان میں بھی بفضلہٖ اپنی مہم کافی تیزی سے چل رہی ہے اور اپنے ہاں کی دو لڑکیاں جب سے ڈھاکہ پہنچی ہیں، انہوں نے لوگوں کے اندر عمل کی روح پھونک دی ہے چنانچہ وہاں بھی نوجوان بے فائدہ ادھر ادھر مارے مارے پھرنے کے کھیت سنبھالنے لگے ہیں"

ایک روز ناظر نے رضی سے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی، کون لڑکیاں ہیں وہ؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"ایک تو وہی خوبصورت سی لڑکی ہے جس کے متعلق ندرت باجی نے

ایک دفعہ بتایا تھا کہ ڈاکٹرنی ہے۔ کیا نام ہے شان اُس کا؟"

ناظر نے اپنی بیوی سے دریافت کیا۔

"نگار کے متعلق کہہ رہے ہیں؟"

شان نے رضی سے کہا۔

نگار کا نام سنتے ہی رضی کے چہرے پر ایک رنگ سا دوڑ گیا۔

"اور کیا کیا سنا تم نے شان اس کے متعلق؟"

آخر رضی نے اپنا اشتیاق دلی چھپاتے ہوئے دریافت کیا۔

"اور کیا سنتی۔ کیا یہ ہمارے لئے کم جائے مسرت ہے کہ اپنی پارٹی کی لڑکی وہاں جاکر کامیابی سے کام کر رہی ہے وہاں نگار اور نسیم نے کافی تعداد میں خواتین کو اپنے حلقۂ اثر میں لے لیا ہے"

شان نے کہا۔

اب رضی اپنی بہن سے کس طرح سوال کرتا کہ آیا ڈھاکہ پہنچ کر نگار کی شادی ہو چکی ہے؟

"اچھا نسیم بھی وہاں جا پہنچیں۔ وہ تو یہاں کسی کالج میں لیکچرار تھیں"

آخر رضی نے کہا۔

"ہاں مگر وہ اب ڈھاکہ کے کسی سرکاری کالج میں زیادہ تنخواہ پر کام کر رہی ہے" شان نے کہا۔

"مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا تبادلہ ڈھاکہ کا نہ ہو جائے"

رضی نے کہا۔

حالانکہ اب کوئی اندیشہ نہ تھا مگر رضی ڈھاکہ پہنچنے کی سبیل ٹٹول رہا تھا۔

"اچھا ہے اگر تم جیسا سرگرم انسان بھی مشرقی پاکستان جا پہنچے"

ادارہ اردو مرکز (جامعہ)
مالویہ نگر نئی دہلی

ناظر نے کہا۔

"آپ بہ آسانی ڈھا کر جا سکتے ہیں رضی بھائی کیونکہ آپ کے گھر کی نگرانی کو عرفان موجود ہیں" شان بولی۔

"ہاں تمہارے گھر کی نگرانی کو تو ناظر مل ہی گئے ہیں"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"آپ بھی تو ناظر کی حیثیت کا نگراں اپنے گھر میں لا سکتے ہیں چونکہ آپ کے ہاں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔ نسرین ماشاء اللہ جوان ہے"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"مگر عادتوں کے لحاظ سے وہ ابھی بالکل بچی ہے" رضی نے کہا۔

"نسرین کا ذکر چھڑنے سے خوب یاد آیا۔ کئی ماہ ہوئے ایک بار اقبال نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے لئے تم سے نسرین کے متعلق درخواست کروں" ناظر نے رضی سے کہا۔

"اقبال بہت اچھا آدمی ہے۔ دیکھو ندرت باجی کو آجانے دو ان سے بھی مشورہ کروں گا"

رضی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ باجی کی واپسی پر عرفان۔ تاجنا اور نسرین کو بٹھا دیا جائے اور آپ کو بھی"

شان نے مسکرا کر رضی سے کہا۔

"تم نے اپنی شادی کیا کر لی کہ سب کی شادی کے خواب دیکھنے لگیں، لیکن شان مجھے تم کس سے بٹھانا چاہتی ہو؟"

رضی نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"میرے خیال میں کہیں بہت موزوں رہے گی"

شان نے جواب دیا۔

کس قدر غلط خیال نکلا شان کا۔ مانا کہ یہیں قد وقامت وجسم کے لحاظ سے بہت گذاز تھی اور اس نے شکل وصورت بھی خاصی پائی تھی۔ مگر نگار کے آگے کا کسی کا نقش نہیں جم سکتا تھا۔ رضی سوچ رہا تھا۔

پھر رضی کو خیال آیا کہ اس کے متعلق آخر شان نے نگار کو تجویز کیوں نہ کیا۔ ہو نہ ہو نگار کی شادی ہو چکی ہے۔ اسی لئے تو شان اپنے بھائی کے لئے اسے تجویز نہ کر سکی۔

بہر حال زیادہ یاس اور بہت کم آس لئے ہوئے رضی نگار کے خیال میں مٹا رہا۔ سوچتا تھا کہ ایک دفعہ جا کر نگار سے مل ضرور آئے اس سے یہ فائدہ تو ہو گا کہ نگار کے بارے میں جس شک ویقین کی کیفیت میں مبتلا، خیال سے چھٹکارا مل جائے گا۔

مگر یہ چھٹکارا نہ ہو گا بلکہ مایوس محبت کے ایک اندوہناک باب کی ابتدا ہو گی نگار اگر واقعی دوسرے کی ہو چکی ہے تو یہ تقاضۂ شرافت وہ اس کے لئے فقط ایک محترم ہستی رہ جائے گی مگر بلحاظ محبوب گم گشتہ بڑی ٹریجڈی ثابت ہو گی۔

"میرا خیال ہے ناظر کہ تم نسرین کے بارے میں اقبال کو امید دلا دو میں ابھی سے بھی تذکرہ کر دوں گا"

رضی نے اپنی کشمکش سے نکل کر اپنی بہن کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں اس سے ملوں گا تو باتوں باتوں میں کہہ دوں گا۔ اسی طرح تاجنا کے لئے بھی ایک لڑکا میری نظر میں ہے"

ناظر نے کہا۔

"جس گھرانے میں لڑکیاں ہوتی ہیں وہ کس قدر پریشانی اور ذمہ داریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے" شان نے کہا اور چائے تیار کرنے لگی۔

باب ۵۴

وقت گذرتا رہا مگر وقت صاحب اب سہم سہم کر گذر رہے تھے کیونکہ وطن کے جن لاکھوں نوجوانوں نے وقت کا چیلنج قبول کیا تھا اسکو انہوں نے پورا کر دکھایا تھا۔ وہ سب کھیتوں میں ہل لے کر کود پڑے تھے بانجھ زمین کی کوکھ سے ایک ایک جھول میں لاکھوں من غلہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

ندرت کو باہر گئے ہوئے پندرہ ماہ گذر گئے تھے اس دوران میں اس کے چھوٹے بھائی بہن اپنے اپنے امتحان دیکر پاس ہوگئے رضی تو پہلے ہی اپنی انجینرنگ کی تعلیم ختم کرکے انجینر بن چکا تھا۔ اور نگار کی دور رس کشش بے ڈھاکہ کی طرف کھینچ رہا تھا مگر اسکا تبادلہ ابھی التوا میں پڑا تھا۔

"رضی بھائی کل باجی کا خط آیا تھا اس میں لکھتی ہیں کہ انہیں ڈھاکہ سے جو نگار کی آخری چٹھی ملی ہے اس میں اس نے تحریر کیا ہے کہ نگار نے چند روز ہوئے خواب میں آپ کے دشمنوں کو مردہ دیکھا تھا"

ایک روز شان نے رضی سے کہا۔

وہ خوب ہنسا۔

"میرا خیال ہے شان کہ نگار نے اپنے خواب میں بجا طور پر مجھے مردہ دیکھا کیونکہ میں ان کے لئے مر چکا ہوں"

رضی نے کہا مگر پھر خیال آیا کہ اپنی بہن کے آگے کیا کہہ گیا۔ لہذا بات پلٹتا ہوا بولا۔

"بلکہ وہ ڈھاکہ جاکر ہم سب کے لئے مر چکی ہیں کیونکہ کراچی چھوڑنے کے بعد انہوں نے ادھر کا رخ ہی نہیں کیا"

"آپ نے پچھلے ماہ سے باجی کو بھی خط نہیں لکھا ہے اس سے وہ

پریشان ہیں"

شان نے کہا۔

"تم انہیں لکھ دینا کہ میں بخیریت ہوں اور ان کی خیر و عافیت نیک مطلوب"

رضی نے پھر کہا۔ اور بولا۔

"خیر میں ہی انہیں ایک دو روز میں خط لکھ دوں گا"

"آپ باہر کیوں نہیں چلے جاتے رضی بھائی"

شان نے کہا۔

"وطن میں بے شمار کام پڑے ہوئے ہیں شان ان سے عہدہ برآ ہونا مقدم ہے"

رضی نے کہا۔

"بھائی صاحب اقبال صاحب آئے ہیں"

نسرین نے کمرے میں داخل ہوکر رضی سے کہا۔

"کیا نسرین تم گئیں تھیں باہر اقبال صاحب کی گھنٹی کی آواز کے جواب میں؟"

شان نے مسکراکر دریافت کیا۔

"جی ہاں نوکر بازار گیا ہوا ہے"

"اچھا نسرین تم جاسکتی ہو"

شان نے اس سے کہا۔ پھر مسکراکر رضی سے بولا۔

"یہ بچی اقبال کے سامنے چلی جاتی ہے مگر اسے غریب کو کیا خبر ہے کہ اس کی بات چیت اقبال سے چل رہی ہے"

"خیر ابھی اس مسئلہ کو نہ چھیڑنا شان حالانکہ امی نے اقبال کے معاملہ میں حامی بھی بھر لی ہے"

رضی نے کہا۔ اور باہر جا کر اقبال کو کمرے میں لے آیا۔

"آداب شان بھی۔ ناظر صاحب کہاں رہ گئے آج؟"

اقبال نے مسکرا کر شان سے پوچھا۔

"ہوں گے کہیں ادھر ادھر یا ممکن ہے کھیتوں میں جا پہنچے ہوں۔"

شان نے جواب دیا۔

"مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی کہ ناظر نے آپ کی زمینوں کو سنبھال لیا اور اس میں کاشت شروع کر دی۔"

اقبال نے کہا۔

"اور آپ شاید اپنی بزنس میں مگن ہیں۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں شان۔ اقبال بڑا اچھا کسان ہے۔ انہوں نے موضع جلوانا کی زمین کا بیشتر حصہ سنبھال لیا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں ہل چلانا شروع کر دیا ہے۔ رہی بزنس تو اسے ان کے والد اور بھائی چلا رہے ہیں۔"

رضی نے کہا۔

"میاں رضی میں تمہارے پاس اس وقت ایک کام سے آیا ہوں اور صاف بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اقبال نے کہا۔

"کہو۔"

رضی بولا۔

"اسے ایسا خیال گذرا کہ اقبال اس وقت نسرین کا معاملہ لے کر آیا ہے

"بات یہ ہے کہ والد صاحب ڈھاکہ میں ایک فیکٹری تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ کام شروع ہو چکا ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ تعمیر کی نگرانی کے لئے کوئی ہوشیار اور ایماندار انجینئر مقرر کریں کیا تم اس کے لئے ڈھاکہ جا سکتے ہو؟"

اقبال نے کہا۔

ڈھاکہ کا نام سن کر رضی اچھل پڑا۔

"لیکن کیا آپ کو یقین بھی ہے کہ رضی صاحب ایماندار بھی ہیں اور ہوشیار بھی؟"

شان نے مسکرا کر دریافت کیا۔

اقبال ہنسنے لگا

"کیوں کیا سوچنے لگے؟"

اقبال نے رضی کو خاموش پا کر سوال کیا۔

"کچھ نہیں میں تمہاری یا تمہارے والد صاحب کی خدمت کرنے سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ صرف اتنا تامل ہے کہ مجھے اپنی موجودہ ملازمت ترک کرنا پڑے گی۔"

رضی نے جواب دیا۔

"اس کے لئے پریشان نہ ہو۔ انشاء اللہ اس کی اچھی تلافی ہو جائے گی۔"

اقبال نے کہا۔

"مٹھائی کھلائیے رضی بھائی۔"

شان نے مسکرا کر کہا۔

رضی ہنسنے لگا۔

پھر سب کھیتی باڑی کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے

رضی بولا۔

"اپنی چھوٹی بہن کے مقابلہ میں تمہیں میری رائے کی تو ضرورت نہیں ہے نہ؟"

ماں نے مسکرا کر رضی سے پوچھا۔

"مجھے آپ کی دعاؤں کی زیادہ ضرورت ہے امی!"

رضی نے جواب دیا۔

"اپنے چھوٹے بھائی سے بھی دریافت کرو دیکھو وہ کیا کہتا ہے؟"

رضی کی والدہ نے کہا۔

عرفان خلاف توقع مکان ہی پر موجود تھا۔ اور آج ہی سرینا سے واپس آیا تھا۔

"ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ڈھاکہ بھیجا جا رہا ہے خوب پیسے بنائے جائیے آپ تو۔ ہل چلانے کو ہم رہ گئے ہیں!"

عرفان نے کمرے میں آکر رضی سے کہا۔

رضی اس کی باتوں پر ہنسنے لگا۔

"میں بھی تو ڈھاکہ محنت مزدوری ہی کے سلسلہ میں جا رہا ہوں۔ تم تو ہل چلاتے چلاتے کچھ عرصہ بعد ایک کامیاب کسان ہو جاؤ گے مگر میں مزدور کا مزدور ہی بنا رہوں گا!"

رضی نے مسکرا کر عرفان سے کہا۔

"میں آپ کے جانے کی مخالفت نہیں کرتا!"

عرفان نے کہا پھر بولا۔

"مگر ایسا نہ کرنا بھائی صاحب کہ آپ ڈھاکہ میں اپنی انجینئرنگ کے اندر ہی گم ہو جائیں اور مشرقی پاکستان میں زراعت کی مہم کو بھول جائیں۔"

"ایسا نہیں ہوگا نسرین مجھے پہلے ہی تلقین کر چکی ہیں۔ گھر کے افراد

باب ۵۵

آخر رضی صاحب کیلئے ڈھاکہ جانے کا ایک ذریعہ پیدا ہو گیا اور اسکی انہیں کبھی خوشی ہونے لگتی تھی اور کبھی مایوسی ہونے لگتی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ جس کی خاطر اسے ڈھاکہ پہنچنے کی خوشی ہو رہی تھی اس کے متعلق یقین نہیں آتا تھا کہ وہ اب تک آزاد ہو گی۔

اس کشمکش و پیچ میں اس نے اپنی مشیر نسرین کی بھی رائے لی چاہی اس کی مشیر اعلیٰ تو ندرت تھی، جو آجکل یہاں موجود نہ تھی۔ اور دوسری مشیر اس کی چھوٹی بہن نسرین تھی۔

نسرین ہر چند بھولی بھالی تھی مگر اسکے اندر سمجھ کا مادہ زیادہ موجود تھا۔

میری رائے میں تو بھائی صاحب آپ ڈھاکہ چلے ہی جائیں اس سے دو فائدے ہونگے ایک تو مشرقی پاکستان پہنچ کر آپ کو اپنی زرعی مہم کے لئے وہاں بڑا وسیع میدان ملے گا کیونکہ مشرقی پاکستان کی بچاسی فیصدی آبادی دیہات میں رہتی ہے اسے نئے زرعی نظام سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ دوسرا فائدہ مالی ہے!"

نسرین نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں نسرین میں بھی یہی سوچتا ہوں!"

ہیں اگر ہم خیالی تعاون کی اسپرٹ ہو تو وہ خاندان کبھی پست
نہیں ہو سکتا۔ شکر ہے ہمارے اپنے گھرانے اور سوتیلے گھر میں باہم
اتفاق و تعاون ہے۔"

رضی نے کہا۔

"ڈھاکہ میں بھائی صاحب نگار باجی بھی تو ہیں شاید۔"

اس کے کلمات سے رضی چونک پڑا کیونکہ یہ اس کی دکھتی رگ تھی۔

"ہوں گی مجھے کیا معلوم۔"

آخر رضی نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"جب آپ وہاں ہم جائیں گے تو اگلے سال تعطیلات گذارنے
میں ڈھاکہ ہی آؤں گی اور نگار باجی ہی کے ہاں قیام کروں گی۔"

نسرین نے کہا۔

"اگلے سال تو ندرت باجی بھی شاید واپس آجائیں گی۔ کیوں
بھائی صاحب؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"ہاں خیال تو یہی ہے۔"

رضی نے جواب دیا۔

"مجھے ندرت باجی سے سخت شکایت ہے انہوں نے آج تک علیحدہ
میرے نام خط روانہ نہیں کیا۔"

عرفان نے کہا۔

"جھوٹا کہیں کا۔ اس کے دو خط تو میں نے تیری میز کے دراز میں
رکھے دیکھے تھے۔"

والدہ نے کہا۔

"اچھا کیا وہ ندرت باجی کے خط تھے جو میں پھاڑ کر دیے

ہی میرے کسی دوست کے ہیں۔ میں نے کھولے تک نہیں۔ ابھی پڑھوں
گا دیکھیں کیا لکھتی ہیں۔ وہی پند و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ
ہوگی۔"

عرفان نے کہا۔

"لڑکی ایک تو پڑھی لکھی دوسرے باہر کے ملک کی سیر کر کے آئے
گی۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کا بر ملنا مشکل ہو جائے گا۔"

رضی کی والدہ بولیں۔

عرفان ہنسا

"ایسی لڑکیوں کو تو اتنی بہت جلد اچھے شوہر ملتے ہیں۔ اگر بھائی
صاحب بھی باہر چلے جاتے تو کوئی ڈگری بھی لے آتے اور
بیوی بھی۔"

عرفان نے کہا

"بکو نہیں۔ میں ثریا کے معاملہ میں امی کو بڑی مشکل سے ہموار کر سکا
ہوں۔ اگر تم نے بدتمیزی کی تو ان کو بہکا دوں گا۔"

رضی نے کہا۔

"جانتے ہیں بہکانا کس کا کام ہے؟"

عرفان نے ہنس کر کہا۔

رضی کو بھی ہنسی آگئی۔

"میں بھی ثریا کو دیکھوں گی۔"

نسرین نے کہا۔

لیکن اس کی والدہ نے ثریا کے ذکر میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔

باب ۵۶

دس پندرہ روز بعد رضی کا اقبال کے والد سے کنٹریکٹ ہو گیا اور وہ اقبال کے والد کی فیکٹری کا چارج سنبھالنے آخر ڈھاکہ جا پہنچا۔

یہ دیار نگار تھا۔ لیکن شروع کے دو ماہ تک اپنے نئے کام کے سلسلے میں رضی کو سر اٹھانے تک کی فرصت نہ ملی اس کے علاوہ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نگار کا مطب ڈھاکہ میں کس جگہ ہے۔

پہلی بار وہ ڈھاکہ میں داخل ہوا تھا۔ ابھی وہاں کے محلے تو کجا سڑکوں تک سے ناواقف تھا۔ بس اسے اتنی تسلی ہو گئی تھی کہ نگار اسی شہر میں ہے!

جب رضی نے اپنے کام پر پورا قابو حاصل کر لیا تو اسے ذرا سی فرصت ہوئی مگر اس فرصت کے لحاظ سے اس نے اپنے دل کا درماں تلاش کرنے کے بجائے وطن کے قحط کے درماں میں صرف کرنا مقدم سمجھا۔

چنانچہ ایک اتوار کو اس نے اپنے وطن کے دوسرے حصہ کی زرعی مہم والے نوجوانوں سے رجوع کیا جنہوں نے مل کر پبلک جلسہ کی تیاری شروع کر دی۔

آخر دوسرے روز اتوار کو ایک اجتماع ہوا جس میں شہر کے سمجھدار لوگوں کے علاوہ طلبا کی کثیر تعداد شامل تھی۔ اس مجمع میں ایگریکلچر کالج کے ایک دو پروفیسروں نے بھی تقریریں کیں انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ ملک میں اناج زیادہ پیدا کرنے کی مہم کس قدر ضروری ہے۔ کیونکہ اسی پر ساڑھے آٹھ کروڑ جانوں کی بقا کا دارومدار تھا۔

رضی نے بھی ان الفاظ پر مشتمل ایک مختصر سی تقریر کی۔ اس نے

پہلے مغربی پاکستان میں اپنے ہم خیال ان لاتعداد نوجوانوں کی زرعی مساعی سے لوگوں کو آگاہ کیا جو اپنے عیش و آرام کو ترک کر کے ہل لے کر کھیتوں میں کود پڑے تھے۔ اور شب و روز زیادہ سے زیادہ قطعات زمین کو زیر کاشت لانے میں منہمک رہتے تھے۔

اس کے بعد اس نے کہا۔

"اپنے ملک میں زیادہ سے زیادہ اناج پیدا کرنے اور افتادہ زمینوں کو کام میں لانے کی مہم کوئی عارضی مہم نہیں ہے بلکہ مستقل ہے اور مستقل ہی رہے گی تا آنکہ ایک ایک فرد و بشر کو نہ صرف دونوں وقت پیٹ بھر کر روٹی ملنے لگے گی بلکہ ہل چلانے والے اوقات فرصت میں دستکاری کے ذریعہ سے بھی کما کر خوشحالی کی طرف نہ آ جائیں گے۔

یہ ہل چلانے والے نرے گنوار، جاہل لٹھ نہ ہوں گے جیسا کہ انگریز انہیں بنا گیا ہے اور جیسا کہ وطن دشمن اپنی ہی حکومتوں نے انہیں بنا رہنے دیا تھا۔ اس کے برعکس آئندہ کے چند سال کا کسان لکھا پڑھا، ہنرمند اور خوشحال کسان ہو گا۔

اسی طرح اس کے کھیت ایسے نہیں ہوں گے جیسے آج کل ہیں کہ کوئی کھیت یہاں ہے تو کوئی وہاں درمیان کی اچھی زمین بیکار پڑی ہے۔ اب ایسے کھیت نہیں ہوں گے۔ ان کے بجائے وہ دائمی و مستقل کھیت ہوں گے۔ جس طرح ایک مکان صرف چند سال کے لئے نہیں کھڑا کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ برسوں تک قائم رہنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ بعینہ یہ کھیت چند روزہ نہ ہوں گے۔ بلکہ ہمارا نقش دائمی طور پر وطن کی زمین کے سینے پر بنائے جائیں گے جس طرح امریکہ میں ورجینیا اور نبراسکا کے علاقوں میں ہیں

یا جس طرح روس میں یوکرین کے علاقوں میں بنے ہوئے ہیں۔ یہ بین الاقوامی کھیت ہیں جو زمانہ امن وجنگ دونوں صورتوں میں روٹی دیتے ہیں۔

ایسے ہی کھیت ہمارے وطن میں بھی ہوں گے۔ انہیں چوپڑ کی شکل کا بنایا جائے گا تاکہ فصل کٹنے کے بعد اناج لینے کو ٹرک ان کے ہر طرف پہنچ سکیں اور جو کام چند روز کا ہے اس میں محنت کے ساتھ ساتھ کئی مہینے غارت نہ ہوں

"یہی رہی ہم۔ اسے چلایئے زندہ رہیے۔ اس کی طرف سے غفلت برتئے فاقے کیجئے:"

رضی نے تالیوں کے شور میں اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا۔

دوسرے روز کے اخبارات میں آج کے جلسے کی کارروائی اور تقاریر آگئیں اس کے ساتھ ہی مقررین کے فوٹو بھی۔ یہ ڈھاکہ میں رضی کا پہلا معرکہ تھا۔

اپنا دوسرا معرکہ رضی نے اپنی ذات کے لئے اٹھا رکھا کیونکہ ذات کا بھی کچھ حق تھا۔

مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ اتنے بڑے شہر میں نگار صاحبہ کا پتہ کس طرح چلائے ڈھاکہ میں کئی لیڈی ڈاکٹر ہوں گی اور یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک کا نام لوگوں کو معلوم ہو۔ نگار کا حلیہ کسی کو بتا کر اس کا پتہ دریافت کرنا مناسب نہ تھا۔

اسی کشمکش میں ایک ماہ سے زیادہ گذر گیا اور نگار ایک ہی شہر میں ہوتی ہوئی بھی اس کے لئے لاپتہ رہی۔ یہاں تک کہ ایک روز کام کے دوران میں ایک مزدور کو حادثہ پیش آگیا اور اس کے لئے ڈاکٹر کی ضرورت ہوئی۔

آخر اسی ڈاکٹر سے رضی نے نگار کے متعلق دریافت کیا۔

"ڈاکٹر مسکرایا پھر بولا۔

"نام تو میں اس لیڈی ڈاکٹر کا نہیں جانتا مگر ہے بڑی خوبصورت حالانکہ دو بچوں کی ماں ہے لیکن اب تک اس کا حسن اتنا ہی برقرار ہے:"

دو بچوں کی ماں! نگار دو بچوں کی ماں ہے! ہوگئی آخر اس کی شادی! رضی نے بکمال اندوہ دل میں سوچا اور اپنی بوکھلاہٹ میں اس نے یہ تک نہ سوچا کہ نگار ایک سال کے اندر دو بچوں کی ماں کس طرح بن گئی۔

ذرا اس کے حواس بجا ہوئے تو آخر اسے خیال آ ہی گیا کہ ایک سال کے اندر نگار کے دو بچے کیسے پیدا ہوگئے۔ پھر سوچا ممکن ہے کہ توام بچے ہیں

"اچھا اس کے دو بچے ہیں۔ شاید توام ہوں گے؟"

آخر رضی نے ڈاکٹر سے دریافت کیا۔

"توام تو معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کی عمروں میں سال سوا سال سے زیادہ کا فرق نہ ہوگا:"

ڈاکٹر نے جواب دیا۔

احمق۔ رضی نے دل میں ڈاکٹر کے متعلق کہا۔

اس کے بعد سے رضی خود پر تاسف و یاس کے اثرات محسوس کرنے لگا جن کی اس نے انتہائی نفی کرکے دل کی وحشت مٹانی چاہی۔ اس میں وہ کتنا کامیاب ہوا اس کا اندازہ اسی کو ہوگا۔

ــــــــــ

باب ۵۷

دوسرے مہینے آخر رضی نے کسی نہ کسی طرح نگار کا کھوج لگا ہی لیا۔ نگار کے باپ میں اس تخیل کے باوجود کہ اب وہ آزاد ہو نہیں ہے رضی نے اس سے مل لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا۔ مگر چونکہ یہ رومانس کا تند جذبہ تھا وہ بھول گیا کہ آیا نگار سے آمنا سامنا ہونے کے بعد وہ خود پر قابو رکھ سکے گا۔

کہیں ایک بجے کے قریب رضی گھومتا پھرتا نگار کے مطب پر جا پہنچا مگر اس نے دیکھا کہ وہاں اب تک کافی مریض موجود ہیں، مرد و عورت بچے سب ہی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔

مگر رضی نے کسی باری کا انتظار نہیں کیا اندر جانے لگا۔ لیکن۔۔۔

دربان نے اسے روک لیا۔

"معاف کرنا صاحب، اس طرح آپ نہیں جا سکتے۔ بیٹھ جائیے۔"

دربان نے اس سے کہا۔

"لیکن میرا کیس۔ مقصد یہ کہ میری فیملی کا کیس بہت ہی سیریس ہے اس لئے میں باری کا انتظار نہیں کر سکتا۔"

رضی نے دربان سے کہا۔

"آپ کا کیا بہت؟"

دربان نے اس کی انگریزی مخلوط اردو نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا تم ڈاکٹرنی کو یہ پرچی دے دو۔"

رضی نے کہا اور پرزہ پر صرف اتنا لکھ دیا۔

"میری فیملی کا کیس بہت سیریس ہے اس لئے میں آپ سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

اس پرزے پر رضی نے اپنا نام تحریر نہیں کیا۔

چوکیدار رقعہ اندر لے گیا اور چند منٹ بعد اس کی طلبی ہو گئی۔ جب رضی اندر پہنچا تو اس نے نگار کو مریضوں سے گھرا ہوا پایا۔ باری نہ ہونے کے باوجود بہت سی عورتیں اور بچے اندر آ گئے تھے۔ جنہیں نگار بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔

رضی اپنا بلند و بالا قد لئے پہاڑ کی طرح نگار کی میز کے سامنے جا کر جم گیا۔ کئی بیمار مگر جوان عورتوں نے اس شاندار نوجوان کو بار بار دیکھا۔ ان کے دل میں حسرت پیدا ہوئی ہوگی کہ جوانی و تندرستی بڑی نعمت ہے اور جب یہ دونوں چیزیں مرد کے روپ میں کسی قدر فراخ دستی کے اضافے کے ساتھ کسی عورت کو شوہر کی حیثیت سے دستیاب ہو جائیں گے۔ تو زندگی کی گراں باری کتنی جلد مٹ سکتی ہے۔

نگار نے رضی کو قلم کے ذریعہ کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ جب وہ نہیں بیٹھا تو اس نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کی نظریں زیادہ اٹھتی چلی گئیں۔

"آپ!"

آہستہ سے نگار کے منہ سے نکلا مگر پھر سنبھل گئی۔

رضی دیکھ رہا تھا کہ دھاکہ کی گرم و مرطوب آب و ہوا نے نگار کے چہرے کی سرخی تو کم کر دی ہے مگر اسے اور زیادہ پرشباب بنا کر بڑا گداز بنا دیا ہے۔ رضی کے کہنے میں ایسا جسم تو قدرت نے پایا تھا یا تاجنا کے حصہ میں آیا تھا۔

"کہاں ہے آپ کی فیملی؟"

آخر نگار نے نگاہیں جھکا کر اس سے دریافت کیا۔

"آپ یہاں سے اٹھیں تو آپ کو بتاؤں۔"

رضی نے کہا اور مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا۔

"بیٹا ابھی ڈاکٹرونی جی کو ساتھ لے جاؤ۔ مجھے دوا لے لینے دو۔ میری طبیعت بہت خراب ہے۔"

ایک بڑھیا نے رضی کے کلمات سن کر کہا۔

"مگر اماں میرے سامنے بھی تو موت و زندگی کا سوال ہے۔ اگر ڈاکٹرونی صاحبہ نے دیر کر دی تو ممکن ہے کہ مریض چل بسے۔"

رضی نے بڑی بی کو جواب دیا۔

اس سے نگار کے لبوں پر بھی تبسم آگیا۔

"آپ باہر جا کر بیٹھ جائیے میں آدھے گھنٹے سے پہلے نہیں اٹھ سکتی۔"

نگار نے رضی سے کہا۔

"جیتا رہے میری ڈاکٹرونی بیٹیا۔"

اسی بڑی بی نے کہا۔

"خیر آپ ذمہ دار ہیں۔ لیکن میں بیٹھوں کہاں؟"

رضی نے نگار سے کہا۔

وہ پھر مسکرائی

"اتنے بڑے مکان میں آپ کو کہیں بیٹھنے کی جگہ بھی نظر نہیں آتی۔"

نگار نے کہا۔

"ماشاءاللہ ڈیل ڈول کے آدمی ہیں ان کو بیٹھنے کے لئے زیادہ جگہ چاہیئے۔"

ایک سوکھے ہوئے مرد مریض نے کہا۔

"اچھا جا کر میری کار میں بیٹھ جائیے۔

چابیاں یہ پڑی ہیں۔"

نگار نے اس کی طرف کار کی کنجیاں بڑھا کر کہا۔

"شکریہ۔ مگر جلد آجایئے گا۔"

رضی نے کہا اور کنجیاں لے کر باہر آگیا۔ پھر کار کا قفل کھول کر اندر جا بیٹھا۔

کیسی ملائم و فرحناک سیٹ تھیں کار کی۔

ان پر نگار بیٹھتی ہیں۔

رضی نے بیٹھے بیٹھے سوچا۔

"آپ نے ایک اجنبی کو ڈاکٹرونی صاحبہ اپنی کار کی کنجی دیدی کہیں کار لے کر چلتا نہ بنے۔"

ایک مریض نے نگار سے کہا۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

رضی نے چاہا کہ کار کو لے جا کر ڈسپنسری کے آگے کھڑا کر دے تاکہ نگار کو یہاں تک آنے کی زحمت نہ کرنا پڑے مگر پھر رک گیا کیونکہ یہ جگہ مطب کے عقب میں ہونے کی وجہ سے محفوظ تھی جہاں نہ تو نگار کے بیمار آ سکتے تھے اور نہ کوئی دوسرا آدمی۔"

شاید رضی کے اس طرح اچانک آکودنے سے نگار بھی اب اپنا دھیان مریضوں اور نسخوں میں نہیں پا رہی تھی اس لئے قریب کے چند مریضوں کو نپٹا کر اس نے مطب بند کرا دیا اس کے بعد باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ بال آراستہ کئے اور پھر ایک پیالی چائے پی گئی۔ رضی برابر اس کے خیال پر مسلط رہا۔

آخر مطب کے پچھلے دروازے سے نکل کر اس کے عقب میں آئی۔

رضی پہلے تو اس کی خرام ناز میں کھو گیا اس کے بعد ۔ کار سے اتر پڑا اور دروازہ کھول دیا۔

نگار مسکراتی ہوئی اندر جا بیٹھی رضی باہر کھڑا رہا۔

"کہاں ہے آپ کی فیملی ؟"

نگار نے اس کی جانب دیکھے بغیر دریافت کیا۔

"اکیلا انسان اپنی ذات کے لئے خود ہی فیملی ہے لیکن آپ بتائیے آپ کے شوہر نامدار میڈیکل آفیسر کہاں ہیں؟ غالباً ان کا آفس کسی دوسری جگہ ہو گا۔

رضی نے کہا۔

نگار نے چتون بدل کر اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا آپ کے بچے کہاں ہیں۔ سنا ہے کہ ماشاء اللہ ایک نہیں دو دو ہیں، انہیں آپ مکان ہی پر چھوڑ آئی ہوں گی"

رضی نے کہا۔

"یہ کیا بکواس ہے مسٹر رضی"

آخر نگار نے خفگی سے کہا۔

"اس میں بکواس کا کیا سوال ہے۔ کراچی میں آپ ندرت باجی سے یہی کہہ کر تو یہاں بھاگ آئی تھیں کہ آپ کی کسی میڈیکل آفیسر سے شادی ہونے والی ہے۔ رہے بچے تو مجھے نسیں کے ایک ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ ماشاء اللہ آپ کے دو بچے ہیں"

رضی نے کہا۔

"آپ کا اور جس ڈاکٹر نے یہ کہا ہے دماغ خراب ہو گیا ہے اور ساتھ ہی آپ کی باجی کا بھی۔ لیکن نہیں پیاری ندرت کے

لئے یہ الفاظ نہیں کہہ سکتی"

نگار نے کہا۔

"اچھا تو کیا نہیں ہوئی آپ کی شادی ابھی؟"

رضی نے وحشیانہ مسرت سے دریافت کیا۔

"فضول باتیں نہ کیجئے۔ یہ بتائیے کہ آپ کراچی سے کب اور کیسے آگئے اور شان ۔ عرفان ۔ تاجنا ۔ نسرین وغیرہ تو سب بخیریت ہیں؟"

نگار بولی۔

"جی ہاں سب بخیریت ہیں ایک صرف میں ہی لب دم ہوں"

رضی نے جواب دیا۔

"کیا شکایت ہے آپ کو؟"

نگار نے پوچھا۔

رضی بولا۔

اب بھی پوچھا تو مہربانی کی

"ایک شکایت ہو تو بتاؤں۔ شکوہ شکایات کے دفتر کے دفتر ہیں"

"اچھا میں جا رہی ہوں سخت بھوک لگ رہی ہے"

نگار نے اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے صاحب"

رضی بولا

"اچھا تو بیٹھ جائیے پیچھے"

نگار نے کہا۔

رضی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا لیکن پھر فوراً ہی اتر پڑا۔

"بس شکریہ ناخواندہ مہمان نہیں بننا چاہتا۔ پھر آپ کے شوہر صاحب اور والدین مجھے آپ کے ہمراہ دیکھیں گے۔ یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا تو جائیے راستہ لیجئے!"

نگار نے کہا۔

"بہتر ہے۔"

رضی نے کہا اور جانے لگا۔

ان کا اس وقت موڈ خراب ہے، کچھ کہنا بے سود ہو گا۔

رضی نے سوچا۔

لیکن نگار نے کار اسٹارٹ نہیں کی۔

"سنئے۔"

نگار نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

وہ واپس آگیا۔

"کیسے آنا ہوا آپ کا ڈھاکہ میں؟"

نگار نے دریافت کیا۔

"کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری۔"

رضی نے کہا پھر بولا۔

"جب سے آپ ڈھاکہ آئی ہیں نہ معلوم کیوں یہ تمنا کرنے لگا تھا میں بھی اس شہر میں آجاؤں۔ آخر آپ کو نہیں تو قدرت کو مجھ پر رحم آگیا۔ چنانچہ اقبال کے والد نے یہاں ابھی ایک زیر تعمیر فیکٹری کا مجھے انجینئر انچارج بنا کر بھیج دیا۔"

رضی نے کہا۔

"خوب تو گویا آپ انجینئر ہو گئے۔ دیکھئے اقبال کے غریب والد کی فیکٹری کی پہلی اینٹ آپ سیدھی رکھتے ہیں یا ٹیڑھی۔"

نگار نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن آپ تو کراچی ہی میں بینو کو چھوڑ چکی ہیں اور اب چاہتی ہیں کہ وہی بینو میری قبر بن جائے۔"

رضی نے کہا

"کیا مقصد؟ میں سمجھی نہیں۔"

نگار نے چند راتے ہوئے پوچھا۔

"خیر کچھ نہیں۔"

رضی نے کہا اور بربنائے سادہ لوحی نگار کے الفاظ کو غماز سمجھا چنانچہ آداب کر کے کسی قدر مایوسی سے جانے لگا۔

"دیکھئے۔ شام کو مجھے ساڑھے سات آٹھ بجے تک فرصت ہو جاتی ہے اور ساڑھے آٹھ بجے شب کو مطب بند کر کے چل دیتی ہوں۔"

نگار نے اسے اپنے اوقات بتاتے ہوئے کہا تاکہ وہ پھر آئے اور اوقات فرصت میں آئے۔

رضی شکریہ ادا کر کے رخصت ہوا۔

راہ میں اسے خیال آیا کہ باتوں میں نگار سے یہ تصدیق کرنا بھول گیا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔

لیکن رضی کو خیال آیا کہ اس نے نگار کے شوہر کے متعلق سوال کیا تھا تو وہ کچھ چڑ سی گئی تھی۔

چھپا رہی ہوں گی مجھ سے۔

اس نے سوچا۔

باب ٥٨

رضی عاشق مطلق نہ تھا کہ نگار کی خاطر اپنا مستقبل خراب کرلیتا۔ یا جنونِ عشق میں وطن کی خدمت اور زرعی مہم کی مساعی کو بھول جاتا۔

وہ بدستور اپنے کاموں میں معروف رہا۔

اسی طرح وہ تعلیم یافتہ، محنتی کسان جو ساحرہ ندرت کے ایک ہی جلوے سے اپنے کاشانۂ دل کو روشن پانے لگا تھا۔

ندرت کی ڈیڑھ سالہ مفارقت کے باوجود اپنے بلند اصولِ حیات، زرعی نظام، اپنے لہلہاتے کھیت، ان کی توجہ و نگہداشت اپنے باغات اور مویشی وغیرہ غرض کسی سے غافل نہ ہوا تھا۔

عاقل صرف ایک ہی بار یعنی اس جلسہ کی شام ہی کو ندرت کی زیارت کرسکا تھا اس کے بعد سے پری کی طرح وہ غائب ہوگئی تھی اور یہی نظر آرہا تھا کہ اس تنگ اور حوادث سے بھری ہوئی زندگی میں بار دیگر اس کا نظر آنا یقینی نہ تھا۔

جب شروع میں چند روز۔ پھر کچھ ہفتے ندرت اُسے دوبارہ نظر نہ آئی تو وہ سمجھا تھا کہ اپنی تعلیم میں منہمک ہوگئی ہوگی۔ لیکن جب یہ ہفتے جمع ہوکر ایک سال بلکہ ڈیڑھ برس ہوگئے تو عاقل کو یقین کرلینا پڑا کہ ندرت اپنی شادی کرکے بیٹھ رہی۔

اب فرطِ یاس سے کڑھنے اور ملول ہونے سے کیا فائدہ تھا۔

اصل چیز کام ہے۔

فرض ادا کرنا ہے۔

خدمت میں لگا رہنا ہے یہی سب سے بڑی عبادت ہے:

یہی زندگی کا حسن ہے جو عورت کے حسن کے مقابلہ میں بہت زیادہ بلند ہے۔

ادھر یہی خیالات ندرت کے بھائی رضی کے تھے۔

رضی کی بہن کا تصور، خیال ایک تعلیم یافتہ و مہذب کسان کو چند دن چھا گیا تھا مگر اس کے ہاتھ میں سے عنانِ زندگی نہ چھین سکا تھا اسی طرح ندرت کے بھائی کو اسی کی سہیلی نگار نے لوٹ لینا چاہتی تھی۔ وہ لٹا ضرور تھا مگر اس کی خرد کی پونجی اور متاعِ خدمتِ وطن نگار بھی نہ لوٹ سکی تھی۔

سمجھدار شخص اعصابی عشق کا شکار نہیں ہوسکتا۔

کسی نے یہ درست نہیں کہا ہے:

"عاشقی ہے بند آنکھیں کرکے لٹ جانے کا نام"

دو ہفتے تک رضی کو نگار کے پاس جانے کا وقت نہ مل سکا آخر ایک جمعہ کو پھر وہی ایک ڈیڑھ بجے اس کے مطب میں:

پہنچا۔ وہ بھول گیا تھا کہ نگار نے اسے فرصت کا وقت شام کو ساڑھے سات بجے کا بتایا تھا۔

جب رضی مطب پر پہنچا تو نگار اٹھ چکی تھی۔ اور ایک ایک کرکے مریض بھی چل دیئے تھے۔

نگار مطب سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھونے کے بعد حسب عادت چائے پی رہی تھی۔ کہ چوکیدار اندر آیا۔

اور بولا۔

"مس صاحب ایک آدمی آیا ہے بولتا ہے کہ مر رہا ہے۔"

"مرنے دو۔"

نگار نے بدمزگی سے کہا۔ اس وقت وہ کسی مریض کو دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"پر وہ تو بہت اونچا آدمی ہے ہم سے بھی اونچا ہے کا کیسے وہ؟"

چوکیدار نے کہا۔

اس کی باتوں پر نگار کو ہنسی آگئی اور ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ کہیں رضی نہ ہو۔

"اچھا اسے اندر بھیج دو۔"

آخر نگار نے کہا۔

چنانچہ ایک دو منٹ بعد رضی داخل ہوا۔

"آج آپ کی کل ہوئی ہے اور کیا میں نے اپنی فرصت کا یہ وقت بتایا تھا آپ کو۔؟"

رضی کے آتے ہی نگار نے اس کی خبر لیتے ہوئے کہا۔

وہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ اس پر نگار کو ہنسی آگئی۔

"بیٹھ جائیے۔ دیکھئے کیتلی میں چائے موجود ہے۔"

نگار نے کہا۔

"شکریہ۔ آپ کے الفاظ ہی چائے سے زیادہ شیریں اور گرم ہیں۔"

رضی نے کہا۔

نگار مسکرانے لگی اور پیالی میں خود چائے لوٹ کر رضی کو پیش کی۔

اس نے سر جھکا کر قبول کر لی۔

"اور یہ کیا تک ہے کہ میرے چوکیدار سے اپنے مرنے جینے کی بکواس لے بیٹھے۔"

نگار پھر بولی۔

"آخر کہیں تو اپنے دل کی بھڑاس نکالوں آپ میری سنتی کب ہیں؟"

رضی نے کہا۔

"اچھا آپ کی ٹیکڑی تیار ہو گئی؟"

نگار نے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ بقول آپ کے پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دی گئی تھی اسی کو سیدھی کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

رضی نے جواب دیا۔

"لغویت بکواس۔"

نگار نے کہا۔

"اچھا ایک سوال کی اجازت چاہتا ہوں۔ یہ بتائیے کہ کیا واقعی —— میرا مقصد ہے کہ آپ ازدواجی رشتہ میں منسلک

ہو چکی ہیں؟

رضی نے کہا اور اس کا قوی جسم کرسی سے آگے جھک آیا۔

"سوچ رہی ہوں کہ حکومت سے رجوع کر کے ڈھاکہ میں جلد کوئی پاگل خانہ کھلوا دوں"

نگار نے پیشانی سکیڑ کر کہا۔

"شادی شدہ لوگوں کے لئے؟" رضی بولا۔

"نہیں ان لوگوں کے لئے جو ایسے افسانوں میں دلچسپی لیتے ہیں"

نگار نے کہا اور پیالی الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"نگار میں بے شک اقبال کی شکرمی کا جائزہ لینے یہاں آیا ہوں مگر فی الحقیقت مجھے یہاں کھینچ بلانے کی ذمہ دار آپ ہیں۔ ورنہ جب کراچی میں اپنی نوکری اور دوسرے فرائض سے لگا ہوا تھا"

رضی نے کہا۔

"آپ کی اس کرم ارزانی اور احسان عظیم کے بارے تمام عمر میں دبی رہوں گی"

نگار نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

"اپنے اس احسان کا بدلہ تو میں آپ سے وصول کر کے رہوں گا۔ ذرا ندرت باجی لوٹ آئیں۔ افسوس لیکن ابھی ان کی واپسی میں آٹھ نو ماہ پڑے ہیں۔ خیر یہ زمانہ تنہا بھی گزر جائے گا۔ چلی آئی تھیں کراچی سے بھاگ کر یہاں۔ جیسے میں ڈھاکہ آ ہی نہیں سکتا تھا"

رضی نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ایک چھوٹی سی ڈبیہ جس میں شاید انگشتری ہوگی نگار کی گود میں ڈال کر نکل بھاگا۔

نگار مسکرا کر انگشتری کو دیکھتی رہی۔

باب ۵۹

دو تین روز بعد رضی نے ندرت کو خط کے ذریعہ اپنے اور نگار کے واقعات سے آگاہ کر دیا۔

جب ندرت وطن ہی میں تھی اور نگار سرشش کالونی سے کراچی میں اس کے پاس آیا کرتی تھی تو ایک دو بار ندرت کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ رضی و نگار کا اگر رشتہ ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔

لیکن ندرت کو کنا تہا نگار سے اپنے خیال کا اظہار کرنے میں ایک تو یوں ہچکچا کر رہ گئی تھی کہ اس کی تجویز کو سن کر نگار کو کہیں یہ گمان نہ گزرے کہ اس کے ساتھ ندرت کا بہناپا اور خلوص صرف اس لئے ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اس سے منسوب کرنے کی خواہاں ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ نگار نے ایک دو بار تذکرۃً ندرت سے کہا تھا کہ اس کی (نگار کی) بات کہیں طے ہو چکی ہے۔

باہر تعلیم کے لئے چلے جانے کے بعد بے شک ڈھاکہ سے نگار کے خطوط قدرت کے پاس پہنچتے رہے جن میں قدرت کے استفسار پر اس نے تحریر کیا تھا کہ ڈھاکہ میں جس شخص سے اس کے والدین اس کی شادی کرنا چاہتے تھے اس کی ایک بیوی پہلے ہی سے موجود نکلی چنانچہ شکر ہے کہ وہ آزاد رہ گئی۔

قدرت نے نگار کی غیر شادی شدگی کی خوش خبری سے رضی کو باخبر کرنے کی یوں ضرورت نہ سمجھی کہ اس نے نگار کی جانب کراچی میں رضی کا رجحان نہیں پایا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اپنی تعلیم اور زندگی ہم کی ابتدائی گرم جوشی کے سلسلہ میں رضی نگار کے متعلق اپنے جذبات پسندیدگی کو روکے ہوئے تھا۔

اب ڈھاکہ سے آیا ہوا رضی کے جدید جذبات کا خط جو قدرت کو ملا تو قدرے متعجب ہوئی مگر پھر تمام باتیں اس کی سمجھ میں آنے لگیں کہ رضی و نگار کی باہمی پسندیدگی قدرتی امر ہے اور مبارک بھی چنانچہ رضی کا خط پڑھ کر وہ دل ہی دل میں مسکرانے لگی۔

رضی صاحب کو تو اب نگار کی زیارت کا چسکا لگ گیا تھا لیکن سمجھ دار اور متین انسان واقع ہوا تھا اس لئے بار بار نگار کے پاس پہنچنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔ مبادا اس سے نگار کی معصوم ذات پر کوئی شبہ کرنے لگے

چند روز بعد آخر قدرت کے پاس سے جواب آگیا۔

اپنے خط میں پہلے تو قدرت نے پیار سے رضی کو ڈانٹا ڈپٹا تھا اور خوب لتاڑ بتائی تھی۔ آخر میں لکھی تھی:۔

" آخر تم نے میری بھولی بھالی نگار کو شیشے میں اتار لیا مگر خبردار میرے آنے تک نہ تو تم اس غریب پر مسلط ہو کر اس کا دماغ چاٹنا اور نہ اس کے والدین سے خود رجوع کر بیٹھنا۔ میں وطن آ کر خود سب کچھ طے کر دوں گی۔ اس کے علاوہ عرفان و ثریا کو بھی میں ہی آ کر نبٹاؤں گی "

قدرت کے خط کو ختم کر کے رضی کو بے حد خوشی ہوئی۔ شام کو ارادہ کیا کہ جا کر یہ خط نگار کو بھی دکھا آئے۔ پندرہ بیس روز سے اس کے پاس نہیں گیا تھا۔ اس وجہ سے بھی دل بے چین تھا۔

" اب تشریف آوری کی کیا ضرورت یا غایت ہو سکتی ہے؟ "
نگار نے اسے دیکھ کر بظاہر سرد مہری سے دریافت کیا۔

" ویسے ہی حاضر ہو گیا ہوں "
رضی نے کہا اور جیبوں میں قدرت کا خط ٹٹولنے لگا۔

" میں سمع خراشی کی متحمل نہیں ہو سکتی "
نگار نے کہا۔

" اور آٹھ ماہ کے اندر تک انتظار کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا "
رضی نے مسکرا کر کہا۔

" اچھا اب آپ جا سکتے ہیں۔ مجھے ایک مریض کو دیکھنے جانا ہے "
نگار نے کہا۔
حالانکہ وہ مطب کا وقت ختم کر چکی تھی اور اب سوائے مکان کے کہیں جانا نہ تھا۔

" اس وقت مریض کا خدا حافظ ہے۔ خیر لیکن میں تو آپ کو

رضی نے کہا۔

"یہ خط مجھے دے جائیے۔ میں خود ندرت کو اس کا جواب دے دوں گی"

آخر نگار نے کہا۔

"ہاں یہ خط اپنے ہی پاس رکھئے ورنہ یہ مجھے اپنے تھوڑی دیر بیشتر کے پرفریب لمحات مسرت کی یاد دلاتا رہے گا"

رضی نے کہا۔

"آپ ندرت کو اس خط کا کوئی جواب نہ لکھیں"

نگار نے خط لیتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے"

رضی نے کہا اور جانے لگا۔

"اگر ندرت پھر کوئی خط لکھیں تو متاسف ہوتے یا شاد ہونے کی بجائے وہ خط بھی مجھے ہی لا کر دے جائیے گا"

نگار نے کہا۔

رضی نے وعدہ کیا اور چلا گیا۔

***

باجی کا خط دکھانے آیا تھا"

"ندرت نے میرے نام کا خط آپ کو کیسے بھیج دیا؟"

نگار نے بیگ سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"جی وہ خط ہے تو میرے نام مگر اس میں آپ کا ذکر خیر بھی آ گیا ہے"

رضی نے مسکرا کر کہا

"دیکھوں ذرا۔ آپ کے خط میں میرا تذکرہ کیا معنی؟"

نگار نے کہا۔

"بے حد بامعنی"

رضی نے کہا اور اپنی بہن کا خط نگار کی خدمت میں پیش کیا وہ خط لے کر واپس کرسی میں بیٹھ گئی۔

ندرت کا خط پڑھنے کے بعد حیا سے نگار کی زبان بند ہو گئی اور وہ خط اس نے رضی کے اوپر پھینک دیا۔ اس سے رضی کو گمان ہوا کہ نگار خفا ہو گئی۔ چنانچہ سنبھل کر بولا

"نگار صاحبہ۔ یہ باجی نے صرف میرے احمقانہ خط کا جواب دیا ہے اس میں ان کا مطلق قصور نہیں ہے۔ اگر ہم بھائی بہن کے ان خیالات سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو میں دلی معذرت پیش کرتا ہوں۔ اور اپنی تمام خوشیاں واپس لیتا ہوں"

نگار نے کوئی جواب نہیں دیا۔

خاموش بیٹھی رہی۔

"بار دیگر معذرت خواہ ہوں۔ انسان اکثر اپنی مسرتوں میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔ میں کل ہی باجی کو لکھ دوں گا کہ میرے لکھے خط کو منسوخ سمجھیں"

باب ۲۰

یہ یاس اور آس کی کشمکش رضی پر دو چار روز تک طاری رہی اس کے بعد وہ پا مردی سے حسب سابق اپنے قومی کاموں میں مصروف ہوگیا۔ اور فیکٹری بھی بناتا رہا۔

وقت کبھی تند آندھی کی طرح اور کبھی بجھے سانس کی مانند گزرتا رہا اس طرح چھ سات ماہ بیت گئے اس دوران میں رضی کو ندرت کے دو تین خط ملے ان میں اپنی خیریت لکھتی یا باہر کے ملکوں کے حالات ان میں نگار کا کوئی تذکرہ نہ ہوتا۔

مگر رضی اس کے خطوں کو اور بین السطور میں کسی اسرار یا کسی شے کے اخفا کی ایک امید افزا جھلک سی محسوس کرتا۔ اور پھر اپنی خوش فہمی پہ دل سمجھ کر خاموش ہو جاتا۔

چھ سات ماہ بعد رضی نے اقبال کے والد کی فیکٹری بالکل مکمل کر دی اور انہیں سنبھلا دی۔ اسے دیکھ کر وہ مطمئن بھی ہوئے اور مسرور بھی اس کے علاوہ انہوں نے واجب سے زیادہ رضی کو حق المحنت بھی ادا کیا۔

ان چھ سات ماہ میں رضی نے نگار کے مطب کا رخ نہیں کیا۔

اب رضی کے پاس ڈھاکہ میں کوئی کام نہ تھا۔ ادھر ندرت کا آخری خط جو آیا تھا اس سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اگلے ماہ کی آخری تاریخوں میں کراچی پہنچنے والی ہے۔ شکر ہے اس کا کورس مکمل ہو چکا تھا اور وہ کامران وطن لوٹ رہی تھی۔

فیکٹری کے افتتاح کی تقریب میں اقبال کے والد نے شہر کے چند بھلے آدمیوں اور اپنے شناسا لوگوں کو مدعو کیا ان میں نگار کے

والد بھی شامل تھے۔

اس تقریب میں فیکٹری کے انجنئر کی موجودگی بھی ضروری تھی لیکن رضی رکنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ باہر سے اس کی بہن آنے والی تھی پھر بھی رضی کو رک جانا پڑا۔ اس پر اقبال کا اصرار غالب آگیا۔

فیکٹری دیکھنے کے لئے اقبال بھی اپنے والد کے ہمراہ آیا ہوا تھا۔ لیکن آتے ہی اس نے اور رضی نے مل کر زرعی مہم کے سلسلہ میں دیہات کے دورے شروع کر دیئے تھے۔

آخر افتتاح کی تقریب آ گئی۔

مہمان جمع ہونے شروع ہو گئے جن کی مدارات میزبان کی حیثیت سے اقبال اور رضی کرنے لگے۔

آخر نگار کے والد نے رضی کو پاس بلایا۔

رضی ان کے پاس پہنچا تو خواتین کی پہلی صف میں اسے نگار بھی بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ جو اسے دیکھ کر مسکرانے لگی تھی ماشاء اللہ ان چھ سات ماہ میں یہ تو اور بھی آفت روزگار نظر آنے لگیں۔

نگار کو دیکھ کر رضی نے دل میں کہا۔

"ماشاء اللہ رضی میاں آپ نے فیکٹری تو خوب بنائی ہے"

نگار کے والد نے رضی کو داد دیتے ہوئے کہا

وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"لیکن ہمیں تم سے سخت شکایت ہے۔ اتنے ماہ سے ڈھاکہ میں ہو مگر ایک روز بھی ہم سے ملنے نہ آئے"

نگار کے والد نے کہا۔

"نادم ہوں۔ مجھے دراصل آپکا دولت خانہ معلوم نہ تھا۔"

رضی نے کہا۔

"اچھا اب آنا۔ ابھی تو ڈھاکہ میں قیام رہے گا نا تمہارا؟"

نگار کے والد نے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ اسی ہفتہ میں واپس کراچی جا رہا ہوں۔ کیونکہ دو سال کے بعد میری ہمشیرہ باہر تعلیم ختم کر کے اگلے ماہ وطن لوٹ رہی ہیں۔"

رضی نے جواب دیا۔

"ہاں ہمیں معلوم ہے۔ اگلے ماہ کے وسط تک ہم بھی کراچی آ رہے ہیں۔ ندرت بیٹی نے ہمیں بھی بلایا ہے۔"

نگار کے والد نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا بڑی مسرت ہو گی آپ کی تشریف آوری سے۔" رضی نے کہا۔

"انشاءاللہ مسٹر رضی مسرت ہی مسرت ہے گی۔"

نگار کے والد مسکرا کر بولے

عین اس وقت لاؤڈ اسپیکر پر قرآن کی آیت شروع ہو گئی۔

سب کو خاموش ہو جانا پڑا۔

نگار اور رضی کے معاملات بالا بالا ندرت نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے اس ڈھب سے طے کر لئے تھے کہ رضی کو کانوں کان ان کی خبر نہ ہوئی۔

ندرت نے پہلے تو بذریعہ خط نگار کی مرضی معلوم کی اس باب میں نگار نے اسے شرم و حیا کی بنا پر دھوکہ دینا چاہا۔ مگر سمجھدار ندرت اس کے دل کی بات تاڑ چکی تھی۔

نگار کی جانب سے مطمئن ہو کر ندرت نے ایک خط رضی کی والدہ کو تحریر کیا۔ جس میں نگار کی تعریف و تعارف کے بعد اس نے انہیں ترغیب دی تھی کہ سلسلہ جنبانی کے طور پر وہ جلد نگار کے والدین

سے رجوع کریں اور اس باب میں اقبال کے والد سے مدد لیں تاکہ مردوں کی طرف سے بات جائے۔

نگار کے والد اور اقبال کے والد پرانے شناسا تھے چنانچہ رضی کی والدہ کی تحریک پر وہ جب اپنی فیکٹری دیکھنے کے سلسلہ میں ڈھاکہ آئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے رضی کے متعلق نگار کے والد سے تذکرہ کیا۔

نگار کے والد رضی کو کراچی میں دیکھتے رہے تھے۔ اور انہیں وہ پسند تھا۔ لہٰذا اپنی بیوی سے استصواب کے بعد انہوں نے اس اتفاق کے متعلق حامی بھر لی۔

غرض یہ سلسلہ یوں چلا جس کا علم نگار کو تو ہو گیا اور وہ خوش تھی لیکن غریب رضی اپنی خوش نصیبی سے بے خبر تھا کہ اس کی بہن نے باہر کے ملک میں بیٹھے بیٹھے تمام اس کے معاملات طے کر لئے تھے۔

غرض اسی لاعلمی کے عالم میں رضی ڈھاکے سے کراچی آ گیا تھا۔ اس کے آنے کے دس پندرہ روز بعد ندرت بھی اپنی تعلیم ختم کر کے باہر کے ملک سے وطن آ گئی اور اسے ہوائی اڈے پر لینے کے لئے تمام گھر والے پہنچے تھے۔

ادھر پروگرام کے مطابق نگار کے والدین بھی معہ نگار کے کراچی آ گئے تھے۔

ندرت کے آنے کے چند روز بعد آخر کہیں رضی کو پتہ چلا کہ نگار اس کے لئے نامزد ہو گئی ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی اور وہ اپنی بڑی بہن کو دعائیں دینے لگا۔ لیکن ابھی بڑی بہن کی خود اپنے متعلق دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔

"اب تو کیا؟"

ندرت نے دریافت کیا۔

"اب تو میں ڈھاکہ چلا جاؤں؟"

آخر رضی نے اپنا مدعائے دل بیان کرتے ہوئے کہا۔

"نگار کے پاس نا؟"

ندرت نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"اب آپ سے کونسی بات ڈھکی چھپی ہے۔ یہ سب کچھ آپ ہی کی تو کرامت ہے۔"

رضی نے مسکرا کر کہا۔

"بس تو میرے کاموں میں دخل نہ دو۔ چند روز اور رک جاؤ ممکن ہے نگار ڈھاکہ سے یہاں منتقل ہو جائے۔"

ندرت نے کہا۔

"عجیب مصیبت ہے!"

رضی نے کہا

ندرت مسکرانے لگی پھر بولی

"اچھا رضی اس ہفتے میرا پروگرام سرینا کے دورہ کا ہے۔ کیا تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ وجہ یہ ہے کہ سرینا کی بستی میں مجھے ایک شبانہ روز قیام کرنا پڑے گا۔ اگر تم میرے ہمراہ ہوتے تو اچھا تھا۔"

"میں بڑی خوشی سے آپ کے ساتھ چلتا لیکن مجھے پرسوں ہی یہاں سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ایک نیا کام ملا ہے جس میں شب و روز سر کھپانا پڑے گا۔ تاہم نوکر کی موجودگی کے باوجود آپ کے ساتھ کسی گھر کے آدمی کو رہنے کی ضرورت ہے؟"

باب ۶۱

ندرت دو سال کے بعد وطن پہنچی تو اس نے نوجوانان وطن کی زرعی مہم کو بڑا کامیاب و بار آور پایا۔ اس کی اُسے بے حد مسرت ہوئی۔

چونکہ پچھلے سوا سال سے تعلیم کے سلسلہ میں وہ گورنمنٹ کی وظیفہ خوار تھی۔ چنانچہ اسے دیہات سدھار اسکیم کے محکمہ نے مناسب آسامی پر مامور کر دیا۔

ندرت نے باہر رہ کر دیہی صنعت وغیرہ کی وافر تعلیم حاصل کی تھی۔ کیوں کہ اس کو شروع ہی سے اس سے ذوق تھا اور وہ محض دفتر میں حاکمانہ بیٹھ کر دفتری کاموں کی خواہاں نہ تھی بلکہ عملی طور پر دیہات کے دورے کر کے وہاں کی عورتوں کو چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے کام سکھانے کے لئے نکلنا چاہتی تھی۔

لہٰذا اس نے قریبی دیہات کے دورے کرنے شروع کر دیئے۔ چونکہ عورت تھی اسے جیپ کے بجائے ایک اوسط درجہ کی کار دے دی گئی تھی جسے وہ خود ہی چلاتی تھی۔ ڈرائیور کا کیا اعتبار البتہ اپنے طور پر ایک ملازم کو ساتھ رکھتی تھی جو اسی کے محکمہ کا ایک جانا بوجھا آدمی تھا۔

"باجی آپ کو آئے ہوئے ایک ڈیڑھ مہینہ ہو گیا۔ میں نے کہا اب تو—"

ایک روز رضی نے اس سے کچھ کہنا چاہا مگر رک گیا۔

لہذا آپ کے ساتھ چلا ہی جاؤں گا۔"

رضی نے جواب دیا۔

"نہیں نئے کام کی صورت میں تمہارا غیر حاضر رہنا مناسب نہیں۔ دیکھو عرفان سے کہوں گی۔"

ندرت نے کہا۔

"وہ کل یہاں آجائے گا۔ اور یقیناً آپ کے ساتھ ہو جائے گا۔ لیکن باجی یہ بارش کا زمانہ ہے آپ ذرا اپنے دیہات کے دورے بند کر دیجئے۔ کیوں کہ برسات میں دیہات کے تمام راستے سخت خراب ہو جاتے ہیں۔"

رضی نے کہا۔

"واہ میرا ابھی تو یہ نیا نیا کام ہے اس کے علاوہ مجھے اپنے ہی کاموں سے بے انتہا شغف ہے۔ بارش میرا راستہ نہیں روک سکتی۔"

ندرت نے کہا۔

"اچھا آپ سرینا کب جانا چاہتی ہیں؟"

رضی نے دریافت کیا۔

"پرسوں ارادہ ہے۔ اگر عرفان کل آجائے تو اسے میرے پاس بھیج دینا۔"

ندرت نے جواب دیا۔

چنانچہ کراچی آتے ہی عرفان ندرت کے پاس پہنچا۔

عرفان جب سے ثریا جیسی حسین دیہاتی دوشیزہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوا تھا۔ کافی بدل گیا تھا۔ اس کی آوارہ گردی تو زندگی ہم میں شریک ہونے کے بعد ہی جاتی رہی تھی۔ کیونکہ نکما نے کرنے کیلئے

کو اس کے پاس اب کوئی لمحہ نہ رہا تھا۔

ادھر ثریا کے عشق نے اسے نکما بنانے کے بجائے کام کا آدمی بنا دیا تھا۔ غرض غالب کا مصرعہ اس نے غلط ثابت کر دیا تھا۔

"کب چلیں گی باجی سرینا؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"کل دن کے تین بجے تک۔ شب کو وہیں رہنا ہے۔ پرسوں دن بھر کام میں مصروف رہنے کے بعد پرسوں ہی شام کو لوٹ آئیں گے۔ لیکن تمہیں فرصت بھی ہے عرفان؟"

ندرت بولی:

"اب میں کسی کے باوا کا نوکر نہیں رہا باجی بلکہ ایک آزاد کسان ہوں۔"

عرفان نے فخر سے کہا۔

ندرت ہنسنے لگی

"ماشاء اللہ تم بہت بدل گئے ہو اور مجھے اس کی بھی بہت خوشی ہوئی کہ تم نے اپنی تعلیم تاجنا کی طرح ادھوری نہیں چھوڑ دی تھی۔"

ندرت نے کہا۔

"لیکن باجی بارش کا خیال رہے۔ پچھلے ہفتے ہی سرینا کے نواح میں بڑی شدید بارش ہو چکی ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"ہونے دو اپنا کیا لیتی ہے؟"

ندرت نے کہا۔

اتنے میں تاجنا آئی وہ عرفان کے لئے چائے لائی تھی۔

"سرینا جا کر آپ باجی عرفان بھائی کی ثریا کے ہاں قیام کریں۔"
تاجنے کہا۔

"کیوں عرفان؟"
ندرت نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے۔"
عرفان نے جواب دیا۔

"اب تو جب ثریا عرفان کی ہو جائے گی اسی وقت اس کے ہاں قیام کروں گی۔"
ندرت نے مسکرا کر کہا۔

غرض دوسرے روز سہ پہر کو ندرت سرینا روانہ ہوئی۔ کار عرفان چلا رہا تھا۔ اور وہ تمام راستے ندرت کے کان کھاتا رہا اس کی غیر حاضری میں جس طرح نوجوانان وطن نے مصائب و سیلاب وغیرہ کا مقابلہ کر کے کھیت لہلہائے اور جیسی جیسی اس باب میں اس نے کاوشیں کی تھیں اس کی تفصیل بیان کرتا۔

لیکن سرینا کے سفر کی ابتدا کرتے ہی ندرت کے خیالات پرانے ہونے لگے تھے۔ اس کے تخیل میں وہ شاداب کھیت وہ پھل دار خوشنما درخت۔ گلہائے رنگا رنگ کے وہ دلکش پودے اور ان سب کے مجموعہ میں وہ وہاں کی حسین فضا یاد آنے جا رہی تھی پھر اس فضا میں اس کا خالق بھی نظر آیا جس نے دو سال قبل اس کی پھنسی ہوئی کار کو نکالا تھا۔

معلوم نہیں اب اس شخص کا کیا حال ہوگا۔ اس کے کیا حالات ہوں گے۔ آیا اس نے اپنی کاشت کو اور وسیع کر لیا یا

وہاں سے منتقل ہو کر اپنے محنتی ہاتھوں سے کسی دوسرے قطعات زمین کو گلزار بنانے چلا گیا۔

ندرت نے عاقل کے متعلق عرفان سے کوئی سوال نہیں کیا کسی سے اس کے بارے میں آج کل کچھ دریافت نہیں کیا۔ بس اس کے باوجود بھی دو سال پہلے کا وہ معزز کسان آج بھی اس کے حافظہ میں موجود نکلا۔

جب ندرت کی کار کچے راستے سے عاقل کے کھیت کے پاس سے گزر رہی تو ندرت بے اختیار کھڑکی سے سر باہر نکال کر ان کھیتوں کو دیکھنے لگی جو اب بہت ترقی کر گئے تھے۔

دو سال بعد ندرت نے اس مقام کو دیکھا تھا اور اسے کھیتوں کے اس طرف کچے راستے کے قریب ایک خوشنما پختہ مکان بھی بنا ہوا نظر آیا جس کے چو طرف دلکش باغیچہ تھا۔

یہاں سے گزرتے میں عرفان نے کار دھیمی کر لی تھی۔

عاقل معمولاً کھیتوں کی آبپاری کر رہا تھا۔

کار کی آواز سن کر اس نے سر اٹھایا اور عرفان کو دیکھ کر آئے سلام کیا۔ پھر اس کی نظر کار کے اندر گئی۔ اس کے بعد جیسے اسے اپنی بینائی کا دھوکہ ہوا ہو۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس کی آنکھیں ندرت پر جم کر رہ گئیں اور ندرت کی اس پر۔

عاقل پر تحیر اور وارفتگی طاری تھی۔ ندرت پہ حیا و شوق اس کے بعد ندرت کے چہرے پہ مسکراہٹ آ گئی۔ لیکن کار ندرت سے بچھڑتے ہوئے اس حسین اور مسکراتے چہرے کو عاقل کی بے نوا آنکھوں سے چھین کر لے گئی۔

باب ۶۲

"کیا یہ عاقل تھا عرفان۔؟"

آگے جا کر ندرت نے عرفان سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ مگر آپ اس کا نام کس طرح جانتی ہیں باجی؟"

عرفان نے پوچھا۔

"دو سال پہلے ایک روز میں اور رضی ادھر سے کار سے گزرے تھے۔ لیکن ہماری کار یہاں آ کر پھنس گئی تھی جسے دھکا دے کر عاقل نے نکالا تھا۔ اس روز اس کا رضی سے تعارف ہوا تھا۔"

ندرت نے اس طرح کہا جیسے اس تعارف سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا۔ حالانکہ تعارف سے پہلے ہی عاقل اپنی عقل و خرد ندرت کو دیکھ کر کھوئی ہوئی پانے لگا تھا۔

"یہ بڑا محنتی اور عاقل آدمی ہے باجی اور تعلیم یافتہ بھی۔ اس نے اپنی زراعت کو اس طرح چلایا ہے جس طرح مغربی ملکوں میں منظم و تربیت یافتہ کسان چلاتے ہیں۔"

عرفان نے کہا۔

اس کے بعد اس نے یہاں کے پہلے سیلاب میں رفیق کے بہہ جانے۔ اپنی اور عاقل کی معمولی جھڑپ جس میں واحد نے ازراہ حماقت ڈنڈے سے عاقل کا سر پھوڑ دیا تھا وغیرہ وغیرہ سب کچھ ندرت کو سنا دیا۔

"لیکن باجی سر پھٹ جانے کے باوجود اس نے واحد سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ اپنے سر پھوڑنے والے کی جان اس نے سیلاب سے بچائی تھی۔ واحد کے بہہ جانے میں بھی کوئی کسر نہ رہی تھی لیکن عاقل نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر واحد کو بچا لیا تھا۔ وہ چاہتا تو انتقاماً واحد کو پانی میں ڈبو دیتا ورنہ اپنا سر پھاڑنے کے متعلق اس نے پولیس میں واحد کی رپورٹ کی تھی۔"

عرفان نے عاقل کی مزید تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بڑے ظرف کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

ندرت نے کہا اور عاقل کی صفات سن کر اسے خوشی ہوئی۔

"کیا یہ جب سے یہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ اب یہ جو اس کے کھیت ہیں انہیں بڑے پیمانے پر فارم سمجھئے کیونکہ غلے کے علاوہ اس نے گائے بیل۔ بکریاں۔ مرغا مرغی بھی پال رکھے ہیں۔ کھیتوں کے اس طرف اس کا ایک بڑا باغ بھی ہے جس میں علاوہ انواع و اقسام کی ترکاریوں کے قسم قسم کے پھلوں کے درخت بھی ہیں۔ یوں تو اس کے پاس دو تین آدمی کام کرتے ہیں لیکن اپنے کام وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے کرتا ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"ہمارے ملک میں ایسے ہی کسانوں کی ضرورت ہے۔ یہ رضی کا آئیڈیل پاکستانی کسان ہے۔ رضی نے دو ڈھائی سال پہلے ایسے ہی کسان کا خاکہ پیش کیا تھا جیسا عاقل ہے۔"

ندرت نے کہا

"ہم بھی انشاء اللہ ایسے ہی کسان بنیں گے۔ آئندہ کے کسان"

عرفان نے کہا۔

ندرت مسکرانے لگی۔

سرینا پہنچ کر ندرت تو اپنے کاموں میں معروف ہو گئی بستی کی تمام عورتوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ سب حیرت سے اس حسین

عاقل نے بے دھڑک جواب دیا کیونکہ عورتیں نیچے تھیں اور ندرت چبوترے پر۔

وہ خاموش ہو گئی۔

"اگر طبع لطیف پر بار نہ ہو تو کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ دو سال کے لئے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔؟"

عاقل نے دریافت کیا۔

"آپ نے کیسے اندازہ لگایا کہ میں دو سال بعد یہاں آئی ہوں"

ندرت نے سوال کیا۔

"کیونکہ یہ دن میں نے گن گن کر کاٹے تھے"

عاقل نے جواب دیا۔

"لیکن کیا آپکو مجھ سے اس قسم کا سوال کرنا مناسب ہے!"

ندرت بولی

"میں اسی لئے پہلے معذرت کی تھی اب بار دیگر معذرت خواہ ہوں"

عاقل نے کہا۔

ندرت خاموش ہو گئی۔

عاقل چلا گیا۔

غرض تھوڑی دیر بعد ندرت نے کھانا کھایا۔ پھر ذرا دم لیکر بار دیگر تنظیم و تشویق دیر بعد معروف ہو گئی اس طرح شام کے چھ بج گئے اس دوران میں دو مرتبہ معمولی سی بارش بھی ہو چکی تھی۔ لیکن اب پھر ابر امنڈ آیا تھا۔

عرفان کا اب تک پتہ نہ تھا۔ کہیں ساڑھے چھ بجے اس کی شکل نظر آئی۔ اس کے آنے پر دونوں بھائی بہن نے چائے پی۔

لڑکی کو دیکھ رہی تھیں جو مشق کرنے کے سلسلے میں اپنے ہاتھ سے وہیں گھریلو صنعت کے نمونے بنا بنا کر ان کے سامنے رکھتی جا رہی تھی۔

سب عورتوں کو اب معلوم ہوا تھا کہ جیسے یہ کوئی بازیگر لڑکی ہے۔ جو آناً فاناً میں گٹھلی سے آم کا پودا اور چیتھڑے کے ٹکڑے سے زندہ خرگوش بنا دیتی ہے

شب ندرت کو یہیں گذارنی پڑی اور ثریا اسے سخت اصرار کر کے اپنے چچا کے مکان پر قیام کے لئے لے گئی۔ کیونکہ بستی میں ایک ہی ڈھنگ کا معقول مکان تھا۔

دوسرے روز ندرت پھر اپنے کاموں میں معروف ہو گئی اور عرفان کارے کر شکار کو نکل گیا۔

"جلد کا لوٹ آنا عرفان آج شام کو پانچ چھ بجے کراچی چلنا ہے"

جاتے جاتے ندرت نے یاددہانی کے طور پر کہا۔

آس پاس کی چھوٹی بستیوں سے بھی کئی عورتیں گھریلو کام سیکھنے کے لئے آ گئی تھیں۔ اس نے دوپہر تک ندرت ان میں سخت معروف رہی۔

"اب کھانے کا وقت آگیا ہے اس کے علاوہ آپ صبح سے کام میں لگی ہوئی ہیں تھک گئی ہوں گی اس لئے ذرا آرام کیجئے"

ندرت نے اپنے عقب میں آواز سنی۔

مڑ کر دیکھا تو عاقل کھڑا تھا۔

ندرت مسکرا کر چپ ہو گئی پھر ذرا وقفے کے بعد بولی

"آپ نے کہاں سے دیکھ لیا تھا کہ میں معروف ہوں؟"

"میرے دل پر آپ کا عکس پڑ رہا تھا۔ اور آپ کی تمام نقل و حرکت کی تصویر آ جاتی تھی"

باب ۶۳

"اب کراچی واپس چلنا چاہیئے عرفان۔ تم نے ساڑھے سات بجا دیئے۔ رات ہو جائے گی۔"

چائے سے فارغ ہو کر ندرت نے عرفان سے کہا۔

"چلئے۔ لیکن باجی ذرا آسمان کو تو دیکھئے۔"

عرفان نے گہرے ابر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔

"میں زمین کو دیکھنے والے لوگوں میں سے ہوں۔ آسمان نہیں جھانکتی۔ تم بھی زمین ہی دیکھو اور اس سے سونا اگلواؤ۔"

ندرت نے مسکرا کر جواب دیا۔

عرفان نے کار تیار کی۔ لیکن ثریا اس کی ماں اور ثریا کا چچا ندرت کے پاس آکر اسے کراچی کی واپسی کیلئے روکنے لگے۔

"اس وقت آپ کا جانا ٹھیک نہیں۔ مینہ سر پر کھڑا ہے اگر تیز بارش ہو گئی تو کراچی کا راستہ بند ہو جائے گا اور آپ درمیان میں پھنسی رہ جائیں گی۔"

ثریا کے چچا نے ندرت سے کہا۔

اس کی تائید دوسرے گاؤں والوں نے بھی کی۔

"بارش سے پہلے ہم نکل جائیں گے اس کے علاوہ میرا ڈرائیور بھی ہوشیار ہے۔"

ندرت نے مسکرا کر عرفان کے لئے کہا۔

"کون یہ؟" تب ہی انہوں نے گاؤں کے ایک تختے کو اپنی کار سے کچل دیا تھا۔

ثریا نے عرفان کے متعلق کہا۔

ندرت مسکرانے لگی پھر ثریا کے چچا سے بولی۔

"اچھا میں نے ثریا کی والدہ سے بات کر لی ہے اور آپ کے کان میں بھی ڈال چکی ہوں۔"

"مہربانی ہے آپ کی۔ ہم تو اسے اپنی بڑی عزت سمجھیں گے۔"

ثریا کے چچا نے کہا۔

نا معلوم انہوں نے کیا طے کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ عرفان و ثریا کا معاملہ ہی ہو۔

غرض چند منٹ بعد کار روانہ ہوئی۔ اور اس کے روانہ ہوتے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ عرفان بھاگو!

بارش کی شدت کو دیکھ کر ندرت نے کہا۔

"یہ تیز کار چلانے کا موقعہ نہیں ہے باجی۔ چند ہی منٹ میں دیکھئے نا چو طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔" عرفان نے کہا۔

"اگر تمہیں کار چلانے میں دقت پیش آ رہی ہو تو لاؤ میں چلا دوں اور اگر مناسب سمجھو تو واپس بستی میں چلے چلو۔" ندرت نے کہا۔

"نہیں اس وقت کار چلانے میں آپکو تکلیف ہوگی۔ اب تو چلئے واپس بستی میں کیا جائیں۔"

عرفان نے کہا اور سنبھل سنبھل کر کار چلانے لگا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ آگے کے شیشے پر وائپر (مینہ ہٹانے والا برش) نہ تھا۔ اس لئے شیشہ پانی بہنے سے اس قدر دھندلا ہو رہا تھا کہ راستہ نظر نہیں آتا تھا پھر راستہ کچا اور کیچڑ پانی علیحدہ۔

ابھی دونوں سڑک تک بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ ہر طرف کثرت بارش سے دریا بہنے لگے۔ آخر خدا خدا کرکے سڑک آئی لیکن

اس پر دور تک چوطرف سے پانی سمٹ آیا تھا جس سے وہ جگہ آب ہو گئی تھی اور اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ سڑک کونسی ہے کچا راستہ کونسا ہے۔ اور گڑھے کس طرف ہیں۔

"عرفان کیا تمہیں سڑک نظر آ رہی ہے۔"

آخر بہت جل تھل دیکھ کر ندرت نے دریافت کیا۔

"نہیں باجی۔ صرف اٹکل سے چلا رہا ہوں۔ عرفان نے جواب دیا۔

"یہ تو بہت پرخطر بات ہے۔ ایسا کرو کسی درخت کے نیچے گاڑی لے چلو اور بارش کے کم ہو جانے کا انتظار کرو۔" ندرت نے کہا۔

"کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ہم اگر یہاں برائے چندے انتظار کریں تو بارش رک جائے گی۔ یہ تو مجھے تمام رات کی بارش کا سلسلہ معلوم ہوتا ہے، اسکے علاوہ تھوڑی ہی دیر میں سرینا کی بستی کراچی سے کٹ جانے والی ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"اچھا تو واپس بستی میں لوٹ چلو۔" ندرت نے کہا۔

"یہ بھی تقریباً ناممکن ہو گیا ہے پیدل تو ہم پانی میں گرتے پڑتے بستی میں پہنچ سکتے ہیں۔ مگر کار کو وہاں تک پہنچانا بہت مشکل ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"یہ تو عجیب مصیبت ہوئی۔"

ندرت نے کہا اور کار کے بند شیشوں میں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اول تو کار کے شیشوں ہی پر سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا دوسرے مینہ کی جھڑی اور دبیز چادر کی وجہ سے آس پاس کے تمام مناظر چھپ گئے تھے۔

"کرنا کیا چاہیئے آخر۔"

ندرت نے پریشانی میں کہا۔

"میری عقل خود کام نہیں کرتی۔"

عرفان نے جواب دیا۔

"وہ دور روشنی کی ٹمٹماہٹ جیسی نظر آ رہی ہے۔ کیا گاؤں کی روشنی ہے وہ؟"

ندرت نے بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ـــ وہ۔ اچھا وہ؟ میں جہاں تک گردوپیش سے خیال قیاس قائم کر سکا ہوں وہ ہو نہ ہو عاقل کے مکان کی روشنی ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"عاقل کے مکان کی؟ اوہو میں یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ عاقل کے کھیت بھی کہیں قرب و جوار میں ہو سکتے ہیں۔"

ندرت نے کہا اور اس کے لہجہ میں مسرت سی پیدا ہو گئی۔

"چلیں کیا باجی اس کے مکان میں پناہ لینے کو؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"آزما دیکھو کیا معلوم وہ ہمیں پناہ دینے کو آمادہ ہو گا یا نہیں۔"

ندرت نے کہا۔

حالانکہ غریب عاقل نے اسے دو سال سے اپنے دل میں پناہ دے رکھی تھی۔

"کیا تمہارا خیال ہے کہ تم عاقل کے مکان تک کار پہنچا سکو گے؟"

"جی ہاں۔ وہ راستہ ہے تو کچا مگر سڑک سے بہتر ہے۔"

عرفان نے کہا اور مکان کی روشنی کی رہبری میں آہستہ آہستہ اس طرف کار لے گیا۔

ـــ ـــ ـــ ـــ

باب ۶۴

عاقل کا فارم ایک تو اونچائی پر تھا، دوسرے اس نے اپنا مکان بھی کھیتوں کے پھاٹک کے پاس ایک اونچے سے ٹیلے پر بنایا تھا چنانچہ یہ حصہ بارش کا پانی جمع ہونے سے محفوظ تھا۔ لیکن اس کے نشیب میں کافی پانی بھرا ہوا تھا۔

پھاٹک کے قریب پانی کو عبور کرنے کے بعد عرفان نے کار روک لی اور ہارن بجایا۔ باہر برآمدے میں ایک لالٹین لٹک رہی تھی۔ اسے عاقل نے شاید پناہ کی تلاش کرنے والے لوگوں کی رہبری کے لئے باہر لٹکا دیا تھا۔

چند منٹ بعد دروازہ کھلا اور دوسری لالٹین ہاتھ میں لئے عاقل برآمدے میں آیا۔

"کون صاحب ہیں۔؟"

عاقل نے مینہ کے شور میں کار سے سوال کیا کیونکہ اس کے مکین تو بارش کی وجہ سے نظر آ ہی نہیں سکتے تھے۔

اس کے جواب میں عرفان دروازہ کھول کر جلدی سے باہر نکل پڑا۔ بھیگنے سے بچنے کو چھلانگیں مار کر سیڑھیاں طے کیں اور برآمدے میں آ پہنچا۔

"کون عرفان صاحب؟ آئیے آئیے"

عاقل نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ لیکن میں تنہا نہیں ہوں میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ بھی ساتھ ہیں"

عرفان نے کہا۔

"انہیں بھی بلا لیجئے نا۔ یہ خانہ بے تکلف ہے۔ زہے نصیب کہ میرے غریب خانے کو کوئی رونق بخشے"

عاقل نے کہا۔

ندرت بھی کار سے باہر نکلنے ہی والی تھی۔

عاقل اسے دیکھ کر فرط مسرت سے بے قابو ہوا جا رہا تھا آخر جلدی سے بولا۔

"ابھی کار سے نہ نکلئے ورنہ برآمدے تک آتے آتے آپ بھیگ جائیں گی۔ براہ کرم ذرا ایک منٹ رک جائیے"

یہ کہہ کر وہ پلٹ کر اندر گیا اور اپنی برساتی اور ہیٹ لے آیا۔

"براہ کرم اس میں لپٹ کر اتر آئیے"

عاقل نے کار کے پاس جا کر ندرت سے کہا اور خود پانی سے تر بتر ہو گیا۔ ندرت سکڑاتی ہوئی کار سے اتر آئیں۔

انہوں نے عاقل کی برساتی سر پر نہیں ڈالی مگر اس سے جسم چھپا لیا۔ سر کے غیر محفوظ رہ جانے سے برآمدے تک پہنچتے پہنچتے ان کے حسین بال مکمل گیلے ہو گئے۔

"معاف کیجئے عاقل صاحب ہم نے بڑے ناوقت آپ کو تکلیف دی"

عرفان نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کی کار کو بارش سے پناہ نہیں مل سکے گی کیونکہ اگر اسے بیلوں اور گھوڑے کے اصطبل میں لے جاتا ہوں اور بیلوں کو بکریوں اور گایوں کی کوٹھری میں منتقل کرتا ہوں تو بکریاں خفا ہونے لگیں گی۔ اور اگر بکریوں کو مرغیوں کے دولت خانہ میں بند کرتا ہوں تو وہ ناراض ہو جائیں گی۔"

عاقل نے مسکرا کر کہا۔

عرفان ہنسنے لگا۔

اور ندرت اپنے گیلے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کار کی فکر نہ کیجئے۔ ہمیں تو بارش کا انتظار ہے تھمتے ہی یہاں سے چل دیں گے۔"

عرفان نے کہا۔

"یہ آپ نے اچھا کیا کہ بارش کے تھمنے کے انتظار میں رک گئے انشاء اللہ صبح تک مینہ تھم جائے گا۔ اور خدا نے چاہا تو ایک دو روز بعد کراچی سے جو سرینا علیحدہ ہو گیا ہے اس کا راستہ پھر کھل جائیگا۔"

عاقل مسکرا کر بولا۔

عرفان ہنسنے لگا۔

"آپ تو اس طرح پیشین گوئی کر رہے ہیں جیسے بارش آپ کے تابع ہے۔"

عرفان نے کہا۔

"تابع تو ہر چیز اللہ میاں کے ہے مگر وہ یہ پسند نہیں کرے گا کہ کبھی ہاتھ نہ لگنے والے انسان یا مہمان اپنے میزبان کے پاس سے جلد بھاگ جائیں گے۔"

عاقل نے کہا۔

"تو وقت بارے صاحب ایسا ہی وقت تو انسان کی پرکھ کا ہوتا ہے۔ اندر تشریف لائیے۔ مجھے مبالغہ آمیز الفاظ ادا کرنے نہیں آتے مگر باور کیجئے میرے جھونپڑے کو آپ نے پناہ کے قابل سمجھ کر جو تشریف ارزانی کی ہے اس پر مجھے فخر رہے گا۔"

عاقل نے کہا اور آگے آگے لالٹین لے کر ہو لیا۔

"مبالغہ آمیز الفاظ اور کیسے ہوتے ہیں۔"

ندرت نے کہا۔

عاقل ہنسنے لگا۔

اندر ایک چھوٹے سے دالان کو طے کر کے عرفان انہیں نشست میں لے گیا۔

یہاں شہری فرنیچر نہ تھا مگر جس سادہ فرنیچر سے یہ کمرہ سجا ہوا تھا وہ بھی بہت موزوں تھا۔

نشست سے متصل کھانے کا کمرہ تھا اور ان دونوں کمروں کے بالمقابل ذرا فاصلہ پر خواب گاہ تھی۔

درمیان میں کافی کشادہ صحن تھا۔

ان تمام کمروں پر سیمنٹ کی چادریں مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔

"بارش میں کیسے نکل پڑے آپ لوگ؟"

عاقل نے مہمانوں کو نشست میں بٹھاتے ہوئے دریافت کیا۔

عرفان نے تمام واقعہ سنایا۔

"اچھا ابھی آپ سرینا ہی میں تھیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ سہ پہر کو کراچی واپس چلی گئیں۔"

عاقل نے ندرت سے دریافت کیا۔

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

اس بار ندرت کے ہونٹوں پر بھی تبسم آ گیا۔

"اچھا اب بھوک کا کیا حال ہے؟"

عاقل نے دونوں سے دریافت کیا۔

"ہم نے ابھی شام کے سات بجے ہی تو سرینا میں ناشتہ کیا تھا۔"

عرفان نے جواب دیا۔

"جی ہاں اور اس وقت ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں اس کے علاوہ ابھی بارش کی طویل رات سامنے پڑی ہے جس نے باہر کا آب و دانہ بند کر دیا ہے۔"

عاقل نے کہا۔

"اس صورت میں آپ ہمارے لئے کس طرح آب و دانہ کا انتظام کر سکتے ہیں۔"

عرفان نے مسکرا کر کہا۔

ندرت خاموش تھی اور نگاہوں سے کمرہ کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس جائزے میں کبھی کبھی عاقل بھی آ جاتا تھا۔

"تماشا دیکھئے اور رزاق کی کارکردگی کا کرشمہ ملاحظہ کیجئے۔"

عاقل نے مسکرا کر کہا اور معذرت کر کے چلا گیا۔

"اسے منع کر دو عرفان۔"

عاقل کے چلے جانے کے بعد ندرت نے عرفان سے کہا۔

"آپ تو کچھ بولتی ہی نہیں باجی۔ اس کے علاوہ وہ سننے کب لگا۔"

عرفان نے کہا۔

اتنے میں عاقل ایک صاف ستھرا تولیہ لئے ہوئے اندر آیا اور اسے ندرت کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"لیجئے اس سے بال خشک کر ڈالئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نزلہ ہو جائے۔"

یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔

"کیا کتابیں ہیں ان الماریوں میں عرفان؟"

عاقل کے جانے کے بعد ندرت نے الماریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

پھر خود ہی الماری کی کتابوں کو دیکھنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

عرفان نے بھی اس کی تقلید کی۔

وہ الماری کا دروازہ کھولا اور ایک ایک کتاب کو دیکھنے لگی۔ آخر اس نے سلطنت روما کے عروج و زوال کی تاریخ نکال لی۔

"تم نے اس کتاب کو پڑھا ہے عرفان۔ مگر تمہیں ایسی کتابوں سے کیا دلچسپی؟"

ندرت نے مسکرا کر کہا۔

دس بارہ منٹ بعد ایک بڑا سا خوان ہاتھ میں لئے عاقل کمرے میں داخل ہوا۔

اس وقت ندرت اپنے خوبصورت بال کھول کر انہیں تولیہ سے خشک کر رہی تھی۔ لالٹین کے لمبے اور زرد شعلہ میں وہ بھی ایک شعلہ جوالہ نظر آ رہی تھی۔

عاقل اس حسین منظر کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گیا اور ندرت نے جلدی سے دوپٹہ سر پر ڈال لیا۔

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

باب ۶۵

مہمانوں کو کھانے کے کمرے میں لے جانے کے بجائے عاقل نے وہیں ایک چھوٹی سی میز رکھ دی اور اس پر کھانا چن دیا۔

کھانے میں ڈبل روٹی تھی اس کے علاوہ مکھن، پنیر، اچار، چٹنی اور ایک دو قسم کے مربے بھی موجود تھے۔

"ارے یہ اتنی چیزیں اس قدر جلد کہاں سے مہیا کرلیں آپ نے؟"

ندرت نے حیرت سے دریافت کیا۔

"سوائے ڈبل روٹی کے یہ سب اشیاء گھر ہی کی ہیں۔ مکھن اور پنیر آپ کی گایوں اور بکریوں کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ پڈنگ آپ کی مرغیوں کی سخاوت کا نتیجہ ہے اور یہ اچار چٹنی مربے وغیرہ آپ ہی کے باغ کے درختوں نے دیے ہیں۔"

عاقل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"مگر میرے ہاں تو گائے۔ مرغیاں اور پھل کے باغ نہیں۔"

ندرت نے مسکرا کر جواب دیا۔

"عاقل صاحب نے یہ ازراہ انکساری کہا تھا باجی۔ ورنہ اگر یہ کہتے کہ ان کی گائے۔ بکری اور درخت سے یہ کھانے کی چیزیں مہیا کی ہوئی ہیں تو اس میں مشیخت کا پہلو نکلتا۔"

عرفان نے ہنس کر کہا۔

ندرت کا تبسم بھی فراخ ہوگیا۔

"آدمی عقلمند ہو۔"

ندرت نے اس سے کہا۔ پھر عاقل سے بولی۔

"مگر آپ اتنی چیزیں کیوں لے آئے؟ ہمیں تو زیادہ بھوک نہیں ہے۔"

"یہ آپ میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہی ہیں باجی۔ ان سب کو دیکھ کر تو مجھے شدید بھوک لگ آئی۔"

عرفان نے کہا۔

عاقل بھی مسکرانے لگا۔

"بس تو بسم اللہ۔ یہ سب آپ دونوں ہی کے لئے ہے۔"

عاقل نے کہا۔

"تمہارے لئے کیوں نہیں؟"

عرفان نے دریافت کیا۔

"کیونکہ آپ کے آنے سے پندرہ بیس منٹ پیشتر ہی میں کھانا کھا چکا تھا۔"

عاقل نے جواب دیا۔

ندرت اس کے سامنے کھانا کھانے میں حجاب سا محسوس کر رہی تھی چنانچہ وہ مہمانوں کے لئے بستر وغیرہ بچھانے چلا گیا۔

"عرفان۔ عاقل کے تنہا کھیتوں ہی کی فضا لاجواب نہیں ہے بلکہ اس کا مکان۔ اس کے کمرے اور ساز و سامان بھی اتنے ہی جاذب ہیں۔"

ندرت نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں باجی۔ میں جب کبھی اس کے کھیتوں اور باغ کی نواح سے گزرتا میرا جی چاہنے لگتا تھا کہ میں بھی اسی جگہ کے قریب کہیں پر

اردو مرکز (جامعہ)
مالویہ نگر نئی دہلی

رہ پڑوں۔"

عرفان نے کہا۔

ندرت یہاں کی ہر شے میں ایک انجذاب سا محسوس کر رہی تھی جیسے یہ کوئی طلسمی ماحول ہو۔ پھر بارش اور اس کی مرطوب ہوا کے ساتھ جب باہر سے ہوا کے جھونکے آتے تھے تو ان میں کھڑی ہوئی فصل اور ترکاریوں کی خوشبو اور آس پاس کے پھولوں کی مہک اندر آجاتی تھی اس سے یہ مکان اور اس کی فضا ایک خواب کے محل میں منتقل ہو جاتی تھی۔

چند منٹ بعد عاقل مہمانوں کے پاس آبیٹھا۔ وہ ہر موضوع پر گفتگو کر سکتا تھا مگر اس نے مہمانوں کے آرام کو پیش نظر رکھ کر ان کی سمع خراشی نہیں کرنی چاہی بس ادھر اُدھر کی باتوں میں گاہ بگاہ اس کی نظریں بہک کر ندرت کے رخ تاباں پر اٹک جاتی تھیں۔

"آپ دونوں میں سے پہلے کس کو نیند آتی ہے۔ اس لئے دریافت کر رہا ہوں کہ خواب گاہ میں بستر تیار ہیں۔"

عاقل نے مسکرا کر کہا۔

"باجی تو راتوں کو اکثر دیر تک پڑھتی رہتی ہیں اور میں پڑھتے پڑھتے سو جاتا ہوں۔"

عرفان نے جواب دیا۔

"بس تو یہاں بھی آپ اپنے گھر کی سی عادتیں جاری رکھئے۔

آئیے اب آرام کیجئے۔" عاقل نے عرفان و ندرت سے کہا۔

ندرت اٹھ کھڑی ہوئی عاقل کی مؤدب خاموش نگاہیں اس کے جسم و صورت سے لڑکھڑا اٹھیں۔

آخر مہمانوں کو خواب گاہ میں لے گیا۔

سونے کا کمرہ تھا تو چھوٹا مگر بہت خوش نما تھا اس میں ایک مسہری اور ایک لوہے کا پلنگ بچھا ہوا تھا۔ جن پر سفید براق چادریں پڑی ہوئی تھیں۔

"عاقل صاحب ہماری وجہ سے حقیقتاً آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔"

ندرت نے

"بعض اوقات میں ایسی ہی تکلیفوں کی تمنا میں زندگی کی مسرت محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اچھا اب آپ آرام کریں اور دل میں کوئی خوف و خطرہ نہ لائیں۔ میرے غریب خانہ پر چور اور ڈاکو صاحبان بہت کم قدم رنجہ فرماتے ہیں۔"

عاقل نے مسکرا کر کہا۔

ندرت بھی مسکرانے لگی۔

عرفان لوہے کے پلنگ پر دراز ہو گیا۔

"اچھا شب بخیر۔"

اس نے ندرت سے کہا۔ جس کی حسین آنکھوں میں اس وقت کئی لالٹینوں کی جوت تھی۔

عاقل کے جانے کے بعد دونوں بھائی بہن چند منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ مگر عرفان باتیں کرتے کرتے سو گیا۔

اب ندرت نے اٹھ کر اندر کی کنڈی لگائی اور مسہری پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگی لیکن اس کے خیال میں یہ مکان، اس کا مالک اور یہاں کی تمام فضا سرور بن کر گردش کرتی رہی۔

ان ہی خیالات میں اسے یاد آیا کہ آج ہی دوپہر کو تو عاقل نے

جب کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے بستی میں آیا تھا باتوں باتوں میں یہ بھی نہ کہا تھا کہ اس نے میرے باہر چلے جانے کے بعد یہ دو سال گن گن کر کاٹے تھے۔

آخر نیند نے ان ہی خیالات سے تھپکیاں دینا شروع کیں اور شب کے گیارہ بجے کے قریب وہ سو گئی۔ شال اس کی ناف تک پڑا ہوا تھا اور کتاب سینے پر سے پھسل کر پہلو میں آ پڑی تھی۔

شب کے تین بجے ہوں گے کہ آہستہ آہستہ ندرت کی نیند ٹوٹنے لگی۔ اس نے ایسا محسوس کیا جیسے کوئی اس کے چہرے پر ٹھنڈا ٹھنڈا ہاتھ پھیر رہا ہو۔

آخر گھبرا کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ بدستور اندر کی کھڑکی لگی ہوئی تھی اور سرہانے لیمپ روشن تھا۔ ہاں البتہ آہستہ آہستہ چھت ٹپک رہی تھی۔ اور ننھی ننھی بوندیں مینہ کی ہر عین اس کے چہرے کے قریب گر رہی تھیں۔

ندرت دل میں ہنسی اور اس نے سرہانہ بدل لیا۔

اس کے بعد نیند نے اسے پھر آ دبوچا مگر پھر بھی علی الصباح اس کی آنکھ کھل گئی چنانچہ یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا بارش تھمی یا نہیں آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر صحن میں جھانکا۔ اسے صبح کے دھندلکے اور لالٹین کی ہلکی روشنی میں نشست کے اندر عاقل نماز پڑھتا ہوا نظر آیا۔

مینہ کو تھمے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ کیونکہ باہر صحن کا سیمنٹ والا فرش درمیان سے خشک تھا صرف اس کے سروں پر پانی کی نمی تھی۔

کہیں سات آٹھ بجے کے قریب ندرت کے جھنجوڑنے پر عرفان بیدار ہوا۔

ندرت پہلے ہی منہ ہاتھ دھو چکی تھی اس کے بال بھی خشک ہو چکے تھے۔ مگر منت پذیر شانہ نہ ہونے کے سبب منتشر تھے جس کی وجہ سے کئی زاویہ ہائے جمال پیدا ہو رہے تھے۔

آخر عاقل کی درخواست پر تینوں کھانے کے کمرے میں آئے ناشتہ پر علاوہ دوسری چیزوں کے کافی بھی تھی۔ اور مکھن تو اتنی تعداد میں موجود تھا کہ عرفان اسے ختم نہ کر سکا۔

"عاقل صاحب ہم آپ کی مہمان نوازی کے بے حد ممنون ہیں اور جیسی آرام بخش شب ہم نے یہاں گزاری ہے اس کا نقش کبھی ہمارے حافظے سے نہیں مٹے گا۔"

عرفان نے عاقل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اس کی تائید ندرت نے بھی کی۔

"نقش بڑی مشکل سے حافظہ میں بیٹھتا ہے اور میرے اندر نقش بٹھانے کی مطلق صلاحیت نہیں ہے۔ بہر نوع ایسے کلمات ادا کر کے آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔" عاقل نے کہا۔

"اچھا اب میں باہر جا کر ذرا اپنی غریب کار کی خیر و خبر لیتا ہوں۔" عرفان نے کہا۔

"چلئے میں بھی اس معاملہ میں آپ کا ہاتھ بٹاتا ہوں۔" عاقل بولا۔

"نہیں آپ کو میں اس کی زحمت نہیں دوں گا۔" عرفان نے کہا اور باہر آ گیا۔

اس کے پیچھے ندرت و عاقل بھی آ گئے۔

باب ۶۶

شب کو بارش میں بھیگتے رہنے سے کار کی عجیب حالت نظر آ رہی تھی۔

اس وقت اس کے آس پاس پانی تو نہ تھا مگر کیچڑ موجود تھی اور اس کے ایک پہیے کی ہوا نکل گئی تھی۔

"میں نے کہا مہربان فالتو پہیہ ساتھ ہے یا نہیں؟"

عاقل نے برآمدے میں کھڑے ہو کر دریافت کیا۔ اور اتر کر کار کے پاس آ گیا۔

"جی ہاں موجود ہے۔ آپ فکر نہ کیجئے۔ میں ابھی پہیہ بدل دوں گا۔"

عرفان نے کہا۔

اس نے مناسب نہ سمجھا کہ عاقل سے یہ خدمت لے۔

ندرت اوپر برآمدے میں کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اور کار کے حلیہ پر اسے ہنسی آ رہی تھی۔

عاقل پھر برآمدے میں آ گیا اور اندر جا کر کرسی اٹھا لایا تاکہ ندرت بیٹھ جائے۔

"تشریف رکھئے نا۔"

عاقل نے اس سے کہا۔

"شکریہ۔ ابھی بیٹھی بیٹھی تو آئی ہوں۔"

ندرت نے کہا اور کھڑی رہی۔

اس نے اپنا ایک ہاتھ برآمدے کے چکنے ستون کے گرد کر لیا اور عرفان کا تماشہ دیکھنے لگی۔

"عرفان پہلے کپڑے سے اچھی طرح کار کو صاف کر دو بعد میں پہیہ بدلنا۔"

ندرت نے اوپر سے کہا۔

مگر عرفان تک اس کی آواز نہ پہنچی کیونکہ کار ذرا دور تھی۔

عرفان نے صرف اتنا سنا کہ ندرت کچھ کہہ رہی ہے۔ بس وہ گردن ہلا کر رہ گیا۔

"ندرت صاحبہ آخر آپ دو سال تک کہاں غائب رہیں؟"

عاقل نے اس کے قریب آ کر دریافت کیا۔

"تعلیم میں مصروف تھی۔"

ندرت نے جواب دیا۔

اس کا خوبصورت ہاتھ اب بھی ستون کے گرد لپٹا ہوا تھا۔

رات کو سونے کے بعد صبح ہی صبح اٹھ بیٹھنے سے کچھ بے ترتیب سا لباس، ایسے ہی شانے سے محروم بے ترتیب سے بال جن کی ایک دو بے قابو لٹیں اس کی سفید پیشانی اور صبیح چہرے پر آ گئی تھیں

مخمور سی آنکھیں عاقل کو بے حد سحر کار معلوم ہو رہی تھیں۔

"میرا قیاس ہے کہ آپ کے غائب ہو جانے کے بعد میری زندگی کے یہ دو گم شدہ سال آپ کے خیال سے خالی نہیں گذرے ہیں۔"

عاقل نے کسی قدر پست آواز میں کہا۔

"میں در اصل باہر تعلیم کے لئے چلی گئی تھی"

ندرت نے محض امر واقعہ کے طور پر کہا۔

پھر بھی عاقل کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے بغیر نہ رہے۔

"مجھے یہ سن کر مسرت ہوئی کہ آپ باہر تعلیم حاصل کر کے آئی ہیں" عاقل نے کہا۔

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر ایسے موقع پر نطق اکثر نیل ہو جاتا ہے، تاہم اس نے موضوع آگے بڑھانے کی جرأت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کو میرے غریب خانے اور حقیر کھیتوں کی فضا تو کیا پسند آئی ہو گی آپ نے تو باہر اعلیٰ مناظر دیکھے ہوں گے"

"بے شک دیکھے تھے مگر اپنے وطن میں آپ کے خادم کو بھی اس پیمانہ پر دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی"

ندرت نے کہا۔

عاقل کو اس سے بڑی مسرت ہوئی۔

"کیا آئندہ بھی اندیشہ ہے کہ آپ پھر کہیں چلی جائیں گی؟" میں نے لفظ اندیشہ قصداً استعمال کیا ہے"

عاقل نے کہا۔

"ابھی تو کوئی امکان نہیں۔ اس میں اندیشہ کا کیا سوال ہے؟"

ندرت بولی۔

"میرے نزدیک تو ہے۔ کیونکہ پھر اگر آپ کہیں چلی گئیں تو یہ میرے لئے بڑا صبر آزما سانحہ ہو گا"

عاقل نے کہا۔

ندرت نے اب ہر بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ چپ ہو گئی مگر اس کا دل تکلم کے لئے اُسے آمادہ کر رہا تھا۔

"صبر آزما سانحات بھی کئی طرح کے ہو سکتے ہیں مگر جن کا تعلق براہ راست انسان کی عین زندگی سے ہو سکتا ہے۔ ان کے اثرات کا اندازہ صرف شکار سانحہ انسان ہی لگا سکتا ہے"

عاقل نے اسے چپ پا کر کہا۔

"لیکن بظاہر آپ کی اس بہشت میں کسی سانحہ کے گذر کا امکان نظر نہیں آتا"

آخر ندرت نے کہا۔

"جی ہاں۔ بظاہر۔ مگر باطن اتنا اور سانحے سے بعض حالات میں کسی کو مفر نہیں۔ چنانچہ مجھے بھی آپ سانحہ زدہ ہی سمجھئے"

عاقل نے کہا۔

"مجھے تو اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی"

ندرت بولی۔

"اور نہ آ سکتی ہے تا وقتیکہ میں ذرا وضاحت سے کام نہ لوں مگر دشواری یہ ہے جو کچھ میں عرض کروں گا۔ اُسے آپ محض جذباتی بولی خیال کریں گی"

عاقل نے کہا۔

"جذبات تو بشر کے خمیر میں ہیں۔ ہاں البتہ بشر صرف جذباتی بن کر رہ جائے تو یہ اچھا نہیں"

ندرت نے کہا۔

"درست ہے مگر میرا اس وقت موضوع اس قسم کا ہے کہ شاید وہ آپ کی طبع نازک پر گراں گذرے، اس لئے میں معذرت خواہ

ہو کر عرض کروں گا ____ اور اپنے موضوع کو پھیر پھیر کے چھیڑ رہا۔ آپ کی نگاہِ لطیف میں سبک نہیں ہوتا ہے جناب میرا موضوع یہ ہے کہ ____

عاقل اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ رمان جیک کے نیچے کسی سخت چیز رکھنے کے لئے اینٹ کی تلاش میں برآمدے میں آیا۔ عاقل نے جلدی سے اس کو لکڑی کا ایک موٹا سا ٹکڑا دے دیا۔

رمان واپس کار کے پاس چلا گیا اور ادھر عاقل اپنے موضوع پر دوبارہ آنے پر اب ہچکچانے لگا۔

ندرت نے شاید عاقل کے ٹوٹے ہوئے ہر موضوع کو (خواہ وہ کچھ بھی ہو) جوڑنے کی غرض سے خود ہی لب کشائی کی۔

" تمام لوگ آپ ہی کی طرح زمین کو کامیاب طریقے سے سنبھالیں آپ شاید یہ چاہتے ہوں گے؟"

" جی ہاں میں یہ بھی چاہتا ہوں اور آپ کو بھی چاہتا ہوں کچھ آج سے نہیں دو سال پہلے سے۔ براہِ کرم میرا قطع کلام کرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ تنہا میں نہیں بول رہا۔ ہوں میری پوری زندگی بول رہی ہے۔ میں نے ان کھیتوں کو لالہ زار بنانے پر آج تک کسی کی داد قبول نہیں کی مگر آپ سے داد بھی اور آئندہ کارکردگی کے حوصلہ کا بھی خواہاں ہوں اور یہ صلہ مجھے صرف آپ کو پا لینے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے؟"

عاقل نے کہا۔

اس کے الفاظ سے ندرت کے دلکش چہرے پر متعدد رنگ آئے۔ آخر ستوں کو اپنے بازوئے سیمیں کے حلقہ سے آزاد کر کے کرسی پر اس طرح ٹک گئی گویا تھک گئی ہو۔

یا دو سال سے عاقل کے بیتے ہوئے چلے آنے والے جذبات کی وقتیہ ہیجانی نے اسے تھکا ڈالا ہو۔

" اپنے الفاظ پر اب میں معذرت خواہ نہ ہوں گا۔ کیوں کہ میرے یہ الفاظ صادق ہیں؟"

عاقل نے اس کی کرسی کے قریب آ کر کہا۔

ندرت خواہ مخواہ رمان اور کار کا تماشہ دیکھنے میں اس قدر محو ہو گئی کہ جیسے اس نے عاقل کے الفاظ سنے ہی نہ ہوں گے۔

" میں ان شاء اللہ ایک دو روز ہی میں آپ کی بیش بہا ہستی کے متعلق رضی صاحب سے آ کر ملوں گا؟"

عاقل نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

" رضی میرے آگے دم نہیں مار سکتا۔ وہ مجھ سے بہت ڈرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے؟"

آخر ندرت نے عاقل کی اطلاع کے طور پر کہا۔

" تو پھر کسی ایسی ہستی کا نام بتا دیجئے جو آپ سے نہ ڈرتی ہو۔ اچھا آپ کے والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گا؟"

عاقل نے کہا۔

" میں نہیں چاہتی کہ آپ کے کھیت اجڑ جائیں کیوں کہ میرے والد صاحب تک پہنچنے کے بعد آپ واپس نہ آ سکیں گے؟"

ندرت نے کہا اور اس کے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

ندرت کے الفاظ کا مفہوم عاقل بھی سمجھ گیا اور اس کی اس لطیف شوخی سے نہ صرف اس کا دل بڑھ گیا بلکہ حوصلہ بھی۔

تعجب ہوتا تھا کہ نگار ڈھاکے سے اپنی پریکٹس [illegible] کرکے اپنے میاں کے ساتھ بار دیگر کراچی آگئی تھی۔ حالانکہ اس کا حلقہ بگوش رضی چاہتا تھا کہ دونوں میاں بیوی کچھ عرصہ تک ڈھاکے ہی میں کام کریں مگر نگار نے رضی کی ایک نہ سنی اسے اپنے ساتھ گھسیٹ ہی لائی۔

اور عرفان کا تو اب سرپنا خسرال ہی ہو گیا تھا۔ مگر اس نے اپنی بیوی کے آبائی مکان میں سکونت اختیار نہیں کی بلکہ عاقل کی طرح اس نے بھی اپنے کھیتوں کے پاس ایک مختصر سا مگر خوشنما مکان کھڑا کر لیا۔ یہی رقبہ اس کی فارم میں بھی منتقل ہو گیا تھا۔

ندرت و عرفان نے بارش کی ایک رات عاقل کے شاندار بنگلے میں گذارنے کے بعد بہت دنوں تک اس بھیگی ہوئی پُر لطف شب کو یاد رکھا۔ اور وہ گویا ندرت کے تو حافظہ میں ہی بس کر رہ گئی تھی۔

کئی ماہ بعد ندرت کے خوابوں کی وہ حسین فارم آخر ہمیشہ کے لئے ندرت کی ہو گئی اور اس فارم کا خوش نصیب مالک بھی دائمی طور پر ندرت کے قبضہ میں چلا گیا۔

ایک چاندنی رات میں ندرت و عاقل باہر اپنے کھیتوں میں ٹہل رہے تھے۔ فصل کٹ چکی تھی اس لئے عاقل کے کھیت

صاف پڑے ہوئے تھے اور چٹکی ہوئی چاندنی میں ان کی کالی مٹی بدستور سیاہ نظر آ رہی تھی۔ لیکن ان کٹے ہوئے کھیتوں میں ندرت کو دور ایک چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔

"وہ چاندنی کے عکس میں کیا چیز چمک رہی ہے عاقل؟"

ندرت نے اس طرف اشارہ کر کے دریافت کیا۔

"وہ ہل ہے ڈیئر جس کی عظمت و اہمیت بھی اتنی ہی ہے جتنی سلطنتوں کے بقا کے لئے ہتھیاروں کی بلکہ ہل اسلحہ سے زیادہ ضروری ہے، اور اہم ہے۔ کیونکہ اگر ہل نہ ہو تو انسانی بازوؤں میں ہتھیار چلانے کی سکت کا ہونا ممکن نہیں۔"

عاقل نے جواب دیا۔

ندرت مسکرانے لگی۔

اور ایسا معلوم ہونے لگا گویا اس کے تبسم کی تابانی سے ہل میں اور بھی زیادہ چمک پیدا ہو گئی تھی۔

رئیس احمد جعفری

۱۹۶۰ء